

تذکرہ  
خواجگانِ لوسوی  
جلد اول

تالیف:  
پروفیسر افتخار احمد چشتی سیلمانی

چشتیہ اکادمی فیصل آباد۔ پاکستان



**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

**پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ**







سلسلہ عالیہ چشتیہ

# تذکرہ خواجگان تونسوی

جلد اول

حضرت پیر پٹھان

خواجہ شاہ محمد سکیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے سجادگان

تالیف

پروفیسر افتخار احمد چشتی سکیمانی

چشتیہ اکیڈمی  
فیصل آباد - پاکستان

جملہ حقوق بحق چشتیہ اکادمی فیصل آباد محفوظ ہیں

128269

بار اول ————— ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

ناشر ————— چشتیہ اکادمی فیصل آباد - پاکستان

سال اشاعت ————— ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۵ء

صفحات ————— ۲۳ × ۸ ————— ۳۰۴ صفحات

طباعت ————— پکیچنگ پریس سائڈ روڈ لاہور

کتابت ————— حاجی محمد صدیق مرکز کتابت کچہری بازار فیصل آباد

تعداد ————— دو ہزار

قیمت ————— ساٹھ روپے



تقسیم کار

مکتبہ الفوائد، فرحت منزل چنیوٹ بازار

فیصل آباد - پاکستان

(ٹیلی فون: ۲۸۸۵۵)

تذکرہ خواجگان تونسویؒ







بسوئے ملکِ سنگھڑ و اگر دنیا و دینِ خواہی  
غلامِ شاہِ توتہ شو اگر حقِ امیں خواہی



## دعائیں

”مذکرہ خواجگان تونسوی“ حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان  
تونسویؒ اور ان کے سجادگان کا مختصر تذکرہ ہے۔ جسے پروفیسر افتخار احمد  
صاحب چشتی سیلمانی نے تالیف کیا ہے۔ اس کتاب میں حضرات خواجگان  
تونسویؒ کے حالات زندگی اور ان کی تعلیمات کو نہایت عمدگی و اختصار سے  
تحریر کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات  
خواجگان چشتیؒ اہل سلسلہ کو اس کتاب کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے  
کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز خداوند کریم جناب چشتی صاحب کو اس کا رنج  
کا اجر دونوں جہانوں میں عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

دعا گو

فیہم عطا اللہ

خواجہ عطا اللہ صاحب

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ سلیمانہ تونسویہ شریف

مورخہ:

۲۰ اگست ۱۹۸۵ء





اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ لَأَخَافُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی  
خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے





# انتساب

مخدومی و مرشدی خواجہ دلتواز

حضرت خواجہ خان محمد <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> توسوی

کے نام

اگر سیاہ دلم داغ لاله زار تو ام  
وگر کشادہ چینم، گل بہار تو ام





# فہرست مضامین

## حصہ اول

### ابتدائیہ

۱	حد و سلام و نعت	
۶	عرض مرتب	پہلا باب
۱۶	تعارف سلسلہ	دوسرا باب
۲۶	شجرہ ہائے طریقت	تیسرا باب
۲۷	سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانہ عربی	
۲۹	سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانہ منظوم	
۳۰	سلسلہ چشتیہ نظامیہ	
۳۲	سلسلہ چشتیہ قادریہ	
۳۴	سلسلہ چشتیہ نقشبندیہ	
۳۶	سلسلہ چشتیہ بہروردیہ	
۳۸	فیوض سلاسل	

## حصہ دوم

### اکابرین سلسلہ

پہلا باب

- سلسلہ عالیہ حقیقیہ نظامیہ سلیمانہ  
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
۴۱ مولانا فخر الدین دہلوی رحمہ اللہ  
۵۷ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ  
۷۷ حضرت خواجہ نور القمہ شہید رحمہ اللہ  
۸۱ حضرت مولانا نور محمد نارو والہ رحمہ اللہ  
۸۲ حضرت قاضی محمد عاقل رحمہ اللہ  
۸۵ حضرت حافظ محمد جمال ملتانی رحمہ اللہ  
۸۷ سجادگان مہاروی

دوسرا باب

## حصہ سوم

### فیضان سلیمانی

- سلسلہ سجادگی  
۹۱ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمہ اللہ  
۹۲ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی رحمہ اللہ  
۱۱۸ حضرت خواجہ حافظ محمد موٹے تونسوی رحمہ اللہ  
۱۵۵ حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رحمہ اللہ  
۱۶۹ خواجہ حافظ غلام سدید الدین تونسوی رحمہ اللہ

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب



۱۸۵ حضرت خواجہ خان محمد تونسوی  
 ۲۰۸ جناب عطاء اللہ صاحب تونسوی  
 ۲۱۳ زمانہ سجادگی

چھٹا باب  
 ساتواں باب

## حصہ چہارم

### مقالات

- ۲۱۶ تذکرہ نویسی میں جدید رجحان  
 از  
 پروفیسر محمد اسحاق قریشی
- ۲۲۳ حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب  
 تونسوی نور اللہ مرقدہ  
 از جناب حافظ لدھیانوی
- ۲۲۲ تاثرات  
 نذرانہ عقیدت بحضور خواجہ و لنواز  
 از خواجہ محمد قمر الدین سیالوی  
 ملفوظات خواجہ و لنواز
- ۲۲۴ از چہدری غلام رسول  
 خواجہ و لنواز کی دو مجالس
- ۲۵۱ از پروفیسر عبد الباقی چشتی
- پہلا باب  
 دوسرا باب  
 تیسرا باب

# حصہ پنجم

## منظومات

۲۵۵

مناقب

پہلا باب

۲۶۶

انہارِ حقیقت

دوسرا باب

مرشدتِ خواجہ دلنوازؒ کا

تیسرا باب

۲۶۷

سفرِ آخرت

۲۷۹

اختتامیہ

تعارفِ مرتب

۲۸۱

چشتیہ اکادمی





حصہ اول

ابتدائیہ





کلام

حضرت مولوی محمد حسین قیس حشری تسلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

حمد

ہر ذرہ میں ہے جلوہ نما جس کا جمال  
اور ممکن ہی نہیں جس مستی اکمل کو زوال  
ہر رنگ میں ہر شان میں جو بیکتا ہے  
اے قیس میں کس چیز سے دوں اس کی مثال

نعت

طالب میں ترا ہوں مرا مطلوب ہے تو  
خوب ہے تو تیری قسم خوب ہے تو  
صورت تیری اجمل تیری سیرت اکمل  
ہر شان میں اللہ کا محبوب ہے تو



# حمدِ باری تعالیٰ

(از جناب حافظ لدھیانوی)

ملائک آسمانوں پر اسی کی حمد گاتے ہیں  
اسی کی شانِ وحدت کے جس نغمے سناتے ہیں

فلک کے نیلگوں پر دے پتاروں کو بکھیرا ہے  
اسی کی گود میں مہتاب کا سُوج کا ڈیرا ہے

اسی نے گاڑ رکھا ہے پہاڑوں کو زمینوں پر  
سمندر میں اسی کا لطف ہے بہتے سفینوں پر

پہاڑوں کی بلندی پر علم ہیں اسکی شوکت کے  
زیں کے چتے چتے پر نشاں ہیں اسکی قدرت کے

پرندوں کو اڑاتا ہے فضا سے آسمانی میں  
اسی کی حمد کا نغمہ ہے موجوں کی روانی میں

سمندر کی تہوں کو موتیوں سے جگمگاتا ہے  
فضا میں بادلوں کے خوشنما اچھل اڑاتا ہے

اسی کے خواں نعمت سے زمانہ رزق پاتا ہے  
وہی روزی رساں ہے جو بھی اس دنیا میں آتا ہے

ہر اک شے کی زباں پر قدرتِ حق کے ترانے ہیں  
نظر جس سمت اٹھتی ہے عجب منظر سہانے ہیں

قلم کو اس نے حمد و نعت کا اعجاز بخشا ہے  
دلوں کو اپنے نغموں کا نرالا ساز بخشا ہے

مرے افکار میں حافظ اسی کی رطف فرمائی  
کسی کو فقر بخشا ہے کسی کو شانِ دارائی،



حم یاری تعالیٰ

از جناب قمر الدین ابنم

شعور خام سہی، فکر نارسا ہی سہی  
تیری ثنا، تری توصیف میرا مذہب ہے  
جو تیری حمد سے غافل ہے آدمی ہی نہیں  
جو تیری حمد سے غافل نہیں، مذہب ہے

ہر ایک لفظ کا مفہوم سے بہت محذور  
میں تیری حمد کروں بھی تو کر نہیں سکتا  
میں صرف خاک تری ذات پاک، نور ہی نور  
اندھیرا نور کے آگے ٹھہر نہیں سکتا

مجھے نہ دیکھ کر یہی پر رکھ لفظ اپنی  
گناہ گار ہوں اسے میرے پالنے والے  
گرا ہوں میں تو محمد کا نام ہے لب پر  
سنجھال دونوں جہاں کے سنبھالنے والے

یا اللہ یار رحمن و یار رحیم      کرم کر ہمارے حال پر اے کریم  
تو نام رحمن اور ہے رحیم

# سلام بجزورتی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب حافظ لدھیانوی)

سلام اس پر کہ جو قلبِ حزیں کا مدعا ٹھہرا  
 سلام اس پر کہ جو خستہ دلوں کا آسرا ٹھہرا  
 سلام اس پر کہ جس پر سبکی کو ناز ہے کیا کیا  
 سلام اس پر کہ جس کی ہر ادا اعجاز ہے کیا کیا  
 سلام اس پر کہ جس سے غمزدہ تسکین پاتے ہیں  
 زمانے کے ستارے دامنِ رحمت میں آتے ہیں  
 سلام اس پر کہ دل کی دھڑکنوں میں جس کا نغمہ ہے  
 کہ جو شفقت مجسم ہے کہ جو رحمت سراپا ہے  
 سلام اس پر کہ جس کا عطر سے بہتر پسینہ ہے  
 سلام اس پر منور معرفت سے جس کا سینہ ہے  
 سلام اس ذاتِ اقدس پر جو ہے شہکارِ فطرت کا  
 سلام اس پر کہ مومن پر ہے جو احسانِ قدرت کا  
 سلام اس پر کہ جو سب سے مکرم ہے گرامی ہے  
 سلام اس پر متارح شوق جس کا نامِ نامی ہے

سلام اس پر کہ جس کا شہر گہوارا سے رحمت کا  
نگاہِ شوق کی تابندگی ہے گنبدِ خضرا

سلام اس پر کہ جس کے نور سے آباد عالم ہے  
وہ جس کے پیکرِ رحمت کے صدقے شاد عالم ہے

سلام اس پر کہ جس کی یاد ہے ایماں کا سرمایہ  
سلام اس پر کہ جس کی مثل دنیا میں نہیں آیا

سلام اس پر کہ جس کا ہر عمل ہر قول احسن ہے  
سلام اس پر کہ جس سے دین کا شاداب گلشن ہے

سلام اس پر مکمل جس پہ نعمت ہو گئی دین کی  
وہ جس کی ذات تفسیرِ میں ہے شرع و آئین کی

سلام اس پر اخوت کا دیا درسِ حسین جس نے  
سلام اس پر دیا سرمایہ صدق و یقین جس نے

سلام اس پر کہ جس سے عدل کی میزان قائم ہے  
سلام اس پر کہ جس کے نطق سے ایمان قائم ہے

سلام اس پر تنِ مردہ کو جس نے زندگی بخشی  
جہالت کی اندھیری شب کو جس نے روشنی بخشی

سلام اس پر ازل کا نور جس کی ذاتِ اطہر ہے  
سلام اس پر ابد تک کے لئے جو حق کا منظر ہے

سلام اس پر کہ جو شمسِ ہدایت بن کے آیا ہے  
شبِ ظلمات میں جو صبحِ نور کا لایا ہے

سلام اس پر کہ جس کے نور سے عالم ہے توانی  
فقیری کو سکھائے جس نے اندازِ جہانتیانی



سلام اس پر دلوں کو درد مندی جس نے بخشی ہے  
 جو تھے پامال ان کو سر بلندی جس نے بخشی ہے  
 سلام اس پر نہتوں کو کیا ہے حکم اس نے  
 جہان بانی کے رازوں کو کیا ان پر عیاں جس نے  
 سلام اس پر دیا منشور جس نے امن عالم کا  
 دیا ہے درس جس نے سرکشوں کو لطف باہم کا  
 ہے اس کی ذات میری مدحت تو صیفت بالا  
 کہ مداح رسول ہاشمی ہے رَبِّيَ الْأَعْلَى

## نعت شریف

(از قمر الدین انجم)

یا رسولِ پاک ﷺ جو آنکھ نم نہیں  
 جلووں کی بارگاہ میں اس کا بھرم نہیں  
 پڑھنے لگیں درود اگر دل کی دھڑکنیں  
 اس سے بڑا تو کوئی خدا کا کرم نہیں  
 سرمایہ جیات ہے یہ ذکر مصطفیٰ ﷺ  
 ٹوٹا یہ سلسلہ تو سمجھ لو کہ ہم نہیں  
 دوری حضور کی ہے عدم قربت وجود  
 کچھ اور اعتبار وجود و عدم نہیں  
 انجم جسے نصیب ہوا عشق مصطفیٰ ﷺ  
 وہ محترم نہیں تو کوئی محترم نہیں

پہلا باب

عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 شَمَّهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۝

تونسہ شریف اور خواجگان تونسوی کا تذکرہ اپنے بزرگوں سے بارہا سنا تھا۔ میرے والد گرامی حضرت مولوی محمد حسین قیس چشتی سلیمانی نے ۱۳۲۳ھ میں حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانہ تونسہ شریف کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا اور پھر ان ہی کے حکم کے مطابق حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلوی کی خدمت میں تیس برس رہ کر سلوک و معرفت کی جملہ منازل طے کرنے کے بعد خلافت حاصل کی۔ حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد دہلوی حضرت ثانی شاہ اللہ بخش تونسوی سجادہ نشین اول آستانہ عالیہ سلیمانہ تونسہ شریف کے محبوب ترین خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ سلیم چشتی اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے واسطے سے فاروقی النسل تھے۔ اور والدہ کی نسبت سے محبت النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کے پوتے حضرت میاں غلام نصیر الدین عرف میاں کالے صاحب کے نواسے تھے۔

راقم الحروف کو ۱۳۵۵ھ میں حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد دہلوی سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور چند ماہ دہلی شریف میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ازاں بعد ملازمت میں مصروف ہوا۔ مگر رابطہ بدستور قائم رہا۔ قیام پاکستان کے بعد تین بار دہلی شریف کی حاضری کا شرف بھی نصیب ہوا۔ مرشدی حضرت صاحب قبلہ دہلوی کا وصال ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ اور حضرت والد صاحب قبلہ کا وصال ۷ صفر ۱۳۷۱ھ کو ہوا۔ میں ۱۳۷۳ھ



میں اسلامیات کا پروفیسر ہو گیا۔ دہلی شریف سے خط و کتابت کا سلسلہ تو جاری رہا مگر مشاغل دنیا نے یکسوئی سے یہ مقدس رابطہ مضبوط کرنے کا موقع نہ دیا۔ سرکاری ملازمت سے ۱۹۵۳ء میں ریٹائر ہو گیا۔ ریٹائرمنٹ سے تقریباً ایک سال قبل میرے بچت بنے یاوری کی۔ میرا نصیبہ جاگا اور مجھے جناب صاحبزادہ فرید احمد فریدی دہلوی (فرزند دلہند حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد دہلوی) کی وساطت سے محمد می حضرت خواجہ محمد تونسوی، سجادہ نشین خامس آستانہ عالیہ سلیمانہ تونسہ شریف، کی بارگاہ عالیہ میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ آپ سیال شریف (آستانہ مبارکہ حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی خلیفہ اعظم شہباز طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی) تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے قدم بوسی کی۔ آپ نے بکمال نوازش حجرہ مبارکہ میں بلا کر کلاہ چارتر کی پہنائی اور خلافت و اجازت عطا فرمائی اور پھر جب آپ ماہ صفر ۱۳۹۲ھ میں کاشانہ سلیمانی، جامعہ حقیقیہ، فیصل آباد میں تشریف لائے تو تحریری خلافت و اجازت اور دیگر نعمت ہائے باطنیہ سے نوازا۔

سراسر من ہمہ علیم بید می و خسرید می تو  
زہے کالائے پر عیب وزہے لطف خریدار

آپ نے بکمال نوازش تونسہ شریف کے کتب خانہ سے میرے لئے "مناقب المحبوبین" کا ذاتی نسخہ ارسال فرمایا اور اس کا اردو ترجمہ کرنے کا حکم فرمایا۔ بعد ازاں آپ نے بہت سے دیگر قلمی اور مطبوعہ ملفوظات بھی عطا فرمائے۔ ضروری ہدایات بھی دیں اور خواب میں قلم کا تبرک عطا فرما کر مجھے مشائخ چشت اور خواجگان تونسوی کے حالات و ملفوظات کو اردو میں منتقل کرنے کا فریضہ سونپا۔ الحمد للہ کہ اُس وقت سے شب و روز اسی کام میں مشغول ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تادم واپس اسی کار خیر میں مصروف رہوں۔ آمین۔

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ملفوظات کو ہر دور میں قلمبند کیا گیا اور

ہر زمانہ میں انہیں مقبولیت حاصل رہی۔ اور تشنگانِ معرفت و سلوک ان سے سیراب ہوتے رہے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو گا کہ جب حضرت خواجہ حسن بجزی نے اپنے شیخِ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الہی کے ملفوظات فوائد القواد کے نام سے ترتیب دئے تو جناب امیر خسرو نے فرمایا "اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسن سے نامزد ہو جائیں اور ان کے بدلے کتاب فوائد القواد کا حسن قبول مجھے عطا ہو جائے۔" میں نے بھی اس سلسلہ محبت میں شامل ہونے کے لئے باقی سلسلہ سلیمانہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے حالات و کمالات کے بارے میں ایک رسالہ ترتیب دیا اور اس کا نام شہبازِ طریقت رکھا۔ ۱۳۹۵ھ میں یہ رسالہ سالانہ عرس مبارک کے موقع پر محدومی خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے بہت پسند فرمایا اور حکم دیا کہ دیگر حضراتِ تونسوی کے حالات پر بھی ایسے ہی رسائل مرتب کئے جائیں۔

حضراتِ خواجگانِ تونسوی کے حالات میں مزید رسائل ترتیب دینے سے قبل میں نے قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے حالات پر مختصر سا رسالہ ترتیب دیا۔ اور ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ میں حضرت قبلہ عالم کے سالانہ عرس مبارک پر حضرت خواجہ دلنواز کی وساطت سے قبلہ ام و نور چشم قبلہ عالم حضرت میاں نور جہانیاں صاحبہ مدظلہ العالی سجادہ نشین درگاہِ معلیٰ چشتیاں شریف کی خدمت عالیہ میں پیش کیا۔

حضرت قبلہ عالم وہ عظیم روحانی شخصیت ہیں جنہوں نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے بعد اس ملک میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کو فروغ عطا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں آج جہاں جہاں بھی چراغِ چشتیان کی روشنائی ہے وہ سب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور ان کے بعد حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے طفیل ہے۔

حضرت قبلہ عالم نے کم و بیش سچاس افراد کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا جن میں سے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی۔ حضرت مولانا نور محمد صاحب

نارودا، حضرت قاضی محمد عاقل اور حافظ محمد جمال ملتانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔  
ان حضرات کی مساعی جمیلہ سے چشتیہ سلسلہ کی بہت ترقی و توسیع ہوئی۔

منقول ہے کہ "ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم اپنے پیر بھائی اور محرم راز نواب  
غازی الدین خاں کے ڈیرہ پر قیام پذیر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم سے طعام معرفت سے بھری ہوئی ایک دیگ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ  
الکریم تک پہنچی تھی، انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو عطا کی اور ان سے آگے  
سلسلہ بہ سلسلہ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک پہنچی۔ پھر حضرت مولانا صاحب نے  
اس فقیر کو عنایت کی۔ میں نے اس دیگ میں سے بہت خرچ کیا۔ تمام جہان کو عطا  
کیا مگر دیگ میں ذرا کمی واقع نہ ہوئی اسی طرح پُر رکھی ہوئی ہے۔" نواب صاحب  
نے عرض کیا کہ یا حضرت آں جناب کے بعد آپ کے مریدوں میں سے اس دیگ کا  
کون حق دار ہوگا۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا حکم ملا ہے کہ اس دیگ کا وارث محمد سلیمان  
روہیلہ ہے۔ اور اس طرح چشتیہ سلسلہ کی نعمت خاص سلسلہ بہ سلسلہ حضرت قبلہ عالم  
سے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ تک پہنچی۔

حصولِ خلافت کے بعد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نے ضلع ڈیرہ غازی خاں  
پنجاب کے دور دراز گوشہ کے ایک غیر معروف گاؤں تونسہ شریف میں ایک عظیم الشان  
خانقاہ قائم کی جہاں سے پنجاب، بلوچستان، افغانستان، ہندوستان اور دیگر اسلامی  
ممالک کے لاکھوں انسانوں نے تعلیم پائی اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ کے خلفاء  
ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور جگہ جگہ رشد و ہدایت کے چراغ روشن ہوئے۔  
حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے خلفائے کاملین بے شمار تھے پھر  
ان کاملین سے ایسے حضرات کو خلافت پہنچی جنہوں نے ملک کے طول و عرض میں  
شریعت و طریقت کے چراغ روشن کئے۔ کلاچی شریف، مکھڑ شریف، سیال  
شریف، جلاپور شریف، گولڑہ شریف، مروہ شریف، اور تونسوی دسیالوی  
سلسلہ کی دیگر روحانی خانقاہوں نے ملک و ملت اور دینِ مبین کی وہ خدمات سر انجام



دیں جو تاریخ برصغیر میں جلی حروف میں لکھی جانے کے قابل ہیں۔ آپ کے خلفاء اور آپ کے خلفاء کے خلفاء ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ اور رشد و ہدایت کے وہ چراغ روشن کئے کہ پاکستان کا گوشہ گوشہ ان سے متور ہو گیا۔

آپ کے خلفاء کے علاوہ آپ کے سجادہ نشینان عالی مقام بھی مسلمانوں کی روحانی اصلاح و تربیت کے کام میں سرگرم عمل رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں چشتیہ سلیمانیہ سلسلہ کی روز افزوں ترقی ان ہی حضرات تونسوی کی سعی جمیلہ سے ہوئی، جو اب تک قائم ہے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے سجادہ نشین عالی مقام کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ
- ۲۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ
- ۳۔ حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ
- ۴۔ حضرت خواجہ حافظ سعید الدین تونسویؒ
- ۵۔ خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ
- ۶۔ خواجہ عطار اللہ صاحب تونسوی دامت برکاتہ (موجودہ سجادہ نشین) رسالہ قبلہ عالم اور شہباز طر لقیات کی ترتیب کے بعد میں نے آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے سجادگان عالی مقام کے حالات پر رسائل ترتیب دینے کا کام شروع کیا۔ الحمد للہ کہ تمام سجادگان کے حالات پر درج ذیل رسائل شائع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

- ۱۔ آفتاب چشتیاں (مختصر حالات حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ) ۱۳۹۷ھ
- ۲۔ حامی چشتیاں (مختصر حالات حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ) ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ عطائے موسویؒ (مختصر حالات حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ) ۱۴۰۰ھ
- ۴۔ خواجہ دلنوازؒ (مختصر حالات حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ) ۱۴۰۰ھ

۵۔ مانتاب تونسوی (مختصر حالات حضرت حافظ خواجہ غلام سدید الدین تونسوی) ۱۹۰۱ء  
ان رسائل کی ترتیب میں مندرجہ ذیل کتب و اصحاب سے استفادہ کیا گیا تھا۔

۱۔ مناقب المحبیین مؤلفہ حاجی نجم الدین

۲۔ تاریخ مشائخ چشت پر وفیسر خلیق احمد نظامی صاحب

۳۔ عصائے موسوی حافظ نور محمد صاحب

۴۔ دیدار موسیٰ خلیفہ رحیم بخش صاحب سلیمانی

۵۔ مسودات مولوی محمد حسین قیس حشتی سلیمانی

۶۔ دیدار حضرت محمد حامد تونسوی خلیفہ رحیم بخش صاحب سلیمانی

۷۔ دیدار حضرت خواجہ حافظ سدید الدین خلیفہ رحیم بخش صاحب سلیمانی

۸۔ فارسی تصنیف در حالات حضرت حافظ سدید الدین تونسوی

از حاجی عبدالستار افغانی اور اسی کتاب کا اردو ترجمہ از

مولوی فقیر محمود سیدی صاحب خطیب جامع مسجد آستانہ

عالیہ سلیمانپہ

۹۔ جن اصحاب نے "خواجہ دلنواز" کی ترتیب میں قلمی معاونت کی اور حالات و

کوائف تحریر فرمائے اور ملفوظات میں راہ نمائی فرمائی، ان کے اسمائے

گراہی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ خلیفہ رحیم بخش صاحب سلیمانی تونسہ شریف

۲۔ چودھری افتخار افضل صاحب کراچی

۳۔ جناب عبدالغنی (غنی بھائی) صاحب حیدرآباد

۴۔ محمد انور بابر صاحب لکی مروت

۵۔ شاہ محمد پہلوان صاحب درہ پینرو

میں ان حضرات کا دلی طور پر شکریہ گزار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے

تعاون کے بغیر میں یہ کتاب ترتیب نہ دے سکتا تھا۔

اجابِ طریقت نے ان رسائل کو بہت پسند فرمایا، خاندانِ تونسوی کے اکابر نے میری ہمت بندھائی یہ میرے لئے ایک ایسا اعزاز ہے جس پر میں خالق کائنات کے حضور سراپا سپاس ہوں۔ ان رسائل کی تعارفی افادیت کے پیش نظر بعض اہل علم نے مشورہ دیا کہ ان منتشر اوراق کو ایک مربوط کتاب میں ضم کر دینا چاہیے اور مزید یہ کہ اس میں خاندانِ تونسوی کے تفصیلی حالات اور سلسلہ چشتیہ سلیمانیکہ کے متوشلین کے سوانح بھی شامل ہونے چاہئیں تاکہ یہ ایک مستقل کتاب بن جائے۔ ان آراء کی روشنی میں میں نے فیصلہ کیا کہ 'خواجگانِ تونسوی' کا مربوط اور مفصل تذکرہ تالیف کروں۔ الحمد للہ بزرگوں کی دعاؤں اور اجاب کے تعاون سے یہ فریضہ انجام دینے کے قابل ہوا۔ اصحابِ طریقت کی نیک خواہشات کا ثمر ہے کہ تذکرہ 'خواجگانِ تونسوی' کی پہلی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

"تذکرہ خواجگانِ تونسوی" تین جلدوں پر مشتمل ہوگا۔ پہلی جلد جو زیرِ مطالعہ ہے، کے پانچ حصے ہیں۔

— حصہ اول میں حمد و نعت، عرض مرتب، تعارفِ سلسلہ اور شجرہ ہائے طریقت درج کئے گئے ہیں۔

— حصہ دوم میں حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مولانا فتح الدین دہلوی تک کے مختصر سوانح اور حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہے۔

— حصہ سوم میں باقی آستانہ عالیہ سلیمانیکہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی اور آپ کے سجادگانِ عالی مقام کے حالات ہیں۔

— حصہ چہارم میں خواجہ دلتواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی کے بارے میں چند اجاب کے مقالات و تاثرات درج کئے گئے ہیں۔

— حصہ پنجم حضرت قبلہ عالم اور حضراتِ خواجگانِ تونسوی کی بارگاہ میں

منظوم نذرانہ عقیدت پر مشتمل ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ "تذکرہ خواجگان تونسوی" کی دوسری اور تیسری جلد بھی جلد ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی۔ دوسری جلد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے خلفاء کے حالات، تعلیمات اور خدمات پر مشتمل ہوگی جبکہ تیسری جلد میں حضرت خواجہ پیر پھان کے خاندان کے مشائخ و اکابرین کا تذکرہ ہوگا۔ دوسری اور تیسری جلد کی ترتیب و تسوید جاری ہے۔ قارئین، اہل علم اور اکابر سلسلہ سے ملتی ہوں کہ وہ میری معاونت فرمائیں تاکہ زیر ترتیب مواد میں قابل ذکر اضافہ ہو سکے۔

زیر نظر جلد میں میں نے کوشش کی ہے کہ تمام مندرجات مستند اور قابل اعتماد ہوں تاکہ صادقین کے حالات میں صداقت کی کار فرمائی ہے۔ لیکن اس احتیاط کے باوجود اگر کہیں کوئی سُقیم رہ گیا ہو تو اس کی نشاندہی کی جائے تاکہ نقشِ ثانی میں اسے دُور کیا جاسکے۔

میں اپنے ان تمام بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب میں میری معاونت و راہ نمائی فرمائی اور اپنے مشوروں اور دُعاؤں سے نوازا۔ خاص طور پر ان حضرات کا جنہوں نے مقالات و منظومات ارسال فرمائیں۔ جناب حافظ لدھیانوی صاحب، پروفیسر محمد اسحاق قریشی صاحب اور پروفیسر عبد المجید حشتی صاحب اس لحاظ سے میرے خصوصی شکرِ یہ کے مستحق ہیں کہ تدوین کے جملہ مراحل میں ان کا عملی تعاون مجھے اوّل سے آخر تک حاصل رہا۔

آستانہ عالیہ سلیمانپہ کے موجودہ سجادہ نشین جناب خواجہ عطار اللہ صاحب تونسوی دامت برکاتہ کا میں دلی طور پر شکر گزار ہوں کہ انہوں نے دُعائیہ کلمات سے نوازا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے آباؤ اجداد اور مشائخِ عظام کے درجات و مقامات عطا کرے۔ آمین۔



آخر میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امیرِ اسحق خدمت کو شرفِ قبولیت بخشیں اور بطفیلِ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرتِ خواجگانِ کرامؒ اسے میرے لئے فالِح داریں کا موجب بنائیں۔ آمین ثم آمین

خادم الفقراء

افتخار احمد چشتی سلیمانی

ساکنانہ چشتیہ  
فرحت منزل چنیوٹ بازار  
فیصل آباد۔ پاکستان  
۶ صفر ۱۴۰۶ھ

## دوسرا باب

# تعارفِ سلسلہ

الہی مابود خورشید و ماہی  
چراغِ چشتیاں را روشنائی

اولیاء اللہ | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :  
 وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ  
 يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
 (قرآن - ۳ - ۱۰۴)

ترجمہ :- تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں  
 بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے  
 وہی فلاح پائیں گے۔

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :  
 "میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو نبی ہیں نہ شہید۔ لیکن قیامت میں ان  
 کے مرتبہ کی بلندی پر انبیاء اور شہداء اور شکر کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں،  
 جن کو اللہ سے محبت ہے اور جن کو اللہ پیار کرتا ہے وہ یہی باتیں بتاتے  
 ہیں اور بڑی باتوں سے روکتے ہیں۔" (مسند)  
 اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے نام سے یاد فرمایا۔ اور جن  
 کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے :

"الَّذِينَ أَوْلِيَآءُ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"  
 (قرآن : ۱۰ - ۶۲)

ترجمہ :- "سنو! جو اللہ کے دوست ہیں، ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے  
 اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

اس جماعت کو تاریخِ اسلام میں اولیاء اللہ، مشائخِ عظام اور صوفیائے کرام  
 کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صالحین، متقین، اخیار، ابرار اور اہل محبت کا  
 یہی گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو صحابہ کرام

کے بعد مسندِ رشد و ہدایت پر فائز ہوئے اور تعلیمِ کتاب و حکمت اور تزکیہٴ نفوس کا مقدس فریضہ انجام دیا۔

**سلاسل** اولیاء اللہ کے چار مشہور سلاسل ہیں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ۔ ان میں سے سلسلہ نقشبندیہ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جاری ہوا۔ بقیہ روحانی سلاسل یعنی چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے جاری ہوئے۔ ان چاروں سلاسل کے مشائخ نے تبلیغِ اسلام میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر سب سے زیادہ اثر و نفوذ سلسلہ چشتیہ کو حاصل ہوا۔

### چشتیہ ہشتیہ

قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو الہامِ غیبی سے معلوم ہوا کہ سلسلہ چشتیہ میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا وجود مسعود اس اہل سلسلہ کے لئے نجات کا موجب ہوگا۔ اس شخص کی علامت یہ ہوگی کہ ایک وقت اس پر ایک خاص قسم کی استغراقی حالت طاری ہوگی اور اس حالت کی نشان دہی بھی کر دی۔ چنانچہ حضرت عثمان ہارونیؒ مدت تک تلاش میں رہے مگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں وہ صورت نظر نہ آئی۔ انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو وصیت فرمائی کہ اگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں ایسی صورت و علامت نظر آئے تو ان سے تمام اہل سلسلہ کے جن خاتمہ کملے دعائے خیر کرائیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے اپنی زندگی میں وہ صورت نہ دیکھی تو انہوں نے حضرت خواجہ بختیار کاکلیؒ کو وصیت کی۔ یہاں تک کہ سلسلہ بہ سلسلہ یہ وصیت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ تک پہنچی۔ وہ بھی اس صورت کی تلاش میں تھے کہ ایک دن حضرت خواجہ نصیر الدین چرخ دہلویؒ کو حوض کے کنارے بیٹھے دیکھا۔ ان کے دونوں پاؤں پانی میں تھے، استغراق کا عالم تھا اور وہی علامات ان پر وارد تھیں جن کی نشان دہی



کی گئی تھی۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے جو نہی وہی علامات دیکھیں، چراغِ دہلیؒ کی طرف اتنی جلدی بھلگے کہ دوسرے کناٹے سے پکڑوں سمیت حوض میں داخل ہو گئے۔ اور خواجہ نصیر الدینؒ کے پاؤں پکڑ لئے۔ جب وہ قدمے حوض میں آئے اور اپنے شیخ کو اپنے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھا تو پاؤں کھینچنے چلے۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ کام از خود نہیں کیا۔ بلکہ ہمیں حضراتِ خواجگانِ چشت سے یہ وصیت پہنچی ہے۔ میں نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ سلسلہ چشتیہ میں سب داخل ہونے والوں (از اول تا آخر) کے لئے حُسنِ خاتمہ، نجاتِ آخروی اور رضائے خداوندی کی دُعا نہ کریں۔ پس انہوں نے دُعا کی۔ اس سلسلہ کو سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔

## سلسلہ چشتیہ

حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی چشتیؒ (وصال ۳۲۹ھ) پہلے بزرگ ہیں جن کے اسم مبارک کے ساتھ چشتی کا لاحقہ شامل ہوا۔ خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ ابوالسحاق شامیؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ممشاد علودینیوریؒ (وصال ۵۲۹ھ) کی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا "تمہارا نام کیسے؟" عرض کیا۔ ابوالسحاق شامیؒ۔ فرمایا: "آج سے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے۔ اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہوگا اس کو قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے۔" اس کے بعد حضرت خواجہ دینیوریؒ نے ان کو تبلیغِ دین، تعلیمِ کتاب و حکمت اور تزکیہٴ نفوس کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے چشت روانہ کر دیا، جہاں انہوں نے اس عظیم الشان سلسلہ کی بنیاد ڈالی اور شب و روز ریاضت و محنت سے چشت کو ایک عالمی روحانی مرکز بنا کر چشت شریف بنا دیا۔

چشت شریف افغانستان میں ہرات کے قریب واقع ہے۔ وہاں سے یہ نعمت چشتیاں شریف پہنچی۔ کس طرح پہنچی یہ ایک طویل داستان ہے۔ چشتیاں شریف

سے یہ نعمت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ تک پہنچی اور ان سے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ تک آئی۔ جنہوں نے اسے برصغیر پاکستان و ہند کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ حضرت خواجہ بزرگؒ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ہندوستان تشریف لائے۔ پہلے لاہور آکر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار مبارک پر چلے کشتی کی اور پھر اجمیر شریف کو مرکز بنا کر تبلیغ و اشاعت کا ایسا نظام قائم کیا جو تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔ صاحب سیرالاولیاء نے ان کو "نائب الرسول فی الہند" لکھا ہے اور واقعی آپ اس لقب کے حقدار ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے بے شمار خلفاء تھے، جن میں سے دو خلفاء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلویؒ اور حضرت شیخ خواجہ حمید الدین صوفی سوانی ناگوری۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے دہلی شریف کو مرکز بنا کر رشد و ہدایت کا جو سلسلہ جاری کیا، اس کے بارے میں صاحب تاریخ مشائخ چشت لکھتے ہیں:

"قطب صاحبؒ کا دہلی میں قیام کر لینا چشتیہ سلسلہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ دہلی اب اسلامی ہند کا قلب و جگر بن چکی تھی۔ وہ تمام عناصر جو آئندہ صدی میں مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی زندگی پر اثر انداز ہونے والے تھے، یہاں موجود تھے، ان ہی میں سے چشتیہ سلسلہ کی تحریک کو کامیاب بنانے کا سامان فراہم کرنا تھا۔ قطب صاحبؒ نے دارالسلطنت کے مہلک اثرات سے اپنا دامن بچا لیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہاں کے حالات سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور تصوف کے خیالات بر طبقہ کے کانوں تک پہنچا دیئے۔"

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلفاء میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ انہوں نے پاک تین شریف (پاکستان) کو مرکز بنا کر رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ صاحب تاریخ مشائخ چشت لکھتے ہیں کہ

”حقیقت یہ ہے کہ بابا فرید نے اپنی روحانی عظمت، کردار کی بلندی، اور دردمندی خلیق سے چشتیہ سلسلہ کی شہرت کو چار چاند لگا دئے، ان کے زمانہ میں سلسلہ کے اثرات کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ اس سلسلہ کے نظام اصلاح و تربیت نے ایک مستقل شکل اختیار کر لی اور مریدین کا ایک ایسا طبقہ تیار ہو گیا جس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم کر دیں۔“

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے خلفاء میں سے دو خلفاء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پہلے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، محبوب الہی دہلوی، اور دوسرے حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، محبوب الہی نے دہلی کو مرکز بنا کر اس سلسلہ کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔ برنی تاریخ فیروز شاہی میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”خداوند تعالیٰ نے شیخ نظام الدین کو پچھلی صدیوں میں شیخ جنید اور شیخ بایزید کے مثل پیدا کیا تھا۔“

صاحب تاریخ مشائخ چشت مزید لکھتے ہیں :-

”بابا فرید گنج شکر نے ان کے لئے دعا کی تھی کہ تو ایک ایسا درخت ہو جس کے سایہ میں ایک خلیق کثیر آسائش و راحت سے رہے۔ تقریباً پچاس سال انسانی دلوں نے اس طرح ان کی خانقاہ میں راحت و سکون حاصل کیا جسے کوئی تھکا ہوا مسافر، تمازت آفتاب سے خستہ جان ٹھنڈے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر فرحت و اطمینان کا سانس لیتا ہے۔“

امیر خسرو ان کی شان میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں :-

بر در آمد ہر کہ ارادت نمود  
زندہ جاوید شدہ ار مردہ بود

دانسے راز حضرت علامہ اقبال نے جب ان کے مزار مبارک پر حاضری دی تو ان اشعار میں خراج عقیدت پیش کیا:

# الحجائے مسافر

(بدرگاہِ حضرت محبوبِ الہی، دہلی)

فرشتے پڑھتے ہیں حسین کو وہ نام ہے تیرا

بڑی جناب تیری، فیضِ عام ہے تیرا

تسکے عشق کے تیری کشش سے، میں قائم

نظامِ مہر کی صورتِ نظام ہے تیرا

تیری لحد کی زیارت ہے زندگیِ دل کی

مسیح و جنر سے اونچا مقام ہے تیرا

نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی

بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہِ دلم، داغِ لالہ زارِ تو ام

وگر شادہِ جبینم، گلِ بہارِ تو ام

(بانگِ دریا۔ علامہ اقبال)

128269



صاحب گلزار ابرار آپ کے اور آپ کے دور کے بائے میں رقمطراز ہیں۔  
 ” اُن ایام میں زمینِ ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا کیونکہ آپ کی بارگاہِ خلافت  
 سے وقتاً فوقتاً جو نئے نئے خلیفہ روانہ ہوتے تھے اُن کی فیض پاشی سے  
 ہند کا ہر مکان اور ہر قطعہ زمین ہدایت آباد تھا۔ ایک روایت ہے کہ آپ  
 نے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مرتبے اور بڑی کراماتوں والے  
 سات سو خلفاء ایسے روانہ کئے کہ ہر شخص کے سینے سے گویا عرفان کا آفتاب  
 طلوع کرتا ہے۔“

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ کے بعد یہ نعمت سلسلہ بہ سلسلہ محبت الہی  
 حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک پہنچی۔ حضرت مولانا فخر الدینؒ اورنگ آباد سے  
 ہجرت کر کے مستقل طور پر دہلی میں مقیم ہو گئے اور یہاں ایک ایسے دینی مدرسہ اور  
 روحانی خانقاہ کی داغ بیل ڈالی کہ دہلی ایک بار پھر مرکزِ رشد و ہدایت بن گیا۔  
 انہوں نے چشتیہ سلسلہ کو نئی زندگی بخشی اور ملک کے گوشہ گوشہ میں اپنے خلفاء  
 بھیج کر ہر جگہ درس و تدریس اور رشد و ہدایت کے مراکز قائم کرا دیئے۔ حضرت  
 مولانا صاحبؒ کو بجا طور پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا مجدد کہا جاتا ہے۔

صاحب مناقبِ فخریہ لکھتے ہیں:

” آپ نہایت صادق القول بزرگ تھے۔ اظہارِ مشیخت و بزرگی سے  
 آپ کو سبقت نفرت تھی۔ کوئی آپ کی تعریف کرتا تو ناپسند فرماتے۔  
 کوئی مرید اگر ہاتھ باندھ کر یا گردن جھکا کر ادب کا اظہار کرتا تو خوش  
 ہو جاتے۔ آپ کی صحبت بابرکت جادو کا اثر رکھتی تھی جو آپ کے پاس  
 آجاتا یا زیارت سے مشرف ہو جاتا تھا۔ موئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔  
 مخالف آئے اور عاشق بن کر گئے۔ جرائمِ پیشیہ اور گناہ کار حاضر ہوئے  
 اور ولی و متقی بن کر نکلے۔ بعض قتل کے ارادے سے آئے اور خود آپ  
 کی نگاہِ ناز کے شہید ہو گئے۔ گردن کش ایذا پہنچانے کے لئے آئے اور

حلقہ بگوش ہو کر داپس لوٹے۔

محبت الہی حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کے خلفاء میں سے خواجہ نور محمد مہاروی،  
شاہ نیاز احمد بریلوی اور مولانا ضیاء الدین بے پوری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔  
منقول ہے کہ جب حضرت مولانا صاحب نے خواجہ نور محمد مہاروی کو خلافت  
عطا کی تو فرمایا:

”مکھن پنجابی لے گیا چھا چھ پیوسنار“

مولانا ضیاء الدین بے پوری خود فرمایا کرتے تھے کہ:

”ہم جیسے مریدوں نے سخت محنت و مجاہدہ سے نعمت حاصل کی

مگر حضرت مولانا صاحب نے اپنی نعمت خاص خواجہ نور محمد مہاروی

کو خود عطا فرمائی اور وہی حضرت مولانا صاحب کے قائم مقام ہیں۔“

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی نے اس ملک میں جو آج پاکستان ہے، چشتیہ سلسلہ

کو مقام عروج تک پہنچا دیا۔ تونسہ شریف، ملتان، احمد پور، چاچڑاں، کوٹ مٹھن،

مکھڑ، سیال، جلال پور اور گولڑہ و دیگر مقامات کی خانقاہوں کے چراغ ان ہی

کے ذریعے روشن ہوئے۔ صاحب مناقب المہبوبین لکھتے ہیں: کہ

”پنجاب، سندھ، بہاولپور، سرحد، بلوچستان اور افغانستان میں ہر جگہ

ان کے خلفاء نے خانقاہیں قائم کیں اور حالت یہ ہو گئی کہ دوسرے تمام

سلسلوں کی رونق چشتیہ سلسلہ کے سامنے اس طرح گم ہو گئی جیسے آفتاب

کے سامنے بتاروں اور چراغوں کا نور گم ہو جاتا ہے۔“

قبیہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے بے شمار خلفاء تھے، جن میں سے حضرت

خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی، حضرت مولانا نور محمد نارووالہ، حضرت قاضی محمد عاقل

اور حضرت حافظ محمد جمال ملتانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت

مولانا فخر الدین دہلوی نے جب خواجہ نور محمد مہاروی کو خلافت عطا کی تو ساتھ ہی ایک

وصیت بھی کی۔ آپ نے فرمایا:

” مغرب کے پہاڑوں سے ایک شہباز آئے گا اُسے جس طرح بھی ہو سکے اپنے دام میں لانا۔ وہ ہماری اور تمہاری نعمت کا وارث ہوگا۔ اور اپنے زمانہ میں مملکت ولایت کا سلیمان ہوگا۔“

تونسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازی خان، پنجاب، پاکستان) ایک غیر معروف گاؤں تھا مگر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے قیام کے بعد ایک ایسا مرکزِ رشد و ہدایت بن گیا، جس کی شہرت چاروں عالم میں پھیل گئی۔ آپ نے تونسہ شریف میں مسجد مدرسہ بہمان خانہ اور سنگر خانہ تعمیر کئے ایک ایسی خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو بہت جلد علوم ظاہری اور باطنی کا ایک عالمی مرکز بن گئی۔ صاحبِ تاریخ مشائخ چشت ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”پنجاب میں حضرت شاہ فخر الدین صاحب کا فیض اور چشتیہ سلسلہ کا نام شاہ نور محمد مہارویؒ کے ذریعہ پہنچا اور شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے ذریعہ اس کی تکمیل ہوئی۔“

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ نے بائیس برس کی عمر میں خلافت حاصل کی اور چوراسی سال کی عمر میں ۱۲۶۷ھ میں ان کا دصال ہوا۔ اسی طرح تقریباً ساٹھ سال کی مدتِ خلافت میں انہوں نے چشتیہ سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ ان کے خلفاء بے شمار تھے جن میں خلیفہ محمد باراں کلاچوی، مولوی محمد علی خیر آبادی، میاں گلے صاحب دہلوی، مولوی سرفراز حیشی قریدی، حاجی نجم الدین فتح پوری، مولوی محمد علی مکھڑی اور خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان خلفاء میں سے تبلیغ اسلام اور توسیع سلسلہ کا سب سے زیادہ کام سیال شریف میں ہوا۔

آئندہ صفحات میں ہم حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ اور ان کے سجادہ نشینوں کے مختصر حالات پیش کریں گے، جس سے آستانہ عالیہ سلیمانہ کی ملکی و ملی اور دینی خدمات کا اندازہ ہو سکے گا۔

تیسرا باب

تیسرا باب سے طریقیت



# شجرہ شریف

سلسلہ عالیہ حسینیہ نظامیہ سلیمانیه رحمۃ اللہ علیہم  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ الَّذِي كَانَ عَلِيًّا فِي دَرَجَاتِهِ،  
حَسَنًا فِي صِفَاتِهِ، وَاحِدًا فِي تَجَلِّيَاتِهِ، أَبَا فَضْلٍ فِي أَفَادَتِهِ  
أَبْرَاهِيمَ فِي تَسْلِيمِهِ، سَدِيدَ الدِّينِ فِي مَحَبَّتِهِ، أَمِينَ الدِّينِ  
فِي شَرِيعَتِهِ، عَلْوَ الدِّينِ فِي مَعَارِجِهِ، أَبَا اسْحَقَ فِي  
حَقِيقَتِهِ، قُدْوَةَ الدِّينِ فِي رِسَالَتِهِ، نَاصِرَ الدِّينِ فِي  
وَلَايَتِهِ، أَبَا يُوسُفَ فِي وَجَاهَتِهِ، مَوْدُودًا فِي خُلُقِهِ،  
شَرِيفًا فِي نَسَبِهِ، مُقْتَدَى أَهْلِ الْعُرْفَانِ فِي مَعْرِفَتِهِ،  
مُعِينَ الدِّينِ فِي حَدِّ ذَاتِهِ، قُطْبَ الدِّينِ فِي أَحْكَامِهِ،  
فَرِيدَ الدِّينِ فِي أَنْوَارِهِ، نِظَامَ الدِّينِ فِي أَسْرَارِهِ  
نَصِيرَ الدِّينِ فِي أَبْرَارِهِ، كَمَالَ الدِّينِ فِي تَعْظِيمِهِ  
سِرَاجَ الدِّينِ فِي أَضَائَتِهِ، عِلْمَ الدِّينِ فِي هِدَايَتِهِ  
مَحْمُودًا فِي أَخْلَاقِهِ، جَمَالَ الدِّينِ فِي حَسَنَاتِهِ، حَسَنًا

فِي خَلْقِهِ وَخُلُقِهِ، مُحَمَّدًا فِي أَحْوَالِهِ، يَحْيَىٰ فِي  
 أَحْيَائِهِ الْقُلُوبِ، كَلِيمَ اللَّهِ فِي الْقُلُوبِ،  
 نِظَامَ الدِّينِ فِي سِلْسِلَتِهِ، مُحَمَّدَ فَخْرَ الدِّينِ فِي  
 خُلُقِهِ وَحُبِّهِ، نُورَ مُحَمَّدٍ فِي أَنْوَارِهِ، مُحَمَّدَ سَلِيمَانَ  
 فِي سُلْطَنَتِهِ، اللَّهَ بِخَشْيَتِهِ فِي كَرَمِهِ، مُحَمَّدَ مُوسَىٰ  
 فِي مَنَاجَاتِهِ، حَامِدًا فِي مَعَامِدِهِ، عَلَامَ سَيِّدِ الدِّينِ  
 فِي حِمَايَةِ دِينِهِ، خَانَ مُحَمَّدٍ فِي زُهْدِهِ، عَطَا اللَّهَ فِي  
 عَطَائِهِ،

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ

مُحَمَّدٍ

وَأَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ،

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

# شجرہ شریف

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانہ

(منظوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یارب از بہر نبی و شاہ مردان و حسن	خواجہ عبدالواحد و خواجہ فضیل ذوالمن
ابن ادہم شہ سدید الدین امین الدین علو	خواجہ ابوالسحاق شامی واقف سرو عین
قدوۃ الدین ابو محمد ناصر الدین قطب دین	شہ شریف و خواجہ عثمان وین الدین حسن
قطب و مسعود و نظام الدین محمود کمال	شہ سراج و علم دین شہ راجن و جن حسن
شہ محمد شیخ یحییٰ شہ کلیم و شہ نظام	فخر دین نور محمد شہ سلیمان زین
شاہ المدنی بخش و شہ موسیٰ و شیخ حامد سید	خواجہ خان محمد پیر من مولا سائے من

ہر غلام شہ عطا ما دین و دنیا کن عطا

لطف فرما در دو عالم دور کن سنج و جن

# سلسلہ چشتیہ نظامیہ

- ۱- سید الکونین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- ۲- مدینۃ العلوم والمطالب امیر المؤمنین حضرت خواجہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
- ۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ حسن بصری انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۵- شیخ المشائخ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۶- شیخ المشائخ حضرت خواجہ سلطان ابوالہیثم بن ادہم بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۷- شیخ المشائخ حضرت خواجہ سعید الدین حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۸- شیخ المشائخ حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۹- شیخ المشائخ حضرت خواجہ تمشاد علو دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۰- شیخ المشائخ سیر سلسلہ چشتیان حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۱- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال ابن فرسافہ چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۲- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو محمد ابن ابوالاحمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۵- شیخ المشائخ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۶- شیخ المشائخ مقتدائے اہل عرفان حضرت خواجہ عثمان ہرونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۷- شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۸- شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیاراوشی کاکلی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۹- شیخ المشائخ حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۰- شیخ المشائخ محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- ۲۱- شیخ المشائخ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۲- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ کمال الدین علامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ سراج الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ علم الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۵- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۶- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ جمال الدین جمن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۷- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ حسن محمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۸- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۲۹- شیخ المشائخ قطب المدینہ حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۰- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۱- شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۲- شیخ المشائخ محبت اللہی حضرت خواجہ مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۳- شیخ المشائخ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۴- شیخ المشائخ شہباز طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۵- شیخ المشائخ حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۶- شیخ المشائخ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۷- شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۸- شیخ المشائخ حضرت خواجہ حافظ سعید الدین تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۳۹- شیخ المشائخ خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
- ۴۰- شیخ المشائخ حضرت خواجہ عطا اللہ صاحب مدظلہ العالی



## سلسلہ چشتیہ قادریہ

- ۱۔ سید الکونین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- ۲۔ مدینۃ العلوم والمطالب امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
- ۳۔ سیدنا شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۔ سیدنا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۵۔ سیدنا حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۶۔ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۷۔ سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۸۔ سیدنا حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۹۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ معروف کرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۰۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالحسن سمری نسقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۱۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ الاعظم شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۲۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوبکر محمد شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۳۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالواحد مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۴۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالفرح یوسف طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۵۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۶۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر علی مبارک مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۷۔ شیخ المشائخ قطب ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی خواجہ خواجگان حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۸۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقادر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۹۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ عماد بن یاسر بدلیسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۰۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۱۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ رضی الدین لالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- ۲۲- شیخ المشائخ حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۳- شیخ المشائخ حضرت شیخ احمد جوزقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۴- شیخ المشائخ حضرت شیخ نور الدین کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۵- شیخ المشائخ حضرت شیخ علاء الدولہ سمغانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۶- شیخ المشائخ حضرت شیخ محمود مزدقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۷- شیخ المشائخ حضرت شیخ سید علی ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۸- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ اسحاق خلدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۹- شیخ المشائخ حضرت شیخ سید محمد نور بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۰- شیخ المشائخ حضرت شیخ سید محمد علی نور بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۱- شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد غیاث نور بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۲- شیخ المشائخ شیخ الالتقیاء حضرت شیخ حسن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۳- شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۴- شیخ المشائخ قطب المدینہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۵- شیخ المشائخ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۶- شیخ المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۷- شیخ المشائخ محبت النبی حضرت شیخ مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۸- شیخ المشائخ قبلہ عالم حضرت شیخ خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۹- شیخ المشائخ شہباز طریقت حضرت شیخ خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۰- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۱- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۲- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ محمد حامد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۳- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۴- شیخ المشائخ خواجہ دلنواز حضرت شیخ خواجہ خان محمد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۵- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ عطا اللہ صاحب تونسوی مدظلہ العالی

## سلسلہ چشتیہ نقشبندیہ

- ۱- سید الکونین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- ۲- مدینۃ الصدق والتحقیق امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳- شیخ المشائخ حضرت شیخ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴- شیخ المشائخ حضرت شیخ امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۵- سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۶- شیخ المشائخ حضرت شیخ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۷- شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۸- شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالقاسم کمرگانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۹- شیخ المشائخ حضرت شیخ علی قاسمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۰- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۱- شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۲- شیخ المشائخ حضرت خواجہ عارف ریوگری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمود فختوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ علی رامیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۵- شیخ المشائخ حضرت خواجہ بابا سیامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۶- شیخ المشائخ حضرت خواجہ سید امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۷- شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۸- شیخ المشائخ حضرت خواجہ یعقوب چرخمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۹- شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۰- شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد قاسمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- ۲۱- شیخ المشائخ حضرت خواجہ خواجگی احمد امکنکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۲- شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد کلاں دہمبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمد شہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد امکنکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۵- شیخ المشائخ حضرت امیر محترم اللہ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۶- شیخ المشائخ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۷- شیخ المشائخ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۸- شیخ المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۲۹- شیخ المشائخ محب النبی حضرت شیخ مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۰- شیخ المشائخ قبلہ عالم حضرت شیخ خواجہ نور محمد بہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۱- شیخ المشائخ شہباز طریقت حضرت شیخ خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۲- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۳- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۴- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ محمد حامد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۵- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ حافظ سید الدین تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۶- شیخ المشائخ خواجہ دلنواز حضرت شیخ خواجہ خان محمد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ۳۷- شیخ المشائخ حضرت شیخ خواجہ عطا اللہ صاحب تونسوی مدظلہ العالی

۱۔ یہاں سلسلہ میں حضرت یحییٰ مدنی کا اسم گرامی بھی ہے مگر زیادہ معتبر روایات  
 یہ ہیں کہ نقشبندی فیض حضرت امیر محترم لاہوری سے براہ راست حضرت شاہ  
 کلیم اللہ جہاں آبادی کو ملا۔ (مرتب)

## سلسلہ چشتیہ سہروردیہ

- ۱- سید الکوثرین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- ۲- مدنیۃ العلوم والمطالب امیر المؤمنین حضرت خواجہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
- ۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ حسن بصری انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبد الواحد ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۵- شیخ المشائخ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۶- شیخ المشائخ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۷- شیخ المشائخ حضرت شیخ حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۸- شیخ المشائخ حضرت ابو تراب نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۹- شیخ المشائخ حضرت شیخ ابو محمد جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۰- شیخ المشائخ حضرت شیخ ابو عبد اللہ خفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۱- شیخ المشائخ حضرت شیخ ابو عباس نہادندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۲- شیخ المشائخ حضرت شیخ اخی سراج زنجانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۳- شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد بن عبد اللہ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۴- شیخ المشائخ حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۵- شیخ المشائخ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۶- شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۷- شیخ المشائخ حضرت شیخ بہا الحق والدین زکریا ملتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۸- شیخ المشائخ حضرت شیخ صدر الدین عارف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۹- شیخ المشائخ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۰- شیخ المشائخ مخدوم جہانیاں حضرت شیخ سید جلال الدین جہاں گشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ



- ۲۱- شیخ المشایخ حضرت شیخ صد الدین راجو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۲- شیخ المشایخ حضرت شیخ قاضی علم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۳- شیخ المشایخ حضرت شیخ قادن الملت والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۴- شیخ المشایخ حضرت شیخ محمود راجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۵- شیخ المشایخ حضرت شیخ جمال الدین جن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۶- شیخ المشایخ حضرت شیخ حسن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۷- شیخ المشایخ حضرت شیخ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۸- شیخ المشایخ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۹- شیخ المشایخ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۰- شیخ المشایخ حضرت شیخ نظام الدین اوزنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۱- شیخ المشایخ محب البنی حضرت شیخ مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۲- شیخ المشایخ قبلہ عالم حضرت شیخ خواجہ نور محمد ہماروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۳- شیخ المشایخ شہباز طریقت حضرت شیخ خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۴- شیخ المشایخ حضرت شیخ خواجہ شاہ الدین تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۵- شیخ المشایخ حضرت شیخ خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۶- شیخ المشایخ حضرت شیخ خواجہ محمد حامد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۷- شیخ المشایخ حضرت شیخ خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۸- شیخ المشایخ خواجہ دلنواز حضرت شیخ خواجہ خان محمد تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۹- شیخ المشایخ حضرت شیخ خواجہ عطا اللہ صاحب تونسوی مدظلہ العالی

# فیوض سلاسل

سلسلہ عالیہ حشینیہ نظامیہ کے مشائخ کرام کو اپنے سلسلہ کے علاوہ دیگر تین سلاسل عالیہ قادریہ، نقشبندیہ و سہروردیہ کا فیض بھی حاصل ہے۔ اسی نسبت سے ہمارے مشائخ چاروں سلسلوں کی اجازت بھی رکھتے تھے، چاروں سلسلوں میں بیعت بھی کرتے تھے اور چاروں سلسلوں میں خلافت بھی دیتے تھے۔ دوسرے سلاسل کا فیض جن مشائخ سے پہنچا، ان کے اسمائے گرامی تحریر کئے جا رہے ہیں۔ مجددی و مرشدی خواجہ دلتوز حضرت خواجہ محمد تونسوی نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ حضرت امیر محترم لاسوی سے شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے نقشبندی سلسلہ کا فیض لیا تھا، لہذا اپنی تصنیف میں اس کا ذکر کرو۔

تینوں سلاسل کا فیض جس جس بزرگ سے ہمارے سلسلہ میں پہنچا اس کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔  
۱۔ سلسلہ قادریہ کا فیض حضرت شیخ مجددیات نور بخش قادری سے ہمارے سلسلہ میں شیخ الاتقیاء حضرت شیخ حسن محمد کو پہنچا۔  
۲۔ سلسلہ نقشبندیہ کا فیض حضرت شیخ امیر محترم لاسوی سے ہمارے سلسلہ میں حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کو پہنچا۔

ملفوظات میں ہے کہ خلافت خواجگان نقشبندیہ حضرت شیخ محترم اللہ المتوکل علی اللہ لاسوی سے حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کو پہنچی حضرت امیر محترم لاسوی کا مزار مبارک لاسوی میں حضرت امیر محترم اللہ لاسوی کو خلافت حضرت خواجہ محمد اکنکی سے تھی اور ان کو حضرت خواجہ محمد ہاشم سے تھی جن کا وصال ۵ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ میں ہوا اور مزار مبارک شہر دبیر میں ہے اور خواجہ محمد ہاشم کو خلافت حضرت خواجہ محمد کلال دبیری سے تھی۔ اور ان کو خلافت خواجہ احمد اکنکی سے تھی اور ان کو خلافت حضرت خواجہ محمد قاضی یا محمد زائد نوری سے اور وہ خواجہ عبید اللہ احرار کے اکمل خلفاء میں سے تھے۔

۳۔ سلسلہ سہروردیہ کا فیض حضرت شیخ قادی سے ہمارے سلسلہ میں حضرت خواجہ شیخ محمود راجی کو پہنچا۔

حصہ دوم

اکابرین سلسلہ

۲۰

## پہلا باب

سلسلہ عالیہ حسینیہ نظامیہ سلیمانہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

مولانا فخر الدین دہلوی تک





(۱)

## سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمد اور احمد کنیت ابو القاسم اور ابو ابراہیم اور لقب مصطفیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ تھے اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف تھیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۵۲ھ قبل ہجرت کو دو شنبہ (پیر مبارک) کے دن صبح صادق کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے یہ کڑھ ارضی متور ہوا۔ آپ کا وصال بھی دو شنبہ کے دن ہی ۱۲ ربیع الاول یا ۹ یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوا۔ سن مبارک وصال کے وقت تریسٹھ برس کے قریب تھا۔ حضور لامع التور مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں گنبد خضریٰ میں آرام فرما ہیں۔

محمدؐ کا جہاں پر آستان ہے  
زمین کا اتنا ٹکڑا آسمان ہے

(۲)

## امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ابو الحسن، لقب مرتضیٰ اور یٰد اللہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳ رجب ۲۳ھ قبل ہجرت بروز جمعہ خانہ کعبہ میں ہوئی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کے دروازہ ہیں"۔ سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے دیگر تمام سلاسل تصوف یعنی سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ آپ سے جاری ہوئے۔ آپ سر سلسلہ صوفیاء

اور تصوف کے امام ہیں۔ ۲۱ رمضان ۱۰۰ھ شنبہ کو شہید ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک نجف اشرف (عراق) میں مرجع خلائق ہے۔

(۳)

## سرگروہ صوفیا حضرت خواجہ حسن بصریؒ

اسم مبارک حسن ہے اور کنیت ابوسعید۔ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی سہیلی یا خادما تھیں۔ منقول ہے کہ ایک روز آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف تھیں۔ آپ دودھ کے لئے رونے لگے تو ام المؤمنین نے بہلانے کے لئے سینہ سے لگا لیا۔ جوش شفقت اور خدا کی قدرت کہ چند قطرے دودھ کے اتر آئے اور وہ آپ نے نوش فرمائے۔ ان کی یہ برکت ہوئی کہ علوم ظاہری و باطنی میں کوئی آپ کا نظیر نہ تھا۔ حضرت علیؓ کی بیعت و ارادت کے علاوہ آپ حضرت امام حسنؒ اور خواجہ کمیل بن زیادؒ کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ ۴ محرم ۱۱۰ھ کو ۸۹ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک بصرہ (عراق) میں مرجع خلائق ہے۔

(۴)

## حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زیدؒ

آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفہ اعظم تھے اور حضرت خواجہ کمیل بن زیادؒ سے بھی خرقہ خلافت پایا تھا۔ مرید ہونے سے پہلے چالیس برس کامل مجاہدہ کیا تھا۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور تین لقمے سے زیادہ کبھی تناول نہیں فرماتے تھے۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے اور بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا وصال بروز جمعرات ۲ صفر ۱۷۰ھ کو ہوا۔ مزار مبارک بصرہ (عراق) میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا مادہ تاریخ وصال "اولیائے کامل" ہے۔

⑤

## حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ

آپ کا نام فضیل اور کنیت ابوالفیض ہے۔ آپ ابتدائی عمر میں قزاقی اور ڈاکوئی کرتے تھے۔ آخر توبہ کی۔ توبہ کے بعد امام عظیمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا۔ پھر حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادت و خلافت کا خرقہ حاصل کیا۔ مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ پانچ سو رکعت نفل روزانہ پڑھتے اور قرآن مجید بھی روزانہ نحم کرتے تھے۔ آپ مکہ معظمہ میں تھے اور سورہ القارعہ سن رہے تھے کہ ایک نعرہ مارا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کا وصال ۳۰ ربیع الاول ۸۷ھ کو ہوا۔ آپ کا مادہ تاریخ وصال "اوقطب جہاں بودہ" ہے۔ مزار مبارک مکہ معظمہ میں جنت المعلیٰ میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

⑥

## حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ

آپ کا نام ابراہیم، کنیت ابواسحاق اور لقب امان الارض ہے۔ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ہدایت پر سلطنت چھوڑی۔ سب سے پہلے حضرت امام عظیمؒ کی خدمت میں جا کر علم حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت فضیل بن عیاضؒ کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو تین پیران عظام سے خلافت ملی۔ ایک حضرت خضر علیہ السلام سے۔ دوسرے حضرت امام محمد باقرؑ سے اور تیسرے حضرت فضیل ابن عیاضؒ سے۔ حضرت جنید بغدادیؒ آپ کو مفتاح العلوم کہا کرتے تھے۔ آپ کا یوم وصال ۲۶ جمادی الاول ۲۶۲ھ ہے۔ مزار مبارک ملک شام میں ہے۔ آپ کا مادہ تاریخ وصال "امام اصغیا بودہ" ہے۔

(۷)

## حضرت خواجہ سید الدین حذیفہ مرعشیؒ

آپ کا نام سید بدرا الدین ہے۔ حذیفہ لقب ہے۔ آپ کی ولادت قصبہ مرعش نواح دمشق میں ہوئی۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے فاضل اور صاحب وجد و سماع بھی تھے۔ سلطان ابراہیم بن ادہم کے مرید ہوئے اور ان ہی سے خرقہ خلافت پایا۔ منقول ہے کہ حضرت امام شافعیؒ آپ کے مرید تھے۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کو آپ سے خلافت بھی تھی۔ آپ کا وصال ۲۵ شوال ۶۷۶ھ کو ہوا۔ مزار مبارک بصرہ (عراق) میں ہے۔ آپ کا مادہ تاریخ وصال "قطب زماں بودہ" ہے۔

(۸)

## حضرت خواجہ امین الدین ابوہبیرہ بصریؒ

آپ کا نام امین الدین اور کنیت ابوہبیرہ ہے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ علماء و اولیاء وقت کے امام تھے اور حضرت خواجہ سید الدین مرعشیؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ اُمراء کے نذرانے قبول نہیں فرماتے تھے۔ وجہ حلال سے قوت لایوت پر قانع تھے۔ اقتباس الانوار میں ہے کہ عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ آپ ۱۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸ شوال ۶۸۷ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

(۹)

## حضرت خواجہ ممشاد علودینوریؒ

دینور میں پیدا ہوئے۔ بغداد شریف میں پرورش پائی۔ مادر زاد ولی تھے۔ عمر بھر دن کو کچھ نہیں کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ بچپن میں ماں کا دودھ بھی رات کو ہی پیتے

تھے۔ برسوں ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ حضرت خواجہ امین الدین ابو سعید کے خلیفہ عظیم تھے۔ حضرت شیخ جنید بغدادی، حضرت شیخ ابراہیم بن ادہم اور حضرت شیخ معروف کرخی سے بھی فیض پایا تھا۔ آپ کا وصال ۱۲ محرم ۲۹۹ھ کو ہوا۔ مزار مبارک بغداد شریف یا عکہ میں مرجع خلائق ہے۔

(۱۰)

### سیر سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی

آپ ملک شام کے رہنے والے تھے حضرت خواجہ ممشاد غلو دینوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کو سیر سلسلہ چشتیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب حضرت خواجہ ممشاد غلو دینوری نے انہیں بیعت کیا تھا۔ تو فرمایا تھا کہ آج کے بعد تمہارے مریدوں کو چشتی کہا جائے گا۔ آپ نے قصہ چشت میں آکر حضرت خواجہ ابوالاحمد چشتیؒ کو مرید کیا اور کچھ عرصہ چشت میں قیام فرما کر اس جگہ کی مخلوق کو ظاہری و باطنی فیوض سے نوازا۔ آپ کا وصال ۱۲ ربیع الآخر ۳۲۹ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک عکہ، ملک شام میں مرجع خلائق ہے۔

(۱۱)

### حضرت خواجہ ابوالاحمد بن فرسافہ چشتی

آپ کا نام آپ کی کنیت کی وجہ سے مشہور ہوا یعنی ابوالاحمد۔ آپ کا لقب قدوة الدین ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سلطان فرسافہ چشتی تھا، جو سادات حسنی سے تھے۔ آپ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتیؒ کے خلیفہ عظیم تھے۔ منقول ہے کہ آپ کی جبین مبارک اس قدر روشن تھی کہ رات کے وقت تاریک مکان میں قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ کا وصال سچانوبے برس کی عمر میں یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک چشت شریف (نزد ہرات۔ افغانستان) میں مرجع خلائق ہے۔



(۱۲)

## حضرت خواجہ ابو محمد ناصر الدین حسینیؒ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو محمد سے مشہور ہوا۔ لقب ناصر الدین اور ناصر الدین ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ ابو احمد حسینیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کی ولادت دس محرم کو شب عاشورہ میں ہوئی۔ آپ شربریس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ مبارک کے مطابق سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ جہاد میں شرکت کے لئے گجرات تشریف لے گئے۔ آپ کا وصال یکم ربیع الآخر ۱۱۱۱ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک آپ کے والد بزرگوار حضرت ابو احمد ابلال حسینیؒ کے قریب ہی چشت شریف میں مرجع خلافت ہے۔

(۱۳)

## حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف حسینیؒ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو یوسف سے مشہور ہوا۔ لقب ناصر الدین ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد سمعان تھا جو سادات حسنی سے تھے۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ابو محمد حسینیؒ کے حقیقی خواہر زادہ، ان کے منہ بولے بیٹے اور خلیفہ اعظم تھے۔ آپ کی مجلس سماع میں سوائے فقراء علماء و فضلاء اور مشائخ کے دوسرے کو دخل نہ تھا۔ حضرت خواجہ ابو بکر شبلیؒ اکثر شریک صحبت ہوتے تھے۔ آپ کا وصال ۲۶ ربیع الآخر ۱۱۵۹ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک بھی چشت شریف میں مرجع خلافت ہے۔

(۱۴)

## حضرت خواجہ قطب الدین مودودیؒ

آپ کا اسم گرامی مودود ہے اور لقب قطب الدین۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ ابو یوسف حسینیؒ ہے۔ اپنے والد ماجد کے مرید تھے اور ان ہی کے سجادہ نشین،

خلیفہ اور قائم مقام تھے۔ نفحات الانس میں ہے کہ آپ کو دو جگہ سے خلافت ملی۔ ایک اپنے والد گرامی حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ سے اور دوسری حضرت شیخ احمد جامؒ سے۔ چنانچہ آپ سے دو سلسلے جاری ہوئے۔ ایک ان کے والد گرامی کی جانب سے ہمارا سلسلہ چشتیہ اور دوسرا حضرت شیخ احمد جامؒ کی جانب سے، جسے سلسلہ چشتیہ مودودیہ کہتے ہیں۔ آپ کا وصال یکم رجب ۵۲۷ھ کو ہوا۔ مزار شریف چشت شریف میں مرجع خلافت ہے۔ منقول ہے کہ بیت المقدس سے لے کر چشت تک آپ کے دس ہزار خلفاء تھے۔ آپ کے خلفاء میں ایک آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ تھے جو اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور دوسرے حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ تھے جن سے ہمارا سلسلہ چشتیہ آگے چلا۔

(۱۵)

## حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ

آپ کا اسم مبارک شریف ہے مگر حاجی کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ قصبہ زندنہ (نزد بخارا) کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین مودودیؒ چشتیؒ کے خلیفہ عظیم و اکمل تھے۔ منقول ہے کہ آپ نے چالیس برس صحرا میں گناہی میں گزارے اور درختوں کے پتوں پر بسر کی۔ جب فاقہ ہوتا تو آپ سو نواقل شکرانہ کے ادا کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ اور ساگ کے تین لقموں اور نمک سے افطار کرتے۔ آپ کا وصال ۱۳ رجب ۱۱۲۷ھ کو ہوا۔ مزار مبارک شہر بخارا میں محلہ زندنہ میں مرجع خلافت ہے۔

(۱۶)

## حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ

آپ کا اسم مبارک عثمان اور کنیت ابو النور ہے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے

عالم اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ آپ حافظِ قرآنِ پاک بھی تھے۔ دن رات میں دو بار قرآنِ پاک ختم کرتے تھے۔ خرقہٴ خلافت حضرت حاجی شریفِ زندنیؒ سے پایا تھا۔ مگر حضرت خواجہ مودودِ حشتیؒ کی صحبت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ آپ کا ایک ارشادِ ذریعہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز ہے جو دریا کی سی سخاوت، آفتاب کی سی شفقت اور زمین کی سی تواضع رکھتا ہو۔ آخری عمر میں مکہ معظمہ میں متکف ہو گئے تھے۔ آپ کا وصال ۵ شوال ۶۱۷ھ کو ہوا۔ مزار مبارک مکہ معظمہ میں کعبہ شریف اور جنتِ معلیٰ کے درمیان ہے۔

(۱۷)

## خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حشتی اجمیری

آپ کا نام مبارک معین الدین ہے اور لقب خواجہ بزرگ، خواجہ خواجگان، خواجہ غریب نواز اور نائب الرسول فی الہند ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید حسن اور لقب غیبات الدین تھا۔ آپ اپنے والد گرامی کی نسبت سے حسینی سید ہیں۔ علومِ ظاہری چھوٹی عمر میں حاصل کر لئے اور تلاشِ حق میں گھر سے نکلے۔ قصبہ ہارون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ بہت سی سیاحت کی اور متعدد بزرگوں سے فیض پایا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہندوستان تشریف لائے۔ اجمیر شریف کو مرکز بنا کر اس ملک کو نورِ اسلام سے منور فرمایا۔ آپ کا وصال ۶ رجب ۶۳۳ھ کو ہوا۔ منقول ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی پیشانی مبارک پر لکھا ہوا تھا :-  
"حبیب اللہ مات فی حب اللہ" مزار مبارک اجمیر شریف (ہندوستان) میں مرجعِ خلائق ہے۔

(۱۸)

## حضرت خواجہ قطب الدین خجندیہ کاکلی

آپ کے والد گرامی کا نام کمال الدین احمد تھا جو ساداتِ حسینی سے تھے اور قصبہ

ادش (ماورالنہر) کے بسنے والے تھے۔ چھوٹی عمر میں کسبِ علوم ظاہری و باطنی سے فارغ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں بغداد شریف پہنچے۔ وہاں امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے آپ کو قطبیتِ دہلی پر مامور فرمایا۔ آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو حالتِ وجہ میں اس شہر پہ ہوا۔

کشتگانِ خجرتِ سلیم را  
برزماں از غیب جلنے دیگرست

(۱۹)

## حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

آپ کا اسم گرامی مسعود اور لقب فرید الدین اور گنج شکر ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ جمال الدین سلیمانؒ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب سترہ واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے پندرہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملتان میں بیعت کی۔ آپ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے خلیفہ اعظم اور قائم مقام تھے۔ ابجدھن آپ کی نسبت سے پاکستان شریف بنا۔ آپ نے بہت سیر و سیاحت کی اور عبادت میں بھی آپ کی مثال نہیں۔ آپ یقیناً سلطان الزاہدین ہیں۔ آپ کا وصال ۵ محرم ۶۶۲ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پاکستان شریف میں مرجعِ خلافت ہے۔

(۲۰)

## حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہیؒ

آپ کا نام نظام الدین محمدؒ اور لقب سلطان المشائخ، اولیا اور محبوب الہی تھا۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید احمد تھا جو ساداتِ حسینی میں سے تھے۔ آپ بدایوں میں پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ بیس برس کی عمر میں پاکستان شریف

حاضر ہو کر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے بیعت ہوئے۔ خلافت حاصل کی اور مرشد کے حکم کے مطابق دہلی تشریف لائے اور غیاث پور کو مرکز بنا کر بیٹھ گئے۔ جہاں ساری عمر رُشد و ہدایت میں گزارا غیاث پور کو اب لہتی نظام الدین کہتے ہیں۔ آپ کا وصال ۷۰۰ھ ۱۳۰۵ء کو ہوا۔

(۲۱)

## حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی

آپ کا نام مبارک محمود ہے۔ عرف نصیر الدین اور لقب چراغ دہلی۔ آپ تصبہ اودھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ سیحی اودھی تھا جو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے تھے۔ منقول ہے کہ ایک دن شیخ عبداللہ یافعیؒ نے مکہ معظمہ میں اپنی مجلس میں فرمایا کہ حضرت نظام الدین دہلویؒ کا وصال ہو گیا ہے اور اب ان کی جگہ ان کے خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی ہیں۔ پچیس برس کی عمر میں ریاضت و مجاہدہ اختیار کیا اور چالیس برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ ان کے خلیفہ اعظم اور قائم مقام تھے۔ آپ کا وصال ۱۸ رمضان ۸۵۰ھ کو ہوا۔ مزار مبارک دہلی شریف میں مرجع خلافت ہے۔

(۲۲)

## حضرت خواجہ کمال الدین علامہ

آپ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے خلیفہ و نواسہ زاد تھے۔ آپ علم تفسیر، حدیث اور فقہ میں عالم کامل تھے۔ اس وجہ سے علامہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبدالرحمنؒ تھا جو حضرت چراغ دہلویؒ کے حقیقی چچا کے بیٹے



تھے اور جن کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا تھا۔ مدت تک احمد آباد، گجرات اور دکن میں تعلقین و ارشاد فرماتے رہے۔ بعد ازاں دہلی تشریف لے آئے۔ یہیں ۲۷ ذیقعدہ ۸۵۶ھ کو وصال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مزار مبارک کے قریب مرجع خلافت ہے۔

(۲۳)

## حضرت خواجہ شیخ سراج الدینؒ

آپ حضرت شیخ کمال الدین علامہؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد گرامی کے مرید، خلیفہ اور قائم مقام تھے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے بھی خلافت حاصل کی تھی، جن سے آپ چار سال کی عمر میں مرید ہو گئے تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ فکر سخن بھی فرماتے تھے۔ ایک دیوان بھی ہے۔ آپ کی ایک غزل کا مقطع ہے۔

بار دیگر ہم ہمیں گوئم سراج  
قبیلہ من نیست الاروئے دست

آپ کا وصال ۲۱ جمادی الاول ۸۱۷ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پیران پٹن گجرات میں مرجع خلافت ہے۔

(۲۴)

## حضرت خواجہ شیخ علم الدینؒ

آپ کو اپنے والد ماجد حضرت شیخ سراج الدینؒ سے خلافت تھی اور حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نوازؒ سے بھی۔ آپ ریاضت و عبادت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ طلبہ و مریدین کو پہلے علوم شریعت کی تکمیل کراتے تھے۔ بعد میں طریقت و حقیقت کی طرف رجوع کراتے تھے۔ سب کو پابندی صوم و صلوات اور کثرت درود پاک کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کا وصال ۲۶ صفر ۸۲۵ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار

مبارک پیراں پٹن (گجرات - بھارت) محلہ برکات پورہ میں آپ کے والد ماجد کے قریب ہے۔

(۲۵)

## حضرت خواجہ شیخ محمود راجنؒ

آپ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ شیخ علم الدین کے خلیفہ و قائم مقام تھے۔ حضرت شیخ قازن سے خرقہ سہروردیہ بھی پایا تھا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز حضرت شیخ ابوالفتح اور حضرت شیخ عزیز اللہ (خلیفہ مجاز حضرت محبوب الہی) سے بھی خلافت حاصل کی تھی جو شخص بھی تکمیل علوم ظاہری کے بعد حاضر خدمت ہوتا، آپ اس کی تربیت فرماتے اور بہت جلد منزل مقصود پر پہنچا کر خلافت و اجازت فرمادیتے۔ آپ کا وصال ۲۲ صفر سنہ ۹۰۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک آپ کے آبا اجداد کے مزارات کے قریب پیراں پٹن (گجرات) میں مرجع خلافت ہے۔

(۲۶)

## حضرت خواجہ شیخ جمال الدین جمینؒ

آپ کا نام جمال الدین تھا اور لقب جمین۔ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ شیخ محمود راجن کے مرید و خلیفہ تھے۔ عالم علوم ظاہری و باطنی اور صاحب وجد و سماع تھے۔ ایک دیوان بھی چھوڑا ہے۔ آپ کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کا یوم وصال ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۹۲۰ھ ہے۔ گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ درج ذیل مصرع سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے: شہید خیر تسلیم عمر جاوداں دارد مزار مبارک احمد آباد گجرات میں مرجع خلافت ہے۔

(۲۷)

## شیخ الاتقیاء حضرت خواجہ شیخ حسن محمدؒ

آپ کا نام مبارک حسن محمد کینت ابوصالح اور لقب شیخ الاتقیاء ہے۔ آپ احمد آباد

گجرات) میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام شیخ احمد عرف میاں جو تھا۔ جن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ کمال الدین علامہؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ اپنے چچا حضرت خواجہ شیخ جمال الدین جن کے مرید و خلیفہ تھے۔ بارہ برس کی عمر میں مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ آپ کو اپنے والد گرامی سے بھی خلافت تھی۔ اور حضرت شیخ محمد غیاث نور بخش قادریؒ سے خاندان قادریہ کی خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اور صاحب تصنیف بھی۔ تفسیر محمدؐ، تقسیم الادراد، اور حاشیہ تفسیر بیضاوی کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں۔ آپ کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۲ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک احمد آباد (گجرات) میں آپ کے والد گرامی کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

(۲۸)

### حضرت خواجہ شیخ محمد بن شیخ حسن محمدؒ

آپ کا نام مبارک شمس الدین ہے اور لقب محمدؒ۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کا نام ہی محمد تھا۔ آپ اپنے والد گرامی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی جائے ولادت احمد آباد گجرات ہے۔ آپ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اور صاحب وجد و سماع بھی۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ جن میں سے تفسیر حسینی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ کا وصال ۲۹ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک احمد آباد گجرات میں آپ کے والد گرامی کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

(۲۹)

### حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنیؒ

آپ کا نام محی الدین ہے، لقب یحییٰ مدنی اور کنیت ابو یوسف ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ محمود ہے۔ جن کا سلسلہ نسب شیخ کمال الدین علامہؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ ۲۰ رمضان المبارک ۱۰۰۰ھ کو بمقام احمد آباد گجرات پیدا ہوئے۔ آپ

اپنے جد امجد حضرت شیخ محمدؒ کے خلیفہ و قائم مقام تھے۔ آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اشارہ پر مدینہ طیبہ کی سکونت اختیار کی تھی۔ تقریباً چودہ سال وہاں رہے۔ وہیں ۲۸ صفر ۱۰۱ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

(۳۰)

## حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی

آپ کا نام مبارک کلیم اللہ ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی نور اللہ ہے جن کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ خاندان نقشبندیہ میں حضرت امیر محترم اللہ لاہوری کے دست مبارک سے شرف پہنا اور سید محمد کبرویؒ سے قادریہ خلافت بھی حاصل کی۔ مدینہ طیبہ جا کر حضرت یحییٰ مدنیؒ سے بیعت کی۔ حصول نعمت کے بعد مدینہ طیبہ سے دہلی تشریف لائے اور ایک عالم کوفیض یاب کیا۔ آپ عالم علوم ظاہری و باطنی اور صاحب وجد و سماع تھے۔ صاحب تصنیف بھی تھے۔ عشرہ کاملہ، مشکول اور مرقع کے علاوہ آپ کی اور بھی تیس کے قریب تصانیف ہیں۔ مشکول و مرقع اہل سلسلہ چشتیہ کا دستور العمل ہیں۔ آپ کا وصال ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک دہلی شریف میں جامع مسجد اور شاہی قلعہ کے درمیان مرجع خلافت ہے۔

(۳۱)

## حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادی

آپ کا نام مبارک نظام الدین ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ کاکورہ متصل لکھنؤ (بھارت) میں ۱۰۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔

بحالت طالبِ علمی دہلی آکر حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی سے بیعت ہوئے۔  
بعد مجاہدہ تامہ حرقہ خلافت لے کر حسب الارشاد و مرشد اورنگ آباد (دکن)،  
جا کر سکونت اختیار کی۔ اور وہاں کی ہزار ہا مخلوق کو فیض پہنچایا۔ آپ کا وصال  
۱۲ ذیقعدہ ۱۲۲۲ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک اورنگ آباد (دکن) میں مرجعِ عوام  
و خواص ہے۔

(۳۲)

## محب اللہی حضرت خواجہ مولانا فخر الدین دہلویؒ

اورنگ آباد میں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ نام نامی فخر الدین ہے اور  
لقب مولانا صاحب اور محب اللہی۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ  
آبادی کے مرید، خلیفہ اور قائم مقام ہیں۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضرت خواجہ  
شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی نے آپ کے لئے اپنا لباس بھیجا اور فرمایا یہ میرا بیٹا ہے۔  
جو دہلی کو اپنے نورِ نہایت سے متبرک کرے گا۔ آپ عالمِ علوم ظاہری و باطنی تھے۔  
سولہ سال کی عمر میں تمام علوم حاصل کر لئے تھے۔ وصال سے قبل حضرت والد گرامی نے  
اپنی نعمتِ باطنی اور حرقہ خلافت آپ کو عطا کیا۔ آپ ۱۱۶۵ھ میں دہلی تشریف  
لے آئے۔ دہلی میں تشریف آوری کے چھ ماہ بعد حضرت خواجہ نور محمد بہاروی نے  
آپ سے بیعت کی اور یوں چشتیہ سلسلہ کی نعمت خاص پنجاب (پاکستان) میں منتقل  
ہوئی۔ آپ کا وصال ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پرانی دہلی۔  
(سرولی شریف) میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں مسجد کے قریب  
مرجعِ خواص و عوام ہے۔



## دوسرا باب

قبلاً عالم

حضرت خواجہ نور محمد ہزاری رحمۃ اللہ علیہ

۸ رجب ۱۲۲۹ھ

تا

۱۷ رمضان ۱۲۷۲ھ

آپ اپنی تعلیمات میں اتباعِ شریعت کی خاص تلقین فرمایا کرتے تھے۔ شریعت کا خود بھی احترام کرتے تھے اور اپنے خلفاء و مریدین کو بھی اس کی خاص تاکید کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ظاہر و باطن کو شریعت کے مطابق آراستہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ عوام و خواص کو اس دن یعنی حساب کتاب کے دن سب سے پہلے شریعت کے بارے میں پُرسش ہوگی۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: کہ

”جو عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں اُسے کیسے اختیار کیا جائے۔“



الہی تائبہ ابد آستانِ یاد رہے  
 یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار ہے



قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد ہمارویؒ کی ولادت باسعادت  
۱۴ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ (۲ اپریل ۱۹۰۳ء) کو

## پیدائش و خاندان

موضع چوٹالہ میں ہوئی جو ہمار شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے والد گرامی  
کا اسم مبارک ہندال اور والدہ محترمہ کا نام عاقل بی بی تھا۔ آپ کے والد گرامی  
پہلے موضع چوٹالہ میں رہتے تھے۔ پھر نقل مکانی کر کے ہمار شریف میں آباد ہوئے۔  
آپ کے تین بھائی ملک سلطان، ملک برہان اور ملک عبدال تھے۔ ایک ہمیشہ تھیں  
جن کی شادی اسلام خان بن ماہو کا سے ہوئی تھی۔

(۱)

آپ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ محترمہ نے ایک خواب دیکھا  
مادر زادولی کہ گویا ایک ایسا چراغ میرے گھر میں روشن ہو گیا ہے جس کی روشنی  
آسمان سے زمین تک ہر جگہ جلوہ فگن ہے اور تمام روئے زمین کا احاطہ کئے ہوئے  
ہے۔ نیز تمام گھر ایک خاص قسم کی خوشبو سے معطر ہے۔ آپ نے یہ خواب ایک بزرگ  
شیخ احمد دودیؒ والا کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا "مبارک ہو کہ آپ کے گھر میں ایک ایسا  
چراغ روشن ہو گا کہ تمام جہان اس کے نور سے منور ہو جائے گا۔"

(۲)

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے۔ آپ کی پیدائش رمضان المبارک میں ہوئی۔  
چنانچہ پیدائش کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے دیکھا کہ آپ دن کے وقت دودھ نہیں  
پیتے صرف رات کو پیتے ہیں۔ آپ فکر مند ہوئیں۔ اتفاقاً ان دنوں شیخ احمد مذکور پھر  
موضع چوٹالہ میں آئے۔ آپ کی دادی جناحہ آپ کی والدہ کو ان کے پاس لے گئیں  
اور دن کے وقت بچے کے دودھ نہ پینے کا حال بتایا۔ آپ نے فرمایا غم نہ کرو کہ  
آپ کا بچہ غوثِ زمانہ ہے۔ یہ صرف احترامِ رمضان کی خاطر ذہن کو دودھ نہیں پیتا،  
روزہ رکھتا ہے۔" پھر فرمایا۔ "اس گھر کی قسمت کا کیا کہنا کہ جہاں ایسا قطبِ زمانہ  
پیدا ہو کہ جس کی ذاتِ بابرکات سے تمام جہان کو فیض پہنچے گا اور دینِ رسول پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کو تازگی حاصل ہوگی۔“

پُر نور شد سپہر ز نورِ محمدی

تاباں چو گشت مہر ز نورِ محمدی

روشن نمود چہرہ ز نورِ محمدی

پُر فرج گشت مادر گیتی ز مقدس

آپ نے پانچ یا چھ برس کی عمر میں اپنی تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کیا۔ حافظ محمد مسعود ہمارے قرآن پاک پڑھا۔ اور حفظ

## تعلیم و تربیت

کیا۔ اس کے بعد آپ نے موضع بڈھیراں، موضع ببلانہ، ڈیرہ غازی خاں اور لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ پھر مزید تکمیل کی خاطر آپ دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

دہلی پہنچ کر آپ نے نواب غازی الدین خاں کے مدرسہ میں حافظ میاں برنوردار جی سے تعلیم کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تو آپ بہت فکر مند ہوئے۔ ایک دن آپ کے ایک دوست حافظ محمد صالح نے بتایا کہ ایک بہت اچھے بزرگ عالم اور پیرزادہ دکن سے آئے ہیں جو تعلیم دیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ خلاصۃ القوائد میں اس پہلی حاضری کا حال آپ کی اپنی زبان مبارک سے یوں درج ہے:

حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہلی حاضری اگلے دن صبح ہم دونوں (آپ اور قلندر بخش)

اُن کی خدمت میں گئے۔ جب حویلی کے نزدیک پہنچے تو خوشحال نام خادم نے بتایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ خانم بازار شریف لے گئے ہیں۔ ہم دونوں واپس آگئے۔ دوسرے دن ظہر کے وقت میں تنہا گیا۔ جب حویلی کے دروازہ پر پہنچا تو ایک دربان بیٹھا تھا اور لوگ آ جا رہے تھے میں آگے گیا تو حویلی کے اندر ایک دروازہ تھا اور دروازہ کے سامنے ایک دالان تھا۔ اُس دالان میں حضرت مولانا فخر الدینؒ ایک تخت پوش پر تشریف فرما تھے جس پر سفید چاندنی بھی ہوئی تھی اور بڑا گاؤٹکیہ رکھا ہوا تھا۔ ادھر میری حالت یہ تھی کہ کپڑے میلے تھے اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا حال دیکھا اور متفکر ہوا۔ اتنے میں حضرت مولانا صاحبؒ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ بندہ کو آگے طلب کیا۔ جب میں نزدیک گیا تو آپ اٹھے

اور معاف کیا۔ پھر اپنے پاس ہی تخت پر بٹھالیا اور پوچھا کہ کونسا وطن ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پاک پتن کے قریب۔ پاک پتن شریف کا نام سن کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ حضرت بابا صاحب کی اولاد سے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پوچھا یہاں کیسے آئے ہو۔ عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ تعلیم دیتے ہیں۔ میں بھی امیدوار ہوں۔ پوچھا پہلے کہاں پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میاں برخوردار جوہی کے پاس۔ فرمایا۔ ہمارا پڑھانا مدت سے موقوف ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ابھی ان سے پڑھو۔ فارغ ہو کر یہاں تکرار کے لئے آجایا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ:

"عرصہ مابین بسیار است و مسافت بعید۔ وقت مادیں آمد و رفت ضائع خواهد شد۔"

ترجمہ :- آپ کے اور ان کے مکان کے درمیان بہت فاصلہ ہے آمد و رفت میں وقت ضائع ہوگا۔

آپ نے سنا کہ یہ شعر پڑھا ہے

ما برائے وصل کردن آدمیم نے برائے فصل کردن آدمیم

ترجمہ۔ ہم وصال کرنے کے لئے آئے ہیں جدائی دلنے کے لئے نہیں آئے۔

اور فرمایا۔ خیر میرے پاس ہی پڑھو۔ پھر بڑی نوازش فرما کر پڑھانا شروع کر دیا۔ حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں رہ کر انہوں نے قطبی کا درس لینا شروع کیا۔ ابھی یہ کتاب مکمل نہیں پڑھی تھی کہ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا۔ تم اپنا وقت علم ظاہری میں ضائع نہ کرو۔ ضرورت کے مطابق اتنا علم کافی ہے۔ اب اس علم میں مشغول ہو جاؤ جس کے تم لائق ہو۔ پس آپ نے تعمیل ارشاد کی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قطبی پر ہی اپنی تعلیم ختم کر دی مگر مناقب المحبوبین میں تکملہ سیرالادبیاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ نے مزید علوم بھی حاصل کیے یہاں تک کہ حدیث کی سندلی۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۵۱ھ) میں اورنگ آباد سے

بجرت کر کے دہلی میں مستقل قیام کے لیے تشریف لائے تھے۔ ان کی تشریف آوری کے چھ ماہ بعد آپ ان سے بیعت ہوئے۔ جب آپ نے بیعت کے لیے



عرض کیا تو حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ پہلے استخارہ کرو اس کے بعد بیعت ہوگی۔ آپ نے استخارہ کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کسی نے کھانے کا طبق آپ کے ہاتھ میں دے دیا اور حضرت مولانا صاحب کا جبہ آپ کی گردن میں ڈال دیا۔ حضرت مولانا صاحب آگے آگے چل رہے ہیں اور آپ ان کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ صبح کو آپ نے رات کی حقیقت بیان کی۔ فرمایا اب چند دن کلمہ استغفار پڑھو۔ اس سے فراغت ہوئی تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار مبارک کے قریب لے جا کر بیعت فرمایا۔

دہلی میں تشریف آوری کے کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا صاحب نے پاکستان شریف کا سفر

بھی حضرت مولانا صاحب کے ساتھ تھے۔ میلوں کا یہ طویل سفر حضرت مولانا صاحب نے پایادہ طے کیا۔ پاؤں میں چھالے پڑ جاتے تو آبلوں پر مہندی لگاتے۔ تھک جاتے تو کہیں شب باشی کر لیتے۔ ابھی مکمل آرام نہ کرتے کہ پھر روانہ ہو جاتے۔ دہلی سے پہلے پانی پت آئے اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کی درگاہ شریف میں قیام کیا۔ پھر لاہور پہنچے اور وہاں آٹھ دن قیام کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر پاک پتن سے کچھ دور ایک گاؤں میں ٹھہرے۔ پچھلے پہر جب آپ بیدار ہوئے تو حضرت مولانا صاحب کو نہ پایا۔ بہت تشویش ہوئی۔ تلاش کیا تو صرف نعلین مبارک پڑی ہوئی تھیں۔ آخر پتہ چلا کہ وہ اکیلے ہی ننگے پاؤں پاک پتن شریف روانہ ہو گئے ہیں اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے احترام میں جوتے اس جگہ اتار گئے ہیں۔ آپ بھی فوراً کپتن پہنچ گئے۔ حضرت مولانا صاحب پاکستان شریف پہنچے تو دیوان صاحب حضرت خواجہ محمد یوسف صاحب نے جو اس وقت سجادہ نشین تھے، بہت تواضع کی۔ حضرت مولانا صاحب مزار مبارک کے قریب ایک حجرہ میں قیام پذیر ہو گئے اور آپ کو حکم دیا کہ ہمارے شریف جاؤ اور اپنی والدہ محترمہ کے پاس قیام کرو۔ آپ ہمارے شریف تشریف لائے، والدہ محترمہ کی قدم بوسی کی اور دیگر عزیز واقربا سے ملے اور وہاں مسجد ہمارے میں شب و روز عبادت میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ پاک پتن شریف حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت مولانا صاحب نے آپ کو بیچ نظامی میں عبادت میں مشغول رہنے کا

حکم دیا۔ اس زمانہ میں جو شخص بھی مرید ہونے کے لئے آتا حضرت مولانا صاحبؒ اُس کو آپ کی خدمت میں بھیج دیتے اور فرماتے کہ ان کی بیعت ہماری بیعت ہے چنانچہ بہت سے لوگ اس سال آپ سے بیعت ہوئے۔ عرس مبارک ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے پاکپتن شریف میں مزید قیام کیا۔ آپ نے یہ عرصہ اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق ہما شریف میں گزارا۔ جب واپس آئے تو اپنے اساتذہ، عزیز واقربا اور برادران کا ایک قافلہ بھی حضرت مولانا صاحبؒ سے بیعت کے لئے آپ کے ساتھ آیا۔ خلاصۃ القوائد میں ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے پاکپتن شریف میں دو مہینے گزارے دن قیام کیا اور پھر واپس دہلی تشریف لے گئے۔ آپ بھی اپنے پیر و مرشد کے ساتھ دہلی چلے گئے۔

**خلافت** پاکپتن شریف سے دلپسی کے بعد یہ دستور رہا کہ آپ چھ ماہ کے قریب دہلی رہتے تھے اور چھ ماہ ہمارے شریف۔ خزینۃ الاصفیاء میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ سے فرمایا: "اے نور محمد مخلوق کو آپ سے کام پڑے گا۔" آپ نے عرض کیا کہ "میں ایک کمترین پنجابی ہوں کس طرح اس اعلیٰ مرتبہ کے لائق سمجھا گیا ہوں؟" حضرت مولانا صاحبؒ خاموش رہے۔ چند دنوں بعد خلافت عطا فرما کر ہمارے شریف میں قیام کا حکم دے دیا۔ منقول ہے کہ آپ کے ہمارے شریف چلے جانے کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

تن مٹکے من چھیر تاسرت ملوؤں مار

مکھن لے گیا پنجابی، چھاچھ پوسنار

گلشن ابرار میں ہے کہ جب حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ کو خلافت و اجازت عطا فرما کر ہمارے شریف کی طرف رخصت فرمایا تو پانچ وصیتیں فرمائیں۔

۱۔ اگر میری وفات کی خبر ملے تو دہلی نہ آنا۔

۲۔ اُس ملک میں ہندوستانی لباس نہ پہننا۔

۳۔ اگر تمہیں کوئی شخص تکلیف پہنچائے تو درگزر کرنا اور اُس کے ساتھ بھلائی کرنا۔

۴۔ تمہارے پاس اُس علاقہ کے علماء سادات اور حضرت گنج شکرؒ کی اولاد رجوع کریں گے۔

ان کی تعظیم و تکریم کرنا۔

۱۔ حدیقہ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار مصنفہ خواجہ امام بخش صاحبؒ ص ۶۱

۵۔ ایک امیر ملک تمہارے دامن سے وابستہ ہو گا اُس کی اور اُس کے ملک کی نگہداشت کرتا  
حضرت قبلہ عالم نے ان وصیتوں کو دل و جان سے قبول کیا۔

**مہار شریف میں قیام**  
مہار شریف میں قیام کے بعد آپ نے رشد و ہدایت کے  
کام کا آغاز کیا۔ جلد ہی چاروں اطراف سے مخلوقِ خدا آنے  
آنے لگی جن میں ہر طبقہ کے افراد تھے۔ علماء و فضلا بھی تھے۔ شاہِ امرار بھی اور درویش مساکین  
بھی۔ ہر ایک یکساں فیضیاب ہوتا تھا۔ آپ کی صحبت عجیب تاثیر رکھتی تھی۔ جو اس خانقاہ میں  
پہنچ جاتا، اُس کی زندگی میں انقلاب آجاتا حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی فرماتے تھے کہ  
میرے پیر و مرشد کے دستِ مبارک میں عجب تاثیر تھی جو کوئی بھی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا اُس کی زندگی  
بدل جاتی۔ آپ کا زیادہ وقت رشد و ہدایت میں گزرتا اور مجلس ہر وقت گرم رہتی۔

**معمولات و خصائل**  
آپ شریعت کے سختی کے ساتھ پابند تھے سفر و حضر میں  
نماز باجماعت ادا فرماتے۔ تعدیل ارکان اور آداب نماز  
میں بہت غلو فرماتے حتیٰ کہ آپ سے مستحب بھی ترک نہ ہوتا۔ وضو میں زیادہ پانی صرف نہ فرماتے۔  
عام طور پر کسی دوسرے شخص سے وضو نہ کرواتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے۔ نماز تہجد  
کی بہت تاکید فرماتے۔

آپ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ طعام میں ہرگز تکلف نہ کرتے۔ جو کچھ بھی میسر آتا کھا لیتے۔  
لباس درویشانہ اور سادہ تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے میرے شیخ سے اس طرح فرمان ہوا  
تھا کہ لباس و غذا لطیف استعمال کرنا کیونکہ اس سے دل پر لطیف انوار وارد ہوتے ہیں۔  
آپ ہمیشہ دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ مربع ہو کر کم بیٹھتے تھے۔ جب آخر عمر ضعف آ گیا تو تکیہ  
لگا کر بیٹھنے لگے۔ ہر کہ و مہ سے محبت سے پیش آتے۔ تمام لوگوں کی عرض سننے۔ ہر سائل کو  
جواب دیتے۔ ہر ایک کی دلجوئی فرماتے۔ بکیوں پر شفقت فرماتے۔ اقربا سے حُسن سلوک کرتے۔  
علماء کی بہت عزت کرتے۔ آپ کے سنگِ شریف سے ہر غریب و مسکین کو کھانا ملتا تھا۔ آپ  
کا فیض ہر امیر و فقیر کے لئے یکساں تھا۔ آپ کا کلامِ خالی از حکمت نہ ہوتا تھا۔ مطالعہ کتب  
کا بہت شوق تھا۔ لوائح، نفحات الالاس، فقرات، شرح لمعات۔ عشرہ کاملہ اور فصولِ الحکم

## مرشد کی نظر میں:

(۱)

ایک دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ وضو کرتے وقت بہت خوش تھے۔ آپ سے پوچھا کہ تمہارے اجداد کیا کسب کرتے تھے۔ آپ نے عرض کیا کہ زراعت کرتے تھے۔ مویشی چراتے تھے اور ان دودھ دوتے تھے۔ البتہ اب جو آپ حکم فرمائیں اس پر عمل کروں گا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے ارے سکوت کے بعد فرمایا: "اب میں تمہیں اپنا کسب سکھاؤں گا۔"

(۲)

ایک دفعہ کسی نے حضرت مولانا صاحبؒ سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت سید حسن رسولؒ کا شخص سے پانچ سو روپیہ نذر لے کر اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیتے تھے، یہ درست ہے یا نہیں۔ فرمایا درست ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے ہمیں ایک مرید دیا، جو خدا تمہارے اور بغیر نذر لیے خدا سے ملا دیتا ہے اور اس مرید سے مراد حضرت قبلہ عالم تھے۔

(۳)

مولوی دیدار بخش پاکپتنی خاندان چشتیہ صابریہ کے ایک مشہور بزرگ میاں صابر بخش صاحبؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے ایام قریب آئے تو میں اور دیگر مشائخ جمع ہو کر حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء میں سے کس کو آپ کے سجادہ ارشاد پر بٹھایا جائے۔ فرمایا میں نے جس کو اپنی جگہ خلیفہ و قائم مقام بنانا تھا پہلے ہی بنا چکا ہوں اور اس کام سے فراغت پا چکا ہوں اور وہ میاں نور محمد ہاروی ہیں۔

(۴)

نواب غازی الدین خانؒ نے رسالہ اعمار الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے خلیفہ مولانا ضیاء الدین بے پوریؒ فرماتے تھے کہ "ہم جیسے مریدوں نے سخت محنت و مجاہد سے نعمت حاصل کی مگر حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنی نعمت خاص خواجہ نور محمد صاحبؒ کو خود

عطا فرمائی اور وہی حضرت مولانا صاحبؒ کے قائم مقام ہیں۔“

(۵)

جب قبلہ عالمؒ کو حضرت مولانا صاحبؒ نے بیعت سے مشرف فرمایا اور روز بروز آپ کا قریب ظاہری و باطنی بڑھنے لگا تو مولانا صاحبؒ کے دیرینہ خدام رشک کرنے لگے چنانچہ ایک دن انہوں نے حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ پنجابی شخص قوم کھل سے ہے۔ اس قوم کا ایک شخص مرزا نام جھنگ کے ایک زمیندار کی صاحب جمال لڑکی صاحبان کو اپنے ساتھ ورغلا کر لے گیا تھا۔ ایسے شخص کا آپ کی خدمت میں رہنا مناسب نہیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ مرزا کھل نے تو صرف ایک صاحبان کو اپنے عشق میں مبتلا کیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا یہ پنجابی ایک جہان کو اپنے عشق میں مبتلا کرے گا اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔ نیز فرمایا کہ اگر یہ پنجابی میرے پاس نہ آتا تو میں اس دنیا سے اپنے ارمان اپنے دل میں ہی لے کر چلا جاتا۔“

## تعلیمات :-

ہمارے شریف میں آپ کی قائم کردہ خانقاہ تعلیم و تربیت کا ایک مثالی مرکز تھی۔ اندازِ تعلیم سادہ بھی تھا اور حکیمانہ بھی۔ حضرت خواجہ نور محمد ہارویؒ دین کی تعلیم پر خاص زور دیتے تھے علماء کا احترام کرتے تھے اور ان کے ساتھ دینی علمی مسائل پر مجلس گرم رکھتے تھے۔ اپنے خاص خاص خلفاء کو خود بھی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کے بعض خلفاء نے سلوک کی کتب آداب الطالبین فقرات، لوائح، عشرہ کاملہ اور فصوص الحکم وغیرہ آپ سے پڑھیں۔

(۱) تعلیم کتب کے ساتھ ساتھ آپ درستی اخلاق کا سبق بھی دیتے تھے۔ آپ کے ملفوظات میں جگہ جگہ درستی اخلاق پر زور دیا گیا ہے۔ صاحب تاریخ مشائخ نچشت لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اخلاقی تعلیم میں خاص طور سے ان تین باتوں پر زور دیا تھا۔

(۱) یکے آنکہ غصہ برکے نکند کہ غصہ جو برے است در باطن و اظہار آں نور معرفت

راے رائد۔



ترجمہ - ایک یہ کہ کسی پر غصہ نہ کرے کہ غصہ انسان کے باطن میں ایک ایسا جوہر ہے جس کا اظہار نورِ معرفت کو دور کر دیتا ہے۔

(۲) دویم آنکہ اگر کسی در حق احدے شکایت کند آں را ما اول بالخیر باید نمود  
ترجمہ :- دوسریہ کہ اگر کوئی شخص کسی کے حق میں کوئی شکایت کرے تو اسے خیر پر مچول کر لیا جائے

(۳) محاسبہ در امور نہ باید کرد

ترجمہ : امور و معاملات میں محاسبہ یعنی زیادہ چھان بین نہیں کرنی چاہیے۔  
ان تین ہدایتوں میں اخلاقی درستی کے بے پناہ راز مضمون تھے۔ تمام اخلاقی زندگی جہاں تک وہ دوسروں سے متعلق ہے، ان کے گرد گھومتی ہے۔

(۲) آپ اپنی تعلیمات میں اتباعِ شریعت کی خاص تلقین فرمایا کرتے تھے۔ شریعت کا خود بھی احترام کرتے تھے اور اپنے خلفاء و مریدین کو بھی اس کی خاص تاکید فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر و باطن کو شریعت کے مطابق آراستہ کرنا چاہیے کیونکہ عوام و خواص کو اس دن یعنی حساب کتاب کے دن سب سے پہلے شریعت کے واسطے میں پرسش ہوگی۔ اتباعِ سنت کا بہت خیال رکھتے تھے اور مریدین کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ:

”چیزے کہ مروی از جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نہ باشد بغیر ضرورت چگونہ بکار بردہ شود۔“

(ترجمہ :- جو عمل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہے۔ اسے بغیر ضرورت کیسے اختیار کیا جائے)

(۳) آپ اپنے مریدوں اور حاشیہ نشینوں کو عوام میں رہنے، ان کے دکھ درد میں شریک ہونے اور ان میں اصلاحی جدوجہد کی ہمیشہ ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ خدمتِ خلق آپ کی نظر میں اہم ترین فریضہ تھا۔ وہ اپنے خلفاء و معتقدین کو ہمیشہ سمجھایا کرتے تھے کہ عام لوگوں میں رہ کر ان کی اصلاح و تربیت کی کوشش کرنا اور مشکلات میں ان کی مدد کرنا سب سے بڑی عبادت ہے

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

بسیح و سجادہ و دلق نیست

(۴) ایک دن مشنوی شریف کے اس مصرع :  
گر گل است اندیشہ تو گلشنے

کی تشریح میں فرمایا کہ اس اندیشہ میں صرف جاننے سے کام نہیں بنتا، جب تک کہ اس میں مصروف ہو کر اپنے آپ کو محو نہ کرے۔ مثلاً ایک شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مکہ معظمہ اس طرف ہے مگر جب تک کمر باندھ کر چل نہیں پڑتا، سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کرتا اور منزل میں طے نہیں کرتا، اس مقصد کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ لہذا سلوک کے راستہ میں مجاہدہ ضروری ہے۔ مگر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیاوی بھینٹ اس راستہ میں ہماری رکاوٹ بنتی ہیں۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ خود ہی اپنے دل کو کئی طور پر دنیاوی کاموں، کھیتی باڑی، عورتوں اور بچوں میں لگا رکھا ہے۔ لہذا یہ چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں۔ چاہیے یہ کہ ان کو دنیاوی علاق کو ترک کر دیا جائے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

ما فقیراں راتما شائے چمن درکار نیست

داغ ہائے سینہ ما کمتر از گلزار نیست

(ترجمہ: ہم فقیروں کو باغ کا تماشا درکار نہیں ہے۔ ہمارے سینے کے داغ

باغ کے پھولوں سے کم درجہ نہیں رکھتے)

(۵) ایک دفعہ آپ کی مجلس میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر

جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ "طعام المرید حرام علی ایشخ" (ترجمہ: شیخ پر مرید

کا طعام حرام ہے) لہذا اس مسئلہ کی رو سے مریدوں کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں حضرت

قبلہ عالم نے فرمایا کہ دنیا کے تمام مریدوں میں صحابہ کرام سے زیادہ کس کا مقام ہوگا اور خود

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشائخ کائنات کے سردار ہیں اور کوئی ولی اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خاک ہاتھ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی دعوت

قبول فرماتے تھے اور ان کا کھانا کھا لیتے تھے تو ہمارے لئے یہی حجت کافی ہے۔

لے مناقب المہجوبین اردو ص ۱۱۸

# کرامات:

(۱)

میاں نور بخش مہاروی سے منقول ہے کہ کوٹ مٹھن کے قریب ایک قاضی صاحب بیٹے تھے جو حضرت قبلہ عالم کے مرید تھے۔ ایک دفعہ قاضی صاحب نے قبلہ عالم سے عرض کیا کہ حضرت آپ سے یہ وعدہ چاہتا ہوں کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ میرا جنازہ پڑھائیں۔ فرمایا انشاء اللہ میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا۔ قاضی صاحب مذکور ابھی جیات تھے کہ حضرت قبلہ عالم کا وصال ہو گیا۔ قاضی صاحب کو فکر لاحق ہوئی کہ اب حضرت قبلہ عالم میری نماز جنازہ کیسے پڑھائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد قاضی صاحب فوت ہو گئے۔ جب ان کا جنازہ تیار کر کے صحرا کی طرف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھڑسوار گھوڑا دوڑاتا آ رہا ہے جب وہ سوار قریب آیا تو سب نے پہچان لیا کہ حضرت قبلہ عالم ہیں۔

حاضرین نے قدم بوسی کی اور بھول گئے کہ حضرت قبلہ عالم کا تو وصال ہو چکا ہے۔ آپ نے قاضی صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اُس وقت لوگوں کو احساس ہوا کہ حضرت قبلہ عالم تو وصال پا چکے تھے یہاں تو صرف ایفلٹے عہد کے لئے تشریف لائے تھے۔

(۲)

میاں نصیر بخش مہاروی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم دہلی سے برآں اجمیر شریف واپس وطن آرہے تھے۔ ان دنوں اجمیر شریف میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی گامس مبارک تھا۔ آپ عرس مبارک میں شرکت کے لئے کچھ دن ہیں ٹھہر گئے۔ اجمیر شریف میں ایک ہندو جوگی تھا جو اپنے فن میں کامل تھا اور اس کے تین سو چودہ چیلے تھے۔ عرس کی پہلی رات جب مجلس سماع کا آغاز ہوا تو وہ ہندو جوگی اپنے چیلوں کے ساتھ مجلس میں حاضر ہوا۔ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور ایسا تصرف کیا کہ قوالوں کی زبانیں بھی بند ہو گئیں اور مزامیر بھی۔ حاضرین مجلس جن میں بیشتر صوفیاء و مشائخ تھے پریشان ہو گئے۔ حضرت دیوان صاحب اجمیر شریف نے ایک آدمی حضرت

قبلہ عالم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ مجلس سماع میں تشریف لائے اور اس ہندو جوگی کے سامنے بیٹھ گئے۔ جوہنی آپ بیٹھے مزا میر سے خود بخود آواز آنے لگی۔ قوالوں نے ساز پکڑے اور گانے لگے۔ محفل میں بے حد ذوق و حال پیدا ہوا۔ وہ ہندو جوگی یہ کرامت دیکھ کر حضرت قبلہ عالم کے قدموں میں آن گرا اور اپنے چلیوں کے ہمراہ مسلمان ہو گیا۔

(۳۳)

میاں نور بخش بہار دئی سے منقول ہے کہ مولوی ضیاء الدین صاحب حضرت خواجہ نور احمد شہید کے استاد اور حضرت مولانا صاحب کے مرید تھے۔ انہیں حضرت قبلہ عالم کی ولایت پر زیادہ اعتماد نہ تھا فقط پیر بھائی سمجھتے تھے۔ ایک بار انہوں نے حج کا ارادہ کیا حضرت قبلہ عالم نے فرمایا: "مولوی صاحب آپ کا یہاں رہنا بہتر ہے کہ چند اور لوگ آپ سے علم حاصل کریں گے۔ مگر انہوں نے سفر حج پر اصرار کیا اور رخصت لے کر روانہ ہو گئے۔ روانگی کے وقت حضرت قبلہ عالم نے فرمایا: "مولوی صاحب سفر حج میں کہیں اگر کوئی مشکل پیش آئے تو فقیر کو یاد کر لیں۔"

مولوی صاحب روانہ ہو گئے۔ دوران سفر سمندر میں طوفان آگیا اور جہاز غرق ہونے لگا۔ مولوی صاحب کو حضرت قبلہ عالم کے الفاظ یاد آ گئے۔ پس آپ کو یاد کیا اور مدد کی درخواست کی۔ اسی وقت مولوی صاحب پر غنودگی طاری ہو گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم جہاز میں سوار ہیں اور فرماتے ہیں مولوی صاحب غم نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جہاز غرق نہیں ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے جہاز کو بخیر و عاقبت کنائے پر لگا دیا اور سب صحیح و سلامت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

ایام حج میں مولوی صاحب میدان عرفات میں تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ خطبہ حج کے وقت حضرت قبلہ عالم بھی اسی صف میں کھڑے ہیں جہاں مولوی صاحب تھے۔ جب خطبہ ختم ہوا تو غائب ہو گئے۔ مولوی صاحب نے قریبی لوگوں سے پوچھا کہ وہ بزرگ کہاں گئے۔ کہنے لگے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ البتہ اس پنجابی بزرگ کو ہم ہمیشہ خانہ کعبہ میں دیکھتے ہیں اور ہر سال موسم حج میں بھی یہاں موجود ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب حج سے واپس آئے

حضرت قبلہ عالمؒ کے قدموں میں گر گئے۔ آپ نے ان کی ایسی تربیت کی کہ خلافت و تکمیل کے درجہ تک پہنچا دیا۔

## ارشادات:

①

فرمایا ہر کام کا مدار ایمان پر ہے۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی استقامت ایمان کے بعد ہے۔ چاہے کوئی جمعہ کی شب فوت ہو یا رمضان میں۔

②

ایک دن کسی نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ مرض نفسانیت کی بھی کوئی دوا ہے۔ فرمایا کہ دوا بہت ہے اگر کوئی کرے۔ لیکن سب لوگ اپنے آپ کو زبان سے مرخص کہتے ہیں مگر علاج کے طالب نہیں ہیں۔ حللانا کہ طبیب موجود ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا:

عاشق کہ شد کہ یارِ سجاش نظر نکرد  
اے خواجہ درد نیست و گرنہ طبیب بہت

(ترجمہ:۔ کون ہے جو عاشق ہوا ہو اور یار نے اس کے حال پر نظر نہ کی ہو۔ ارے صاحب درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب موجود ہے۔)

③

فرمایا کہ شیخ و مرشد طالب کو ذکر و فکر اور اشغال و اوراد تلقین کرتا ہے مگر جب وہ ان کو قضا کرتا ہے تو شیخ بھی اسے نہیں پہچانتا۔ چلے وہ بہت مدت تک بھی ان کے پاس کیوں نہ بیٹھا ہو۔

④

فرمایا کہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے اپنے پیرو مرشد کو لکھا کہ اکثر پنجاب کے آدمی تعویذ کے لیے آتے ہیں کیا حکم ہے؟ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے جواب دیا کہ "کام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کا اسم لکھ کر دے دیا کرو۔"



اس کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ اس کا ایک فائدہ تو نقد ہے کہ مسائل کا دل خوش ہو جاتا ہے اور اسے تسکین خاطر ہو جاتی ہے۔

⑤

فرمایا کہ اگر سالک ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں اپنے آپ کو نوآند خیال کرے اور ہر دن کو پہلا دن تصور کرے تو وہ اپنے مقصود کو پہنچ جائے گا اور اگر دوسرے دن کو دوسرا دن سمجھا تو تباہی و ہلاکت میں گرفتار ہو جائے گا۔

⑥

فرمایا کہ طالب کو چاہیے کہ شیخ کے حضور میں چپ ہو کر بیٹھے اور فضول بات نہ کرے کیونکہ جتنی مشکلات صحبت شیخ میں حل ہوتی ہیں اتنی مجاہدوں اور ریاضتوں میں حل نہیں ہوتیں۔

⑦

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ کتاب فقرات ہاتھ میں لے کر باہر تشریف لائے اور مجھے کتاب دے کر فرمایا کہ یہ کتاب تیرے بہت کام آئے گی۔ اس کا بہت مطالعہ کرنا۔ کیونکہ اس میں بہت جذبہ ہے۔

⑧

فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں نے ایک دفعہ سفر میں ایک ہندو کو دیکھا کہ اُس کے پاس ضرورت کی ہر شے ہر وقت موجود ہوتی تھی اور اس میں سے جتنی چاہتا خرچ کرتا تھا، مجھے کہنے لگا کہ یہ عمل میں نے بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے اگر آپ براہ کرم میرے گھر تشریف لائیں تو اس عمل کے موکلوں کو آپ سے آشنا کرادوں میں نے جواب دیا کہ جملہ اوراد قرآن پاک میں موجود ہیں، ہمیں تم سے کوئی حاجت نہیں۔

⑨

فرمایا کہ ایک بزرگ پر اللہ تعالیٰ کی عنایات وارد ہونے لگیں تو اس بزرگ نے چاہا کہ خلوت میں چلا جائے تاکہ نعمت میں ترقی ہو مگر ہوا یہ کہ صرف اس خلوت گزینی سے اس

کی واردات منقطع ہو گئیں۔ کسی نے پوچھا کہ واردات اور نعمت کے فقدان کا باعث کیا ہوا؟  
فرمایا کہ نزولِ نعمت محض عنایتِ ازلی اور فضلِ لم یزلی ہے مگر اُس بزرگ نے خلوتِ گزینی  
کو باعثِ ترقی خیال کیا اور اپنی تدبیر کو داخل کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس مقام سے محروم ہو گیا۔

(۱۰)

فرمایا فقر کا کام ہر کسی کو نیک بات کہنا اور دُعا دینا ہے آگے جو کسی کے مقدر میں ہے  
ہو جائے گا۔ اللہ کے کام میں کسی نبی یا ولی کو دخل نہیں ہے وہ خداوندِ عالم ہیں اپنا کام کبھی جمال  
سے کرتے ہیں اور کبھی جلال سے۔

(۱۱)

فرمایا کہ رات کو جب کنوئیں چلنے کی آواز سُنتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ لوگ ساری  
رات کنوئیں چلاتے ہیں اور رات بھر جاگتے ہیں اور یہ سب بیداری و زحمت صرف چند  
دانوں کے لئے ہے اور وہ بھی اگر فصلِ آفاتِ سماوی سے بچ رہے مگر افسوس کہ خدا  
کی بندگی کی خاطر کوئی شخص اتنی شب بیداری اور محنت نہیں کرتا۔ البتہ جو لوگ شب بیدار  
رہ کر راہِ سلوک پر چلتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی عنایت سے مقصودِ حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں اور  
کبھی محروم نہیں رہتے۔

مزارِ مبارک کے بارہ میں پیشگوئی  
حضرت خواجہ غلام فرید مہارویؒ  
سے منقول ہے کہ جب حضرت

قبلہ عالم نے مہار شریف میں مستقل قیام اختیار کیا تو ہر جمعہ کو مہار شریف سے پاک پتن  
شریف حاضر ہوتے اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی زیارت و آستانِ بوسی کرتے۔  
یہ آپ نے اپنا وظیفہ بنا لیا تھا۔ پندرہ سال ہی معمول رہا۔ ایک جمعہ بھی قصانہ ہوا۔ مہار شریف  
سے پاک پتن شریف تقریباً چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آخر ایک دن حضرت بابا فرید  
گنج شکرؒ کا حکم ہوا کہ "اب آپ اتنی تکلیف نہ کیا کریں۔ اب ہر جمعہ کو چشتیاں شریف میں  
میرے پوتے خواجہ تاج سرورؒ کی زیارت کر لیا کریں۔" اس دن کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ ہر  
جمعہ کے دن مہار شریف سے چشتیاں شریف حضرت قبلہ تاج سرورؒ کی زیارت کے لیے جلتے

لگے۔ آپ کچھ فاصلہ سے پار ہنہ ہو جاتے تھے کہ اس قبرستان میں بہت سے صلحا سو رہے ہیں۔  
 میاں محمد بخش حشیشی جو حضرت شیخ تاج الدین سردر شہیدؒ کی اولاد سے اور حضرت قبلہ عالمؒ کے  
 مریدان مجاز میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ جناب شیخ تاج الدین سردرؒ  
 کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے اور وہاں اہل قبور پر فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک میرے دل  
 میں خیال آیا کہ یہ قبرستان بھر گیا ہے اور آپ کے دادا صاحبؒ اور والد صاحبؒ کے مزارات بھی  
 یہیں ہیں مگر اب آپ کے مزار کے لیے جگہ نظر نہیں آتی۔ یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرت  
 قبلہ عالمؒ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "میاں محمد بخش انشا اللہ میری قبر حینت البقیع میں ہوگی۔"  
 خواجہ امام بخش ہزاری گلشن ابرار میں لکھتے ہیں کہ "حضرت والد صاحبؒ اور دیگر لوگ جناب  
 حافظ محمد جمال ملتانیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ہمراہ تاج سردر صاحبؒ کی زیارت  
 کے لئے چند بار حاضر ہوا۔ حضرت کا دستور تھا کہ جب زیارت اور قدمبوسی سے فارغ ہوتے اور  
 اپنے ڈیرے کی طرف واپس آنے لگتے تو اس مقام پر آکر بیٹھ جاتے جہاں آج کل آپ کا مزار مبارک  
 ہے ان دنوں وہاں ایک صاف میدان تھا جس میں ایک سبز اور خوشنما درخت اگا ہوا تھا۔  
 حضرت اس درخت کے نیچے چند گھنٹے آرام کرتے اور فرماتے کہ یہ کیسا اچھا مقام ہے مجھے یہاں  
 سے محبت کی بو آتی ہے چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا اور آپ کے جسد اطہر کو مہار شریف سے  
 تاج سردر لائے تو اسی مقام پر دفن کیا۔"

## شیخ کا وصال اور آپ کی علالت :-

آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ نے ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ (مطابق  
 ۲۷ مئی ۱۷۸۸ء) کو وصال فرمایا۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے پناہ محبت تھی جس دن آپ کو حضرت  
 مولانا صاحبؒ کے وصال کی خبر ملی، آپ بے حد غمگین ہو گئے۔ دوسری رات فرمایا: "میں حضرت  
 مولانا صاحبؒ کی مفارقت دائمی سے اس قدر افسردہ خاطر ہو گیا ہوں اور میرے دل میں ایسا  
 اندوہ ہے کہ چاہتا ہوں سب سے چھپ چھپا کر کسی جنگل میں چلا جاؤں اور وہیں بیٹھ جاؤں نہ کوئی  
 میرے نزدیک آئے اور نہ میں کسی کو دیکھوں" غرضیکہ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال نے

نہ صرف یہ کہ آپ کو غمگین کیا بلکہ علیل بھی کر دیا اور آپ دن بدن لاغر ہونے لگے اور اس کے چند سال بعد جب ۲۰۴ھ (= ۷۹۰ء) میں آپ کے خلیفہ حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحب کا وصال ہوا تو آپ کی صحت اور خراب ہو گئی۔

**عطائے نعمت** مناقب المحبوبین میں ہے کہ جب حضرت قبلہ عالم کے ایام وصال قریب آگئے تو آپ کے تمام خلفاء سوائے حضرت نارووالہ صاحب

کے جن کا وصال ہو چکا تھا حاضر ہو گئے مگر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی موجود نہ تھے۔

وہ ان دنوں اپنے وطن گئے ہوئے تھے۔ ایک دن حضرت قبلہ عالم نے اپنے بڑے بیٹے خواجہ نور الصمد شہید کو فرمایا کہ کسی کو ہمارے روپیے کی خبر ہے کہ کہاں ہے؟ اسے کسی طرح یہاں طلب کرو۔ حضرت شہید نے عرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں ورنہ کسی کو بھیج کر بلا لیتے۔ فرمایا خیر کوئی بات نہیں وہ خود ہی آجائے گا۔ دوسرے دن پھر فرمایا کوئی ہے جو ہمارے روپیے کو یہاں لائے۔ حافظ جمال الدین ملتانی نے عرض کیا کہ اگر غلام کو حکم دیں تو روانہ ہو جاؤں اور انہیں یہاں لے آؤں۔ فرمایا خیر ماشاء اللہ وہ خود ہی آجائے گا۔

حضرت غوثِ زمانؒ اُس وقت اپنے گاؤں گڑگوجی میں تھے اور اپنے گھر میں قلعہ کے اندر ادھی رات کے وقت یادِ حق میں مشغول تھے کہ آپ کو سیکایک اپنے پیر و مرشد کے دیدار کا شوق غالب آیا۔ آپ بے چین ہو گئے اور مہار شریف کی طرف پاپادہ روانہ ہو گئے۔ تیسرے دن مہار شریف پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ اپنے حجرہ میں تکیے کے سہارے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت غوثِ زمانؒ سیدھے آپ کی خدمت میں پہنچے۔ قدم بوسی کی اور چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھ گئے۔ پھر حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت غوثِ زمانؒ سے فرمایا میرے نزدیک آجاؤ۔ آپ ذرا قریب ہو گئے۔ پھر فرمایا اور نزدیک ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ آپ اتنے قریب ہو گئے کہ آپ کے اور حضرت قبلہ عالمؒ کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا۔ پھر حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ تمام دوست باہر چلے جائیں کہ اس روپیے سے کوئی بات کرنی ہے۔ سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ پھر آپ نے حضرت غوثِ زمانؒ پر توجہ خاص فرمائی اور جو عنایت فرمانا تھا عنایت فرمایا۔

گلشن ابرار میں ہے کہ آخری دنوں میں آپ بالکل خاموش ہو گئے اور پاسِ انفاس کے شغل میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ان ہی دنوں میں ایک دن حافظ محمد الیاس سیال نے جو آپ کے مریدانِ مجاز میں سے تھے عرض کیا کہ آپ کے مدفن کے بارہ میں لوگوں میں اختلاف ہے۔ فرمایا میں بخومی نہیں ہوں جہاں ہوگا ہو جائے گا۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ بعض اجانب کی مرضی تاج سرور میں ہے۔ فرمایا ماشاء اللہ۔ پھر عرض کیا کہ اب تو ہم سب غلام حضور کی خدمت میں مشرف ہو کر اپنی اپنی معروضات پیش کرتے اور مراد پالیتے ہیں۔ آپ کے بعد ہمارا حال کیا ہوگا۔ فرمایا جو شخص ہمارے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو اور کچھ عرض کرے تو وہ قبول فرماتے ہیں اور جہاں بلاتے ہیں حاضر ہوتے ہیں۔ عرض کیا کہ اس طرح جس طرح اب ہیں یا کسی اور طرح۔ فرمایا بالکل اسی طرح۔ جب یہ شفقت بھر الفاظ آپ کی زبان مبارک سے سُنے تو حاضرین میں سے قاضی عاقل محمد صاحب پر بخودی کا عالم طاری ہو گیا۔ لغبرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بات چیت ختم ہو گئی اور آپ بدستور خاموش اور شغلِ پاسِ انفاس میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ تین ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ (مطابق ۳ اگست ۱۹۸۶ء) کو پنج شنبہ کی رات طلوعِ آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل آپ واصلِ سخن ہو گئے۔ آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال کی تھی۔ بیس سال کے تھے کہ حضرت مولانا صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ چونتیس سال تک شیخ کی خدمت میں فیض یاب ہوتے رہے۔ پچھ سال پانچ ماہ چھ دن حضرت مولانا صاحب کے وصال کے بعد زندہ رہے۔ نواب محمد غازی الدین خاں مرحوم نے حضرت قبلہ عالم کی تاریخ وصال اس مصرع سے نکالی۔

”حیف واویلا جہاں بے نور گشت“

آپ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ نور احمد۔  
اولاد و احفاد :- دوسرے خواجہ نور احمد تیسرے حضرت خواجہ نور حسن۔

۱۔ حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار مؤلفہ خواجہ امام بخش بہاروی۔ ص ۶۵-۶۶۔



۱۔ حضرت خواجہ نورالصحید شہیدؒ۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا تھا۔ "اے نور محمد! اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹے عطا کرے گا۔ ان میں سے پہلا بیٹا ہمارا ہوگا۔" چنانچہ جب حضرت خواجہ نورالصحیدؒ بڑے ہوئے تو حضرت قبلہ عالمؒ انہیں اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ سے بیعت کرایا۔ خواجہ نورالصحیدؒ سخاوت و شجاعت میں بے نظیر تھے۔ فقراء اور علماء کو دوست رکھتے تھے۔ مسکینوں اور غم زدہ لوگوں سے غمخواری فرماتے تھے۔ اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد چند ماہ سجادہٴ مشیخت پر بیٹھے۔ دو ماہ ستائیس دن کے بعد قوم مہاراں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ آپ کا یوم وصال یکم ربیع الاول ۱۲۰۶ھ (۲۹ اکتوبر ۱۷۹۱ء) ہے۔ آپ کا مزار روضہ شریف کے اندر حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار کے متصل مشرقی طرف ہے۔ حضرت خواجہ نورالصحیدؒ کے تین بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے خواجہ نور حسینؒ تھے۔

۲۔ حضرت خواجہ نور احمدؒ۔ آپ کی بیعت اپنے والدِ محترم حضرت قبلہ عالمؒ سے تھی۔ اپنے بڑے بھائی کی شہادت کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ آپ کو فقیر کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ آپ عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ اپنے والدِ بزرگوار کے ہوہوہم شکل تھے۔ ظاہری مشابہت کے ساتھ ساتھ باطنی مطابقت بھی حاصل تھی۔ آپ نے حضرت قبلہ عالمؒ کے تمام خلفاء سے فائدہ حاصل کیا۔ خصوصاً حافظ محمد جمال ملتانیؒ سے جنہوں نے آپ کو فرقہٴ خلافت بھی عطا کیا۔ آپ تقریباً پچاس برس مسندِ سجادگی پر رونق افروز رہے۔ آپ کا وصال ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۵۴ھ (مطابق ۶ دسمبر ۱۸۳۸ء) کو ہوا۔ روضہ مبارک میں حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار کے متصل غریب طرف آپ کا مزار ہے۔ آپ کے چھ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے خواجہ محمودؒ تھے۔ دوسرے میاں غلام فریدؒ تیسرے میاں نبی بخشؒ چوتھے خواجہ خدابخشؒ پانچویں خواجہ قادر بخشؒ چھٹے خواجہ گنج بخشؒ۔

۳۔ حضرت خواجہ نور حسنؒ۔ آپ کی بیعت حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل صاحبؒ رکوٹ مٹھن سے تھی۔ سخاوت و مروت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک دفعہ آپ

شہید صاحب اور حضرت قبلہ عالم سفر میں تھے۔ راستہ میں آپ بیمار ہو گئے۔ ظہر کے وقت حضرت قبلہ عالم منگھیر شریف پہنچے۔ وہاں آپ نے کچھ عرصہ قیام کیا۔ اور نماز ظہر پڑھی۔ اور خواجہ نور حسن صاحب کو جو بیمار تھے، مسجد کی دیوار کے ساتھ ملادیا۔ جب اٹھے تو صحت مند تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے منگھیراں کی آب و ہوا ان کے موافق ہے۔ ممکن ہے یہی اس کا مسکن بنے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد خواجہ نور حسن نے منگھیر شریف کو اپنا مسکن بنا لیا۔ جہاں آج تک آپ کی اولاد قیام پذیر ہے۔ آپ کا وصال ۲۳۔ شوال ۱۲۵۵ھ (۳۱ دسمبر ۱۸۳۹ء) کو ہوا۔ آپ کا مزار بھی روضہ شریف میں خواجہ نور احمد شہید کے مزار کے متصل مشرقی طرف ہے۔ آپ کے پانچ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے خواجہ نظام بخش تھے۔

حضرت قبلہ عالم کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی زینت بی بی، جو میاں جمال محمد بن میاں غلام محمد کے نکاح میں تھیں۔ میاں غلام محمد حضرت قبلہ عالم کے خلفا میں سے تھے اس بیٹی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری بیٹی کا نام صاحب بی بی تھا۔ جو سید شیر شاہ کے نکاح میں تھیں۔ ان سے بھی کوئی اولاد نہ تھی۔

حضرت قبلہ عالم کے بے شمار خلفا و تھے جنہوں نے تولدہ شریف، **خلفا** حاجی پور شریف، چاچڑاں شریف اور دیگر مقامات پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی خانقاہیں قائم کیں۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ میں اس سلسلہ کا فیض عام جاری کیا۔ مناقب المجاہدین میں چھیالیس (۴۶) خلفا کے نام دیئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:-

- ۱۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ
- ۲۔ حضرت مولانا نور محمد صاحب ناردوالہؒ
- ۳۔ حضرت خواجہ محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن)
- ۴۔ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانؒ

۵- حضرت خواجہ نورالصدیق شہید مبارویؒ

۶- نواب غازی الدین خاںؒ

۷- قاری عزیز اللہؒ

۸- قاری صبغتہ اللہؒ

۹- میاں محمد قاضی نیکوکارہؒ

۱۰- میاں غلام حسین بھٹیؒ

۱۱- میاں غلام محمد کیری والہؒ

۱۲- حافظ ناصر الدینؒ

۱۳- مولوی محمد مسعود جہانگیؒ

۱۴- چشتی نورالحقؒ سکنا شہر فرید پور

۱۵- میاں غلام محمدؒ

۱۶- حافظ الیاسؒ قوم سیال

۱۷- میاں محمد غوثؒ

۱۸- حافظ بہل جوہاؒ

۱۹- میاں محمد بخش چشتیؒ

۲۰- میاں اسالت خاںؒ

۲۱- میاں لطف اللہؒ

۲۲- مولوی نور محمدؒ

۲۳- مولوی محمد حسین چنڑ

۲۴- میاں محمد اکبر لکھیؒ

۲۵- حافظ غلام نبیؒ

۲۶- مولوی محمد اکرمؒ

۲۷- مولوی محمد عقیبؒ

۲۸۔ مخدوم شیخ محمودؒ

۲۹۔ مخدوم نوبہار شاہؒ

۳۰۔ مخدوم عبدالوہابؒ

۳۱۔ مخدوم عبدالکریمؒ

۳۲۔ مخدوم محبت جہانیاںؒ

۳۳۔ مولوی سلطان محمد گوریچہؒ

۳۴۔ میاں محمدؒ سکند سورت

۳۵۔ مولوی تاج محمودؒ

۳۶۔ شیخ جمال چشتیؒ

۳۷۔ حافظ عظمت اللہؒ

۳۸۔ میر شاہ تید صالح محمد شاہؒ

۳۹۔ میاں دین محمد شاہؒ

۴۰۔ میاں احمد گوندلؒ

۴۱۔ شیخ نظام بخشؒ

۴۲۔ شاہ عبدالعزیز ہندوستانیؒ

۴۳۔ مولوی حنیف الدین مہارویؒ

۴۴۔ خلیفہ عبداللہؒ

۴۵۔ قاضی احمد علیؒ

۴۶۔ مولوی عبدالرحمن سندھیؒ

ان خلفاء کے علاوہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے اور بے شمار خلفاء تھے جن میں سے ہر ایک صاحب کرامت تھا۔ آپ کے بعض دوست اور مرید ایسے بھی تھے کہ اگرچہ خلافت سے مشرف نہ تھے مگر کامل ولی تھے۔ آپ کے خلفاء میں سے پہلے چار خلفاء بہت بلند مقام تھے۔ وہ اولیائے سلف کا مکمل نمونہ تھے، جن سے

ایک عالم نے فیض پایا۔ ان میں سے تین خلفائے عظام کے مختصر حالات پیش کئے جائے ہیں جو تھے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے حالات آئندہ صفحات میں پیش کئے جائیں گے۔

## حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحب

حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحب قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے خلفائے عظام سے تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ عالم علوم ظاہری و باطنی، صاحب وجد و سماع اور محرم راز قبلہ عالم تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام ضاح محمد تھا۔ آپ حاجی پور علاقہ سندھ کے رہنے والے تھے مگر بعد ازاں ضلع ڈیرہ غازی خاں میں چاہ نارووالہ پر آباد ہو گئے تھے۔

آپ جب پہلی بار اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا صاحب نے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

”بارا از چشمان ایشاں عشق بنظرے آید

(ترجمہ: ان کی آنکھوں میں میں عشق نظر آتا ہے)

حضرت مولانا صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ”میں میاں نارووالہ صاحب سے بوئے شکر بار آتی ہے۔“

آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ شریعت کے احکام کا پاس بدرجہ اتم تھا۔ یہاں تک کہ کوئی محتب بھی فوت نہ ہوتا تھا۔ آپ کی محفل میں کسی کی جرأت نہ تھی کہ دنیاوی امور کا ذکر کرے۔ اللہ کا خوف جو کمال عبودیت کی نشانی ہے، ہر وقت آپ پر طاری رہتا تھا۔ آپ ہر وقت مجاہدہ و ریاضت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔

آپ بچہ منکر المزاج بزرگ تھے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے مگر اس کے باوجود علمی غرور قطعاً نہیں تھا۔ مناقب محبوبین میں لکھا ہے کہ جب آپ مرض وصال میں تھے تو حکیم محمد عمر نے آپ کے جسم مبارک میں صحنہ تمام دیکھ کر باچشم پرہیز کہا کہ حق تعالیٰ



آپ کو شفا کے کامل عطا فرمائے کہ حضرت قبلہ عالم کے بعد روئے زمین پر خلیفہ برحق آپ کی ذات مبارک ہے۔ آپ نے یہ سنا تو فرمایا۔ "حکیم صاحب آپ کیلئے ہیں خلیفہ وہ ہوتا ہے جو اپنا سر مایہ ایمان سلامت لے جائے۔" یہ سنا تو حکیم صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔

آپ کا وصال چھ جمادی الاول ۱۲۰۷ھ کو ہوا۔ آپ کا مادہ تاریخ وصال چراغ ہے۔ آپ کا مزار مبارک حاجی پور میں زیارت گاہ خواص دعوام ہے۔ آپ کے وصال کی خبر پر قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہاروی نے فرمایا:

"اگر میاں صاحب چندے بہلت یافتند، علمے از ایشاں روشن مے شد"  
(ترجمہ: اگر میاں صاحب کچھ اور بہلت پاتے تو ایک عالم ان سے روشن ہو جاتا)  
آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام حافظ محمد تھا۔ وہی اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد مندر نشین ہوئے۔ مولانا نور محمد نارو والہ صاحب کے مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت حافظ محمد صاحب، فرزند و سجادہ نشین

(۲) عبداللہ خاں چاندا، طبرہ غازی خاں

(۳) مولوی محمد حسن، راجن پور

(۴) مولوی نور محمد بدرہ، محمد پور

(۵) مولوی محمد اکبر، حاجی پور

(۶) مولوی محمد گملوی، مولف ملفوظ خیر الاذکار

حضرت مولانا نور محمد نارو والہ صاحب کے ملفوظات مولوی محمد گملوی نے خیر الاذکار کے نام سے مرتب کئے ہیں۔

## حضرت قاضی محمد عاقل صاحب

حضرت خواجہ محمد عاقل صاحب، قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہاروی کے خلفائے عظام میں تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے۔ صاحب مناقب المجوبین نے لکھا ہے کہ:

” ہزار ہا مخلوق از دروازہ ایشال فیض یاب شدند  
 و صد ہا صاحب خانقاہا از ایشال مبعوث شدند“

(ترجمہ :- اُن کے دروازے سے ہزار ہا مخلوق نے فیض پایا  
 اور انہوں نے سینکڑوں صاحب خانقاہ پیدا کئے۔)

آپ نے پنجاب، بہاولپور اور سندھ کے علاقوں میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کی بہت شاعت  
 کی۔ کوٹ مٹھن، چاچڑاں اور احمد پور کی خانقاہیں آپ ہی کی کوششوں سے معرض وجود  
 میں آئیں۔ صاحب تاریخ مشائخ چشت لکھتے ہیں :-

” اُن کے علمی تجربہ، پابندیِ شرع، بزرگانہ شفقت، اخلاق و مروت کا دُور  
 دُور شہرہ تھا۔ لوگ بڑی عقیدت سے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔  
 یہ ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ پنجاب کے نہایت ہی دُور افتادہ اور  
 غیر معروف علاقوں میں مذہبی اور روحانی تعلیم کا چرچا ہو گیا۔ اور ان کے خرمین  
 کمال کے خوشہ چین دُور دُور پھیل گئے۔“

آپ نے کوٹ مٹھن میں ایک اعلیٰ پیمانہ کا دارالعلوم قائم کیا۔ جس میں علوم  
 ظاہری و باطنی کی تدریس و تربیت دی جاتی تھی۔ آپ خود بھی درس دیتے تھے۔ اور  
 بڑے بڑے جید علماء بھی اس مدرسہ میں ملازم تھے۔ درس و تدریس کا کام بہت  
 اعلیٰ معیار کا تھا۔ آپ کے مدرسہ میں ان کتابوں کا درس ہوتا تھا :

”مشکوٰۃ شریف - اجیاء العلوم - صحیح بخاری - شرح وقایہ - ہدایہ - شرح عقائد -

سوار البیل - تسنیم - فصول الحکم - شرح مواقف - خیالی - مطول وغیرہ“

آپ احکامِ شریعت اور اتباعِ سنت کا خود بہت خیال کرتے تھے۔ اور مریدین کو بھی  
 خاص تاکید کرتے تھے کہ ہر وقت اتباعِ شریعت کا خاص لحاظ رکھیں۔ وصال سے کچھ عرصہ  
 قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی کہ فرماتے ہیں :

” تو مارا بسیار خوش کردی کہ ہمگیں سنت ہائے مارا زندہ کردی“

(ترجمہ: تو نے ہمیں بہت خوش کیا کہ ہماری تمام سنتوں کو زندہ کر دیا۔)

آپ اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ دوبارہ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رخصت کے وقت حضرت مولانا صاحب نے قاضی محمد عاقل صاحبؒ کو کثرتِ ذکر چہر کی تاکید فرمائی۔ رسالہ اسرار الابرار میں لکھلے کہ حضرت قاضی صاحبؒ ہمارے شریف ہیں جب اپنے حجرہ میں بیٹھ کر ذکر کرتے تھے تو آپ کی آواز شہرِ فریدتک (جو تین چار کوس کے فاصلہ پر ہے) جاتی تھی۔

قاضی محمد عاقل صاحبؒ تقریباً چار ماہ بیمار رہے ۸ رجب ۱۲۲۹ھ کو وصال فرمایا۔

تاریخ وصال ہے:

چونکہ تاریخ و مہِ سالِ وصال

از دل پر دردِ خودِ کردم طلب

سر ز جیب بے خودی بر کرد گنت

روزِ ہشتم بود از ماہِ رجب

آپ کا مزار پرنوار کوٹ مظہر میں مرجع خواص و عام ہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے میاں احمد علی صاحبؒ مندرجہ ذیل ہوتے۔

حضرت قاضی محمد عاقلؒ کے چند مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت میاں احمد علی صاحبؒ فرزند و سجادہ نشین

۲۔ خواجہ محمود صاحب ہمارویؒ

۳۔ میاں شرف الدینؒ

۴۔ مولوی سلطان محمودؒ

۵۔ مولوی عبد اللہؒ

۶۔ مولوی محمد عظیمؒ

۷۔ مولوی گل محمد احمد پوریؒ

حضرت خواجہ محمد عاقل صاحبؒ کے ملفوظات مولوی گل محمد احمد پوریؒ نے

تکملاً سیر الاولیاء میں درج کئے ہیں۔

## حضرت حافظ محمد جمال صاحب ملتان

حافظ محمد جمال صاحب حضرت خواجہ نور محمد بہاروی کے اعظم خلفا میں تھے آپ عالم علوم ظاہری و باطنی، حافظ قرآن، عارف کامل، مجاہد عظیم اور صاحب وجد و سماع تھے۔ آپ اپنے زمانہ میں مسئلہ وحدت الوجود میں بزرگ ترین عالم تھے۔ حضرت مولانا جامی اور حضرت ابن عربی کی تصانیف کو دوست رکھتے تھے۔ حسن اخلاق کا مجسمہ تھے۔ چھوٹوں پر سب سے زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والے تھے۔ کلام مختصر کرتے تھے۔ مگر وہ حکمت و معرفت سے بھرپور ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم نے آپ کو ملتان میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کی ترویج و اشاعت کے لئے حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کے حکم پر متعین فرمایا تھا۔ صاحب مناقب المجویں لکھتے ہیں کہ:

”ایک دن حضرت شاہ فخر صاحب کی مجلس میں حضرت بہاروی بیٹھے ہوئے تھے۔ حافظ صاحب بھی وہاں تھے۔ اس بات کا ذکر چھپڑا کہ ملتان میں شیخ بہاؤ الدین ذکریا کی عظمت کے سامنے کسی ولی کا تصرف کام نہیں کرتا۔ مولانا صاحب نے فرمایا: ”میاں نور محمد! اب تک ملتان بہارالحق کی ولایت تھی۔ لیکن اب ملتان ہمارے حوالہ کر دیا گیا ہے۔ لازم ہے کہ تم وہاں اپنا کوئی مرید بھیجو جو وہاں اپنا تصرف کرے۔“

چنانچہ حضرت قبلہ عالم نے دہلی سے واپس آکر حافظ محمد جمال صاحب کو ملتان بھیجا جنہوں نے خانقاہ بہار الدین ذکریا میں بیٹھ کر خواجہ خدابخش صاحب کو مرید کیا۔ حافظ محمد جمال صاحب نے ملتان میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ جو علوم ظاہری و باطنی کا اہم مرکز تھا۔ خود بہت بڑے عالم تھے۔ لہذا خود بھی درس دیتے تھے۔ قاضی محمد عاقل صاحب کے خلیفہ خواجہ گل محمد احمد پوری نے بھی اس مدرسہ میں جناب حافظ صاحب سے تعلیم حاصل کی تھی۔

آپ نے جہاد و قتال میں بھی حصہ لیا۔ سکھوں نے متعدد بار ملتان پر حملے کئے۔

آپ ہر بار میدانِ جنگ میں موجود رہے اور قلعہ ملتان کے بُرج میں بیٹھے ہوئے کافروں پر تیر برس لگاتے رہے۔ آپ تیر اندازی میں بے مثال تھے۔ یہاں تک کہ اس کی دوسروں کو تعلیم بھی دیتے تھے۔

آپ اتباعِ شریعت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مناقبِ محبوبین میں سے کہ فرمایا کرتے تھے:-

” معرفتِ حق کا بہترین طریقہ وہ ہے جو مشائخِ کابہ اور جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر ذریعہ سے پہنچا ہے۔ اور وہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھنے کا ہے اور اس پر قائم رہنے کا اور باطن کو خراب عادتوں سے صاف کرنے کا۔“

حافظ صاحب نے ۵ جمادی الاول ۱۲۲۶ھ کو وصال فرمایا جس جگہ پر وصال ہوا۔ وہیں دفن ہوئے اور وہیں مزار بنا۔ ملتان میں آپ کا مزار مبارک مرجعِ خلافت ہے۔ تاریخِ وصال یہ ہے:

نبردِ سالِ وصالِ چو جست و جوئے کرد

تدائے دادِ سروشِ م کہ یافت خوب وصال

آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تھی۔ اس لئے آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ خواجہ خدابخش صاحب ملتان، خیرپوری سجادہ نشین بنے۔ آپ کے چند خلفاء کے نام یہ ہیں:

۱۔ خواجہ خدابخش صاحب ملتان، خیرپوری

۲۔ خواجہ غلام فرید صاحب مہاروی

۳۔ جناب زاہد شاہ

۴۔ مولوی غلام حسن ملتان

۵۔ مولوی عبد العزیز

۶۔ مولوی عبید اللہ ملتان



۷۔ مولوی حامد صاحبؒ

حضرت حافظ محمد جمال صاحب ملتانیؒ کے ملفوظات درج ذیل ہیں۔

۱۔ فضائلِ رضیہ مرتبہ مولوی عبدالعزیز صاحبؒ

۲۔ انوارِ جمالیہ مرتبہ مولوی غلام حسن صاحب ملتانیؒ

۲۔ اسرار الکمالیہ مرتبہ جناب زاہد شاہ صاحبؒ

## حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے سجادگانِ عالی مقام

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے وصال کے بعد یکے بعد دیگرے حسب ذیل سجادگانِ عالی مقام مسند نشین ہوئے جن سے آستانہ معلیٰ چشتیاں شریف کا فیضان ہر دور میں جاری رہا۔

۱۔ حضرت خواجہ نور الصمد شہیدؒ

۲۔ حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ

۳۔ حضرت خواجہ محمود مہارویؒ

۴۔ حضرت میاں نور بخش مہارویؒ

۵۔ حضرت میاں نور جہانیاں مہارویؒ

۶۔ حضرت میاں محمد یوسف مہارویؒ

۷۔ حضرت میاں محمود بخش مہارویؒ

۸۔ حضرت میاں نور جہانیاں صاحب مہاروی مدظلہ العالی

اس وقت آپ سجادہ نشین ہیں۔ ۳ صفر ۱۳۷۴ھ کو اپنے والد گرامی حضرت میاں

محمود بخش مہارویؒ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ کے سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔

آپ پابندیِ شریعت، اتباعِ سنت، بزرگانہ شفقت اور اخلاق و مروت کا حسین پیکر

ہیں۔ آستانہ معلیٰ کی ہمہ وقت حاضری و خدمت آپ کا شعار ہے۔ اپنے شاخِ عظام

اور آبا و اجداد کے معمولات کے پابند ہیں۔ آپ کی ذاتِ بابرکات سے حضرت

مولانا صاحبؒ اور حضرت قبلہ عالمؒ کا فیضانِ روحانی آج بھی جاری ہے۔

## قطعہ مادہ لائے تاریخ وفات

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد چشتی مہاروی قدس سرہ

ولادت :- ۱۲ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۷۳۰ء شنبہ سوموار

وفات :- ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۷۹۱ء

بروز بدھ (شب خمیس میں سے ایک ساعت باقی تھی)

مدفن در مہارال شریعت چشتیاں منڈی۔ ضلع بہاول نگر

قبیلہ خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ

عارفِ زمان خواجہ عالم	قطبِ ولایت عارفِ رہنما
ذی ولایت نور محمد نورِ حق	سالارِ حقیقت امامِ الاصفیاء
قدوة السالکین ذی ولایت	نید عارفان قطبِ حقیقت
نشاہ سازِ طریقت قطبِ جہاں	نوشِ عالم ولیِ زمان
پیرِ اربابِ طریقت آپ ہیں	پیرِ کامل بیدارِ طریقت زندہ باد
۱۲۰۵ھ	۱۲۰۵ھ

## قطعہ

رشد و ہدایت پائے زمانہ	پیرِ طریقت نور محمد
قلبِ نظر کی روشن دنیا	شمعِ ولایت نور محمد
	۱۲۰۵ھ

حسن میرانی - محلہ کھل پورہ - بہاولپور

حصہ سوم

فیضانِ سلیمانی



## سلسلہ سجادگی

بانی آستانہ عالیہ سلیمانیاہ

شہبازِ طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

(وصول، صفر ۱۲۶۷ھ)

سجادہ نشین اول

حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ

(وصول - ۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ)

سجادہ نشین دوم

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ

(وصول - ۵ اردی الحجہ ۱۳۲۳ھ)

سجادہ نشین سوم

حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ

(وصول - ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ)

سجادہ نشین چہارم

حضرت خواجہ غلام سدید الدین تونسویؒ

(وصول - ۱۳ شوال ۱۳۷۹ھ)

سجادہ نشین خامس

خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ

(وصول - ۷ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ)

سجادہ نشین ششم

حضرت خواجہ عطار اللہ صاحب تونسوی (موجودہ سجادہ نشین)

دامت برکاتہ



## پہلا باب

شہبازِ طریقت

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۷ صفر ۱۲۶۷ھ

تا

۱۱۸۳ھ

ایک دفعہ ڈیرہ غازی خاں کے نواب عبدالجبار خاں نے درویشوں کے خرچ کے لئے جاگیر پیش کی۔ آپ نے فرمایا: "ہم اس جاگیر کو قبول نہیں کریں گے کہ یہ ہمارے مشائخ کی سنت کے خلاف ہے۔" حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا حضور صاحبزادہ گل محمد کے لئے قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: "صاحبزادہ گل محمد کو بھی اس جاگیر کی حاجت نہیں۔ اگر وہ درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا رہا تو اس کی خدمت کے لئے مقربان بطور خدمت کار مقرر ہوں گے۔"



ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہی تھی۔ پنجاب سکھوں کے قبضہ میں جا چکا تھا۔ انگریز تاجسر اپنی عیاری سے اس ملک کا حکمران بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ہندوستان پر صدیوں حکومت کرنے کے بعد ان سیاسی حالات میں مسلمانوں کی معاشرتی زندگی بھی تباہ ہو چکی تھی اور مذہبی زندگی بھی، بعض جہاد بالسیف کا نعرہ لگا رہے تھے۔ مگر ایک مرد کہستانی، جو فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کے لئے پیدا ہوا تھا "جہاد بالنفس" کی تلقین کر رہا تھا۔ یہ مرد کہستانی، کون تھا؟ یہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی تھے، جنہوں نے تونسہ شریف میں آستانہ عالیہ سلیمانہ کی بنیاد رکھی اور ایک ایسا مرکز شریعت و طریقت قائم کیا، جس نے ملت کے تھمرے مردوں میں جان ڈال دی۔

## ولادت و خاندان :-

سلسلہ چشتیہ نظامیہ سلیمانہ کے بانی سلطان تارکان، برہان عارفاں، غوثِ زمان شہبازِ طریقت اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۳۳ھ (۱۸۶۹ء) میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام ذکر یا بن عبد الوہاب بن عمر خان بن خان محمد تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام زلیخا تھا۔ آپ کی جائے پیدائش موضع گڑگوجی ہے۔ جو کوہِ درگ میں تونسہ شریف سے مغرب کی طرف تیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کا خاندان افغان قوم کے قبیلہ جعفر سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ کا ایک بڑا بھائی تھا جس کا نام یوسف تھا۔ وہ جوانی میں انتقال کر گیا تھا۔ چار بہنیں تھیں، جن کی اولاد تونسہ شریف میں سکونت پذیر ہے۔

## مادرِ زادِ ولی :-

منقول ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کی والدہ محترمہ ایک چٹمے سے پانی بھر کر اپنے گھر کی طرف آرہی تھیں کہ ایک درویش جس کا لباس بھی ہندوستانی تھا

اور زبان بھی ہندوستانی تھی۔ ایک عجیب عالم میں راستہ میں کھڑا تھا۔ جو نہی اس درویش کی نظر آپ کی والدہ محترمہ پر پڑی کہنے لگا: "سبحان اللہ اس شکم میں بادشاہ دو چہاں ہے۔ جو اپنے زمانہ میں سلیمان زماں بنے گا۔ ہزار ہا مخلوق کو فیض پہنچائے گا اور تمام جن و انس اس کی تعظیم کریں گے۔" یہ کہنے کے بعد وہ درویش نظروں سے غائب ہو گیا اور اس کے بعد کبھی کسی کو نظر نہ آیا۔

## تعلیم و تربیت

آپ کے والد گرامی آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل فوت ہو گئے اور آپ یتیم رہ گئے۔ جب آپ کی عمر چار سال چند ماہ کی ہوئی تو آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو ملا یوسف جعفر افغان کے پاس پہنچا۔ ان سے آپ نے پندرہ پارے پڑھے۔ اس کے بعد وہیں ایک ولی کامل اور صاحب نسبت بزرگ حاجی صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ دن کے وقت اپنے اُستاد گرامی قدو کے موشیوں کو چراگاہ میں لے جاتے اور رات کو اپنے اُستاد محترم سے سبق لیتے۔ آپ نے حاجی صاحب کے پاس قرآن پاک ختم کیا اور ایک دو فارسی کی کتابیں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے فرمایا: "مجھے کشف سے معلوم ہوا ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں رتبہ بلند اور مقام اعلیٰ عطا کرے گا۔ تم پہلے تولنسہ جا کر علم حاصل کرو گے۔ وہاں سے قصبہ لانگھ اور پھر وہاں سے کوٹ مٹھن جا کر مزید تعلیم حاصل کرو گے۔ وہاں ہمارے شرفیاء سے ایک کامل بزرگ آئیں گے جن سے تم بیعت کرو گے۔ وہ تمہیں نعمت و خلافت عطا کریں گے اس کے بعد تم تولنسہ آ کر مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاؤ گے۔"

## تولنسہ شریف

آپ اپنے اُستاد محترم حاجی صاحب کے ارشاد گرامی کے مطابق تولنسہ

مناقب المحبوبین ص ۱۳۹

شرفین آگئے اور میاں حسن علی صاحب کے پاس بچی مسجد میں پڑھنا شروع کر دیا۔ میاں حسن علی صاحب صالحانِ وقت میں سے تھے۔ اور قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے خلیفہ حضرت مولوی نور محمد صاحب نارووالہ کے مرید تھے۔ میاں صاحب آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اس جگہ آپ نے فارسی کی چند کتابیں پند نامہ خواجہ عطار گلستانِ سعدی، بوستانِ سعدی وغیرہ پڑھیں۔ ایک دن آپ تونسہ شریف سے موضع سوگڑ ایک کتاب لینے کے لئے گئے۔ وہاں دورانِ سفر حضرت مولوی نور محمد صاحب نارووالہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نارووالہ صاحب نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ باوجود ضعیفی و پیری کے خود پیدل چلے اور آپ کو اپنے گھوڑے پر سوار کرایا۔ جب ان کے مرید صادق میاں احمد کھوکھر نے اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا:

”اے میاں احمد تمہیں اس نوجوان کے مرتبہ و مقام کا علم نہیں۔ اس کا مقام یہ ہے کہ ملائکہ اس کو مسجد کرتے ہیں اور اس کے گھوڑے کی باگ پکڑنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ یہ وہ نوجوان ہے کہ کچھ دنوں کے بعد تمام جہان اس کے نورِ فیض سے منور ہوگا۔“

## لانگھ

تونسہ شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کی خاطر آپ موضع لانگھ میں میاں ولی محمد صاحب باغبان (قوم ارائیں) کے پاس چلے گئے۔ ان سے آپ نے مزید فارسی کتب پڑھیں اور فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ موضع لانگھ میں آپ جس مسجد میں میاں ولی محمد صاحب سے پڑھا کرتے تھے، وہ گنبد دار سچتہ اینٹوں کی مسجد تھی۔

۱۲۱-۱۲۲

۲ موضع لانگھ تونسہ شریف سے مشرق کی طرف پانچ کوس کے فاصلے پر دریائے سندھ کے کنارے پر ہے۔ یہ مسجد ۱۲۵۸ھ تک موجود تھی۔ اس کے بعد دریا بڑھ ہو گئی۔

## کوٹ مٹھن :-

میاں ولی محمد صاحب سے کسب فیض کے بعد آپ عربی و اسلامیات کی تعلیم کے شوق میں کوٹ مٹھن روانہ ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے حضرت قاضی محمد عاقل صاحب کے صاحبزادہ قاضی احمد علی صاحب سے ان کے مدرسہ میں علوم عربیہ و دینیہ پڑھنا شروع کیں۔ یہاں آپ نے چند سال قیام کیا۔ اور منطق کی مشہور کتاب قطبی کا درس لیا اور علوم فقہ پر پورا عبور حاصل کیا۔

## شہبازِ طریقت :

منقول ہے کہ محب النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلوی نے اپنے خلیفہ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ "مغرب کے پہاڑوں سے ایک شہباز آئے گا۔ اُسے جس طرح بھی ہو گئے اپنے دام میں لے آنا۔ وہ ہماری اور تمہاری نعمت کا وارث و مالک ہوگا۔ اور اپنے زمانہ میں مملکتِ ولایت کا سلیمان ہوگا۔ اس وصیت کی بنا پر حضرت قبلہ عالم ۳ برس سال ملکِ مغرب کا سفر اختیار کرتے تھے۔ کوٹ مٹھن اور اوچ شریف کی طرف بھی آپ اس ارادہ سے آتے تھے کہ کسی وقت میدانِ لاہوت کا وہ شاہبازِ دام میں آجائے بلے

## بیعت :-

آپ جن دنوں کوٹ مٹھن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، حضرت قبلہ عالم صاحب معمول اوچ شریف تشریف لائے۔ جب یہ خبر کوٹ مٹھن پہنچی تو حضرت قاضی محمد عاقل اور ان کے فرزند ارجمند حضرت قاضی احمد علی صاحب مدرسہ کے طالب علموں کو ساتھ لے کر اوچ شریف روانہ ہوئے۔ آپ بھی اس قافلہ کے ساتھ تھے۔ آپ

نے یہ سنا ہوا تھا کہ قبلہ عالم سماع کے قائل ہیں اور وجد و رقص بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی لکر میں خنجر باندھ کر روانہ ہوئے اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ حضرت قبلہ عالمؒ سے احتساب کریں گے۔ اور پھر انہیں سماع سے منع کریں گے۔ جب حضرت قبلہ عالمؒ کی مجلس میں پہنچے تو سماع جاری تھا وہاں سے حضرت قبلہ عالمؒ حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاریؒ کی درگاہ شریف پر آئے اور مخدوم نو بہار شاہؒ سجادہ نشین ادرج شریف کو بیعت کیا۔ جب سب لوگ اٹھے تو آپ بھی اٹھے۔ اچانک حضرت قبلہ عالمؒ کی نظر مبارک آپ پر پڑی تو متبسم ہو کر فرمایا:

سے آمد آں یارے کہ ملامے خواہیم

یا تھ پکڑا، خانقاہ میں لے گئے اور بیعت کر لیا۔

## سفرِ دہلی :-

حضرت قبلہ عالم کے ارشاد کے مطابق آپ ۱۱۹۹ھ میں دہلی شریف حاضر ہوئے اُس وقت آپ کی عمر سیدرہ سال کی تھی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے بیعت کے بعد حکم دیا تھا کہ "دہلی شریف میرے پیرو مرشد حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کی ملاقات و زیارت کرنے کے بعد میرے پاس مہار شریف آجائیں" آپ دلاور، فلوری، جوڈھلہ، اجیر شریف، جے پور اور ریواڑی کے راستے سے دہلی پہنچے۔ ابھی ریواڑی میں تھے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا دہلی میں وصال ہو گیا۔ دہلی شریف اُس وقت پہنچے جب حضرت مولانا صاحبؒ کے مدرسہ میں اُن کے قُل ہو رہے تھے۔ آپ نے بھی شرکت کی۔ آپ چہلم تک حضرت مولانا صاحبؒ کے مزار مبارک پر معتکف رہے۔ یہاں خاص عنایتِ الہی سے آپ کو حضرت مولانا صاحبؒ کی ظاہری زیارت بھی نصیب ہو گئی اور حضرت مولانا صاحبؒ کا ایک تبرک بھی حاصل ہوا۔ منقول ہے کہ آپ جن ایام میں حضرت مولانا صاحبؒ کے مزار مبارک پر معتکف تھے تو ایک رات حالتِ مشغولی میں جب سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت مولانا صاحبؒ مزار مبارک سے باہر



تشریف لائے۔ آپ سے معاف کیا اور بہت نوازشات فرمائیں۔ آپ نے پوچھا کہ یا حضرت  
لوگ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب فوت ہو گئے ہیں آپ قبر سے کیسے باہر آ گئے۔ فرمایا  
غلط کہتے ہیں ہم فوت نہیں ہوتے یہ صرف پردہ شریعت سے ہے۔  
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد لعش  
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

منقول ہے کہ حضرت مولانا صاحب نے وصال کے وقت تاج محمد حشری صاحب  
فرمایا تھا کہ خواجہ نور محمد مہاروی کے مریدوں میں سے ایک شخص سلیمان نامی ملا  
کے لئے آ رہا ہے۔ ظاہری ملاقات مقدر میں نہیں ہے جب وہ آئیں تو انہیں میرا  
سلام کہیں اور یہ فولادی قلم دے دیں چنانچہ جن دنوں آپ وہاں معتکف تھے  
صاحب موصوف نے وہ فولادی قلم آپ کے سپرد کر دیا ہے  
قلم مقبول آل شاہ نزل شد ازاں مالک بملک لم یزل شد

## قیام مہار شریف:

آپ دہلی سے بخیر و عافیت واپس مہار شریف حضرت قبلہ عالم کی خدمت  
حاضر ہوئے۔ اور ہمہ تن ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ وہیں آپ نے سلوک  
کتابیں آداب الطالبین، فقرات، لوائح، عشرہ کاملہ اور فصوص الحکم وغیرہ  
اپنے پیرو مرشد سے درس لیا۔ حضرت قبلہ عالم نے آپ پر خاص توجہ فرمائی۔

## خلافت:

آپ پندرہ برس کی عمر میں حضرت قبلہ عالم سے بیعت ہوئے تھے۔ اپنے پیرو  
مرشد کی صحبت کیمیا اثر کا فیض صرف چھ سال تک اٹھایا۔ آپ خود ایک جگہ فرماتے  
ہیں کہ:

”مارا صحبت ظاہری قبلہ عالم شش سال یا کم بود“

آپ تقریباً اکیس برس کے تھے جب حضرت قبلہ عالمؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنی زبان مبارک سے اپنی خلافت کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ:

”جب حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے خلافت عطا کی تو میں نے انکار کیا اور عرض کیا کہ قبلہ یہ بارگراں مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس زمانہ میں لوگ خدا کی نافرمانی میں مشغول ہیں، میں کس طرح مخلوق کے اس بوجھ کو اپنی گردن میں ڈالوں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ مجھے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنی خلافت محمد سلیمان کو دے دو۔ میں اپنی طرف سے نہیں دے رہا۔ میں نے پھر معذرت چاہی کہ یا حضرت یہ بارگراں مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خلافت کیوں نہیں لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کام کے لائق نہیں ہوں۔ فرمایا کہ تو اس کام کے لائق ہے اسی لئے تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ ہم تمہیں اپنی جانب سے خلافت دے رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کے حکم سے خلافت قبول کرتا ہوں مگر یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ میں اس وقت مخلوق کو مرید کرونگا جب مجھے یقین ہو جائے کہ حق تعالیٰ میرے مریدوں کو بخش دے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے مریدوں کی شفاعت میں کروں گا اور حق تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔ اس کے بعد میں نے حضرت قبلہ عالمؒ سے خلافت لے لی۔“

**قیام تونسہ شریف:**

حضرت قبلہ عالمؒ کے ارشاد کے مطابق آپ خلافت کے بعد تونسہ شریف

آگے اور یہاں ایک خانقاہ کا قیام کیا اور اس خانقاہ میں بیٹھ کر ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک تبلیغ و اشاعت اور اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دیا۔ تونسہ شریف، ڈیرہ غازی خاں سے تقریباً تیس کوس کے فاصلہ پر ایک غیر معروف گاؤں تھا مگر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے قیام کے بعد مرکز رشد و ہدایت بن گیا۔ آپ نے وہاں مساجد، اقامت گاہیں، مدارس اور لنگر خانے تعمیر کر کے ایک ایسی خانقاہ کی بنیاد رکھی جو علوم ظاہری و باطنی کا ایک عالمی مرکز بن گئی۔

## لنگر:

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے لنگر کی حیثیت بہت ہمہ گیر تھی۔ اس میں وسعت اور باقاعدگی تھی اور درویشوں اور طلباء کو ہر قسم کی سہولتیں فراہم کی گئی تھیں۔ دو ہزار طلبہ و درویش اور تقریباً اتنے ہی مہمان و مسافر ہر روز لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے علاوہ ضرورت کی ہر چیز موجود رہتی تھی۔ حجام، لوہار، موچی، دھوبی اور آب کش وغیرہ ماہانہ تنخواہ پاتے تھے۔ بیماری کی حالت میں مختلف اقسام کی ادویات لنگر سے بلا معاوضہ ملتی تھیں۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ خدائش لائنگر کی نے عرض کیا کہ "حضرت اس مہینہ میں سات سو روپیہ صرف درویشوں کی ادویات پر خرچ ہو گیا ہے" آپ نے سن کر فرمایا کہ "اگر سات ہزار بھی ان درویشوں اور علماء و طلباء کے علاج پر خرچ ہو جائیں تو مجھے اطلاع نہ دی جائے۔ ان کے جانوں کے مقابلہ میں روپیہ کی کچھ حقیقت نہیں"۔

صاحب تاریخ مشائخ چشت لکھتے ہیں کہ:

"ویسے تو اس زمانہ میں ہندوستان کی کئی خانقاہوں میں بڑے بڑے لنگر قائم تھے اور سینکڑوں آدمیوں کا مجمع رہتا تھا مثلاً دہلی میں شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں پانچ پانچ سو فقیر رہتے تھے اور ان کے خورد و نوش کا انتظام ہوتا تھا۔ خواجہ محمد عاقل صاحب کی خانقاہ میں بھی لنگر کا بڑا

اہتمام تھا لیکن جو باقاعدگی اور جو مقاصد شاہ محمد سلیمان صاحبؒ کے لنگری  
نظام میں ملتے وہ کسی اور جگہ نہیں تھا۔

## محبتِ شیخ :-

آپ کو اپنے شیخ و مرشد سے بے حد محبت تھی بیعت کے بعد جب حضرت قبلہ عالمؒ  
کے حکم سے دہلی شریف گئے تو اس دوران آپ کی والدہ محترمہ کو آپ کی جدائی نے ستایا۔  
جب آپ واپس مہار شریف آئے اور والدہ محترمہ کی بے قراری کا سنا تو پیر و مرشد کی  
اجازت سے والدہ محترمہ سے ملنے کے لئے گڑگوجی حاضر ہوئے مگر مرشد سے دُور ہو کر  
عشق کی آگ اور بھڑک اُٹھی۔ ماں کی محبت اور مرشد کے عشق میں کشمکش شروع ہو گئی۔ آپ  
کی والدہ محترمہ نے آپ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ پہرے دار بٹھائے۔ راستوں میں کانٹے  
بچھائے مگر آپ اکثر پیدل ہی مہار شریف کو روانہ ہو جاتے۔ اور راستے کی تمام تکالیف  
تہایت خوشی سے برداشت کرتے۔ ایک بار میاں غلام حیدر اور میاں عیسیٰ جعفر کے ساتھ  
مہار شریف کو روانہ ہو گئے۔ راستے میں پاؤں خون سے بھر گئے یہاں تک کہ خود فرماتے  
ہیں کہ :

”ہردہ ناخن از ہر دو پاٹے من جدا شدند“  
(پاؤں کے دسوں ناخن انگلیوں سے جدا ہو گئے)

لیکن اس تکلیف کی حالت میں بھی چالیس کوس اور سفر طے کیا۔ سفر میں دو دو تین دن  
کے فاقے بھی ہوئے لیکن آپ عقیدت و ارادت اور عشق و محبت سے سرشار سب مصیبتیں  
بھیلتے ہوئے اپنے مرشد کے قدموں میں حاضر ہو گئے :

نوبہار است جنوں چاک گریباں مدے آتش افتاد بجاں جنبش داماں مددے  
شب تار است دگر دادی امین درپیش وحشت و صحر مددے خار مغیلاں مددے

۱۔ تاریخ مشائخ چشت مؤلفہ پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۶۶۷

## علمی مقام :-

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کا مطالعہ نہایت وسیع اور علمی مقام بہت بلند تھا۔ قرآن، حدیث اور فقہ پر مکمل عبور تھا۔ جب کوئی مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا تو برجستہ اسناد نقل کر دیتے۔ تصوف کی تمام مستند کتب کا عمیق مطالعہ کیا ہوا تھا۔ آپ اپنے خاص خاص شاگردوں اور مریدوں کو جن کتابوں کا خود درس دیتے تھے وہ درج ذیل ہیں :-

آداب الطالبین - عوارف المعارف - فصوص الحکم - احیاء العلوم - فوائد الفوائد  
فتوحات مکیہ - فقرات - لوائح - عشرہ کاملہ - نقد فصوص - سوار السبیل  
تسلیم - نفحات الانس -

## اتباع شریعت :-

آپ خود کامل اتباع شریعت کرتے تھے اور اسی کی تلقین و تاکید بھی فرماتے تھے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ اتباع شریعت کے بغیر انسانیت کا کمال و شوار سے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ تزکیہ نفس اور روحانی ارتقاء اتباع شریعت کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتے۔ صاحب نافع السالکین لکھتے ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے :-

”یک فعل غیر مشروع بندہ را از مرتبہ ولایت ہفیکند“

(ایک غیر شرعی فعل بندے کو مرتبہ ولایت سے نیچے پھینک دیتا ہے)

نیز آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ :

”ہر کہ خواہد کہ مقبول و محبوب حق سبحانہ تعالیٰ گردد باید کہ در متابعت

شریعت ظاہراً و باطناً کوشش نماید چنانچہ نص دریں باب وارد است

”إِنَّكُمْ تَحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“

(جو شخص چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ کا محبوب ہو جائے اسے چاہیے کہ ظاہر و باطن

میں شریعت کی متابعت کرے چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میرا (یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا) اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

**اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم :-**

صاحب تاریخ مشائخ چشت لکھتے ہیں کہ: "شاہ صاحب (حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی) متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بچید زور دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ دین و دنیا دونوں میں کامیابی کا انحصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر ہے۔ بے متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حصول مقصد ناممکن ہے۔ کمالیت بھی اسی وقت مل سکتی ہے جب زندگی کے ہر شعبہ میں اس اکمل ترین شخصیت کا اتباع ہو اور روح کی کمالیت بھی اس وقت ممکن ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر گامزن ہو۔ سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طے نہیں کی جاسکتیں۔

محال است سعدی کہ راہ صفا  
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم " اے

**معمولات :-**

آپ اپنے اوقات و معمولات کے بہت پابند تھے۔ مغرب کے بعد ایک پہر ذکر چہر میں مشغول رہتے۔ ذکر سے فراغت کے بعد ہر شخص کو حاضری کی اجازت ہوتی۔ اس سے فراغت ملتی تو رات کا کھانا تناول فرماتے۔ پھر عشاء کی نماز باجماعت

اے تاریخ مشائخ چشت ص ۶۴۵



پڑھ کر حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ تہجد کے بعد ذکرِ جہر کرتے۔ اُس وقت گائے گائے ایک مخصوص محفل سماع بھی ہوتی جس میں کسی شخص کو بھی حاضری کی اجازت نہیں تھی۔ میاں احمد قوال کچھ سناتے۔ آپ سنتے۔ نمازِ فجر سے قبل اپنے تخت پر آرام فرماتے تھے۔ جب اذان ہو جاتی تو مسجد میں تشریف لاتے۔ نماز کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ ایک پہر گزرنے پر مجلسِ عام شروع ہو جاتی۔ اس کے بعد کھانا تناول فرماتے اور کسی قدر قیلولہ کے بعد نمازِ ظہر ادا کرتے پھر عصر کی نماز تک کلامِ پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ عصر سے مغرب تک مسجد میں قیام فرماتے۔ سفر ہو یا حضر، معمولات میں فرق نہ آتا تھا۔

## استغناء :-

خلافت کے بعد جب آپ نے تو نہ تشریف میں رہائش اختیار کی تو یہ حالت تھی کہ رہنے کے لئے مکان نہیں تھا۔ سرکنڈوں کی ایک جھونپڑی تھی جس میں آپ فقرو فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر کچھ عرصہ بعد جب بڑے بڑے امرار و زرارہ جاگیردار اور نواب قدم بوسی کے لئے حاضر ہونے لگے تو فتوح کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دنیا کی بر نعمت آپ کے قدموں میں آگئی۔ لیکن ان تمام نعمتوں کے باوجود استغناء کا عجیب عالم تھا۔ نافع السالکین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ڈیرہ غازی خاں کے نواب نے درویشوں کے لئے حاجات کے لئے جاگیر پیش کی تو آپ نے فرمایا :

”ہم اس جاگیر کو قبول نہیں کریں گے کہ یہ ہمارے مشائخ کے طریقہ کے

خلاف ہے۔“

اُس وقت مجلس میں جو احباب حاضر تھے ان میں سے کسی نے عرض کیا کہ آپ صاحبزادہ گل محمد صاحب کے لئے جاگیر قبول فرمائیں۔ یہ سنا تو فرمایا :-

”صاحبزادہ گل محمد کو بھی اس جاگیر کی حاجت نہیں۔ اگر یہ درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا رہے گا تو اس کی خدمت کے لئے مقربین بطور خدمت گار مقرر ہوں گے۔“

## عجز و انکسار :-

ایک مرتبہ ایک شخص محمدؐ و اہل نامی حاضر خدمت ہوا۔ اُس نے عرب و عجم کے رُحانی و دینی مراکز دیکھے ہوئے تھے۔ جب تونسہ شریف کا نزالا عالم دیکھا تو اُس نے آپ کی بہت تعریف کی۔ آپ نے فرمایا :

”میاں واصل میں تو وہی ہوں جو تونسہ میں گداٹی کر کے کھانا کھایا کرتا تھا۔  
یہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔“

## دستگیری :

خاتم سلیمانی میں آپ کی آخری عمر کا ایک واقعہ درج ہے کہ :

”ایک دفعہ آپ حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک میں شرکت کے دوران حضرت بابا تاج سرور حشتیؒ کی درگاہ میں حاضر تھے کہ چند عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اُن میں سے ایک عورت نے سوال کیا کہ یا حضرت آپ نے اب تک لاکھوں غلاموں کو مرید کیا ہے اور جب تک آپ حیات میں اور لوگ سلسلہ میں داخل ہوں گے اور آپ کا دستور یہ ہے کہ کسی کو بھی اپنے پاس زیادہ دیر بیٹھنے نہیں دیتے۔ ان میں سے بعض رات کو بیعت ہوتے ہیں اور بعض دن کو اور بیعت کے بعد آپ سب کو جلد رخصت کر دیتے ہیں۔ آپ کا ہر مرید یہ اُمید رکھتا ہے کہ قیامت کے دن آپ اُس کا وسیلہ بنیں گے پس قیامت کے دن اُس ہجومِ خلائق میں آپ اپنے مریدوں کو کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا: ”تم نے نہیں دیکھا کہ سات آٹھ چرواہے اپنی اپنی بھڑوں کو ایک دوسرے کی بھڑوں کے ساتھ ملا کر چراتے ہیں۔ تمام بھڑیں ایک رنگ کی ہوتی ہیں۔ ایک ہی طرح کے ان کے چہرے ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی طرح کی عادات ہوتی ہیں مگر رات کی تاریکی میں وہی چرواہے اپنی اپنی بھڑوں کو پہچان کر ایک دوسرے سے

علیحدہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو لے جاتے ہیں۔ میں بھی اسی طرح اس دن اپنے مریدوں اور دوستوں کو شناخت کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔“ لے

## مقبولیت :-

آپ کی مقبولیت کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے جو تمام تذکروں

میں موجود ہے کہ :

” ایک دفعہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو اچانک ہزار ہا مخلوق تونسہ شریف میں آپ کے در دولت پر جمع ہو گئی۔ ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے آنے اور جمع ہونے کا کیا سبب ہے کہنے لگے کہ ہم نے ایک آواز غیبی سنی ہے کہ جو کوئی آج حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کی زیارت کرے گا وہ جنتی ہے۔ مخلوق خدا چالیس چالیس پچاس پچاس کوس سے آکر جمع ہو رہی تھی۔ جب آپ نے لوگوں کا شور سنا تو اپنے خادم خاص محمد اکرم سے پوچھا کہ یہ انبؤہ کثیر کس لئے جمع ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ پہلے خود ہی مخلوق خدا کو بلا لیا ہے۔ اب مجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ لوگ کس لئے آئے ہیں۔ اب براہِ خدا حجرہ سے باہر تشریف لے آئے تاکہ مخلوق خدا زیارت کر سکے۔ پس آپ حجرہ شریف سے نکل کر بنگلہ شریف میں بیٹھ گئے۔ لوگ ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے۔ جب باہر سے آنے والی مخلوق فارغ ہو گئی تو پھر تونسہ شریف اور قرب دجوار کے لوگ بھی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ چونکہ صاحبزادگان مہاروی اور دیگر حضرات بھی موجود تھے وہ سب بھی آئے اور زیارت قدیم بوسی کی۔“ لے

۱۔ مناقب المہبوبین ص ۱۶۸

۲۔ مناقب المہبوبین ص ۱۹۵-۱۹۶

## علالت اور وصال :-

صاحب مناقب المحبوبین لکھتے ہیں کہ :

" یوں ۲۱ محرم ۱۲۶۷ھ کو اپنے وطن سے براستہ پاکستان و چشتیاں شریف سفر کرتا ہوا  
تونسہ شریف حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں پہنچا۔ اس دن سے کہ  
وصال تک آپ کی زبان مبارک سے ایک شعر روز سناتا تھا جسے آپ ہر وقت پڑھتے تھے :

آہن کہ بہ پارس آشنا شد  
فی الحال صورتِ طلا شد

اور کبھی کبھی یہ شعر پڑھتے تھے :-

اگر گیتی سراسر باد گیرد  
چراغِ مقبلان ہرگز نہ میرد

جب ماہ صفر ۱۲۶۷ھ کا آغاز ہوا تو آپ نے فرمایا "خدا خیر کرے" اس کے بعد آپ  
کو زکام ہو گیا، جو دن بدن شدت اختیار کرتا گیا۔ ادویات دی گئیں مگر مرض بڑھتا ہی گیا۔  
ایام بیماری میں بھی آپ اوراد و وظائف مقررہ اوقات پر ادا فرماتے رہے۔ جب چھ صفر  
گزر گیا اور ساتویں رات آگئی تو مرض زیادہ ہو گیا۔ نمازِ عشاءِ حجرہ میں باجماعت پڑھی اور  
پھر مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔

حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے پوتے میاں نظام الدین دہلویؒ بھی موجود تھے۔  
صاحبزادہ خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ بھی آپ کی چار پائی پر پائنتی کی طرف بیٹھے تھے۔ دوسرے  
چند پیر بھائی بھی حاضر تھے کہ آپ پر حالتِ نزع طاری ہو گئی اور آپ شغلِ پاسِ انفاس زور  
زور سے کرنے لگے۔ جب تہجد کا وقت آیا تو آپ نے نماز تہجد اشاروں سے ادا کی۔ پھر بیٹھ  
گئے اور تسبیح نکال کر پڑھنے لگے۔ وظائف سے فارغ ہو کر صاحبزادہ اللہ بخشؒ کی طرف دیکھا  
اور فرمایا "تو کون ہے؟" میاں صالح محمد نے عرض کیا: "قبلہ یہ آپ کے صاحبزادہ گل محمدؒ کا  
بیٹا اللہ بخش ہے۔ توجہ کا وقت ہے۔ اپنے پوتے پر کرم فرمائیں"۔ اس وقت صاحبزادہ اللہ بخشؒ

کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے فرمایا: "وَنَفَحْتُ فَيْدٍ مِنْ رُوحِي" اس کلام کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ ۷ صفر ۱۲۶۷ھ بروز جمعرات آپ کا وصال ہوا۔ ان اصحاب نے تاریخ ہے وصال نکالیں:-

مولوی محمد حسین پشاری

اے دریغ اے دریغ گشت پہاں آفتابے زیر تیغ

مولوی حسین علی فتح پوری

سیمان زباں رحلت چو فرمود یکایک درجہاں ظلمت بنفیزود  
پئے سال وصالش ہا تفس عیب بگفت او آفتابِ چشتیاں بود

## پس ماندگان:

آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی۔ سب سے بڑے بیٹے خواجہ گل محمد دوسرے خواجہ درویش محمد تیسرے خواجہ عبداللہ معصوم۔ تینوں بیٹوں کا وصال آپ کی حیات مبارک میں ہی ہو گیا تھا۔ ان حضرات کے مزارات بڑے قبرستان میں ہیں۔ حضرت خواجہ گل محمد آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شب و روز ذکر و اشغال اور یاد خدا میں مشغول رہتے تھے۔ اپنے والد گرامی کے درویشوں کی خود خدمت کیا کرتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت صاحب کے فقیروں میں سے ہوں۔

سماع سے بڑی رغبت تھی۔ ایک دفعہ پاکستان شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے عرس مبارک پر جناب حافظ شیرازی کے ان اشعار پر آپ کو ایسا وجد ہوا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔

فانش مے گوئم و از گفتم خود دل شادم بندہ عشقم و از بردو جہاں آزادم  
نیست بر بروج دلم جز الف قامت دو چہ کنم حرف دگر یاد نذارم استادم  
خواجہ گل محمد کا وصال ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۶۷ھ میں ہوا۔ ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑے لڑکے حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش اور دوسرے بیٹے

حضرت خواجہ خیر محمدؒ تھے۔

## سجادیگی :-

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے وصال کے بعد آپ کے پوتے حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ سجادہ نشین ہوئے۔

## ارشادات :-

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ بائیس برس کی عمر میں مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پورا سی برس کی عمر تک تعلیم و تربیت اور تلقین و ارشاد میں مصروف رہے۔ اس مدت میں لاکھوں تشنگانِ معرفت ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبتِ کیمیا اثر سے فیض یاب ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔ آپ نے مختلف مواقع اور مختلف مجالس میں جو ارشادات فرمائے ان میں چند درج کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے کہ :

نہ تنہا عشق از دیدار خمیزد  
بسا کیں لذت از گفتار خمیزد

(۱) فرمایا: شیخ مرید کا مشاطہ ہے۔ جس طرح مشاطہ عروس کو آراستہ کر کے اس کو محبوب کی صحبت کے قابل بناتی ہے۔ اسی طرح شیخ طریقت مرید کے ظاہر و باطن کو شریعت سے پیراستہ کر کے محبوبِ حقیقی کی صحبت کے لائق بناتا ہے۔

(۲) فرمایا: ایک روز میں نے حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کی خدمت میں یہ شعر پڑھا:

کمالِ صنعتِ مشاطہ شاید  
کہ روئے زشت را زیبا نماید



اس پر حضرت خواجہ مہارویؒ نے فرمایا کہ مجھ سے بھی ایک شعر سنو۔

مگو کہ پیر شہری تابِ عاشقیت نماند

شرابِ کہنہ ما مستی دگر دارد

(۳) فرمایا: میں ایک سال قصبہ مارٹیوالہ میں قبلہ عالم حضرت خواجہ مہارویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ چند روز کے بعد رخصت حاصل کی۔ غصت کرتے وقت حضرت خواجہ مہارویؒ نے اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر مجھے جھنجھوڑا اور یہ شعر پڑھا:

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتم

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۴) فرمایا: سالک کو چاہیے کہ ہر ایک کا ادب و احترام کرے۔ بالخصوص اپنے پیر مہائیوں کا بہت خیال رکھے۔ میرے حضرت خواجہ مہارویؒ اپنے شیخ کے مریدوں کا ادب اتنا کرتے تھے جتنا اپنے شیخ کا ادب کرنا چاہیے۔ اور یہ دولت کسی کسی کو میسر آتی ہے کیونکہ یہ اپنے شیخ کے ساتھ بے انتہا عشق کا ثمرہ ہے۔

(۵) فرمایا: خاصانِ خدا کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام مخلوق سے زیادہ گناہگار سمجھتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ نیک آدمی وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ گناہگار سمجھے۔ اور پُر آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو سب سے اچھا سمجھے۔

(۶) فرمایا: سالک کو چاہیے کہ عملیات میں وقت ضائع نہ کرے۔ ایسے مشغلے تو راہِ فقر کے ڈاکو ہیں۔ ذکرِ الہی میں مصروف رہے کیونکہ اصل مقصود تو خدا کو یاد

کرنا ہے۔

(۷) فرمایا: غرور و تکبر سے بچو۔ کسی کو حقارت سے نہ دیکھو۔ عجز و انکسار سے زندگی بسر کرو اور اپنے آپ کو سب سے بدتر اور کم تر جانو۔ اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت بابزید بسطامیؒ کی سی انکساری پیدا کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ہارنل کی محسوس ہوئی۔ نمازِ استسقا

کے باوجود جب بارانِ رحمت نازل نہ ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ بُرے لوگوں کی شامت اعمال سے یہ ہوا ہے۔ جب حضرت بسطامیؒ نے یہ سنا تو فوراً شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور فرلنے لگے کہ سب سے بُرا تو میں ہوں اس لئے میں چلا جاتا ہوں۔

(۸) فرمایا: والدین کی خدمت اور فرمانبرداری دل و جان سے کرنی چاہیے۔ حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ والدین کعبۃ اللہ کی مانند ہیں۔ جو والدین کو رد کرتا ہے وہ خود کبھی مقبول نہیں ہوتا۔

(۹) فرمایا: امراء سے اجتناب کرو۔ اُن کی صحبت سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ اہل دنیا کی صحبت سے دُور رہے کہ اُن کا قُرب جان و ایمان کی ہلاکت ہے۔  
(۱۰) فرمایا: بُری صحبت سے بچو۔ اس کے اثرات بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ اور جلدی اثر کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اور اتباعِ شریعت کرو۔ اتباع سے مراد دو چیزیں ہیں۔ جو کچھ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اُسے کرنا اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے بچنا۔

(۱۱) فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی کام بغیر حکمت نہیں ہوتا۔ لیکن وہ حکمت کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ سالک کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کو عین حکمت سمجھے۔ اگرچہ اس حکمت سے واقف نہ ہو۔ اس پر اعتراض نہ کرے جس نے اعتراض کیا وہ دارین میں مردود ہو گیا۔ اسی کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک ابدال پر واز میں تھا۔ دریا پر بارش ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر حق تعالیٰ زمین پر بارش برساتے تو بہتر تھا تا کہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ اس ابدال کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اس کا درجہ ابدال سلب ہو گیا۔

(۱۲) ایک ہندو جوگی نے سوال کیا کہ یا حضرت فقیر کا مرتبہ بڑا ہے یا شریعت کا۔ فرمایا: شریعت فقیر پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ اہل شریعت نے فقرا کو سُولی پر لٹکایا ہے کسی فقیر نے اہل شرع کو سُولی پر نہیں لٹکایا۔

(۱۳) فرمایا: ہمارے پیراں عظام کے عمل دو رسالوں میں ہیں۔ ایک رسالہ تقسیم اوقات

عربی میں ہے۔ جو پہل دو نسخہ کے رسائل سے ہے۔ اور حضرت شیخ محمدؒ کی تصنیف ہے۔ دوسرا رسالہ اوراد نصیر ہے۔ جس کے جامع حضرت مولانا نصیر الدین چراغ دہلویؒ ہیں۔ پھر آپ نے خلفاء سے فرمایا: تم بھی ان کو نقل کر لو۔ ان اوراد کو پڑھو اور ان پر عمل کرو۔

## خلفاء:

صاحب مناقب المحبوبین لکھتے ہیں کہ:

”حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے خلفائے کاملین بے شمار تھے جو احاطہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ اس لئے کہ آپ بائیس سال کی عمر میں مشیخت و ارشاد کے سجادہ پر رونق افروز ہوئے اور چوراسی سال کی عمر تک مخلوق خدا کو شریعت و طریقت کا راستہ بتاتے رہے۔ اس مدت میں اطراف و اکناف سے یعنی افغانستان، ہندوستان، سندھ، عرب، ترکستان، روم اور شام سے مخلوق خدا آتی تھی۔ اور راہِ خدا سیکھ کر واپس اپنے ملک چلی جاتی تھی جب آپ کسی کو لائق ارشاد خیال فرماتے تھے تو اسے اجازت و خلافت دے کر روانہ کر دیتے تھے۔ بعض کو خفیہ طور پر نعمت عطا کر کے بھیجا کہ ان کے احوال کی کسی کو خبر نہیں ہے۔

البتہ آپ کے مشہور ترین خلفاء حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ حضرت خواجہ گل محمد تونسویؒ (وصال: ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۶۰ھ)
- ۲۔ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ (وصال: ۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ)
- ۳۔ خلیفہ محمد باران کلاچویؒ (وصال: ۲۸ ربیع الاول ۱۲۵۲ھ)
- ۴۔ حافظ سید محمد علی خیر آبادیؒ (وصال: ۱۸ ذیقعدہ ۱۲۶۶ھ)
- ۵۔ مولوی محمد علی مکھڑیؒ (وصال: ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۵۳ھ)
- ۶۔ مولوی شمس الدین سیالویؒ (وصال: ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ)
- ۷۔ مولوی احمد تونسویؒ (وصال: ۱۷ شوال ۱۲۷۲ھ)
- ۸۔ صاحبزادہ غلام نصیر الدین عرف میاں کالے صاحبؒ، نبیرہ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ (وصال: ۱۵ صفر ۱۲۶۲ھ)

- ۹۔ صاحبزادہ نور بخش بہارویؒ نبیرہ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہارویؒ
- ۱۰۔ صاحبزادہ قطب الدین بہارویؒ نبیرہ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہارویؒ
- ۱۱۔ خواجہ محمود بہارویؒ۔ آپ قاضی محمد عاقلؒ (کوٹ اسمٹن شریف) کے مرید و خلیفہ تھے مگر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے بھی خلافت و اجازت تھی۔
- ۱۲۔ خواجہ غلام فرید بہارویؒ۔ آپ حافظ محمد جمال ملتانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے مگر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے بھی خلافت و اجازت تھی۔
- ۱۳۔ مولوی سرفراز چشتیؒ فریدی ساکن ڈیرہ اسماعیل خاں۔ جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی اولاد سے تھے۔
- ۱۴۔ سید شیر شاہ پاک پتیؒ، جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے خلیفہ مولانا بدر الدین اسحاقؒ کے نبیرہ تھے۔
- ۱۵۔ حافظ غلام رسولؒ، جو حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفہ مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ کے نواسے تھے۔
- ۱۶۔ حاجی نجم الدین شیخادانیؒ، مؤلف مناقب المحبوبین
- ۱۷۔ مولوی امام الدینؒ، مؤلف نافع السالکین
- ۱۸۔ مولوی یار محمدؒ، مؤلف منتخب المناقب
- ۱۹۔ سید میاں حسن عسکری دہلویؒ، جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔
- ۲۰۔ مولوی نور جہانیاں بہاولپوریؒ
- ۲۱۔ مولوی علی محمدؒ، جو حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے امام تھے۔
- ۲۲۔ مولوی عبدالرحمنؒ، جو آپ کے مؤذن تھے۔
- ۲۳۔ جناب محمد اکرمؒ، جو آپ کے خادم خاص تھے۔

لے ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ حالانکہ وہاں خاندان عالیہ سلیمانیہ کے افراد ہی مدفون ہوتے ہیں۔

۲۴۔ جناب غلام رسول خاں ماکو افغان، جو آپ کے خادم خاص تھے۔

۲۵۔ جناب مولوی عبدشکور خیر آبادیؒ

۲۶۔ جناب سردار خاں ولایتیؒ

۲۷۔ جناب حسن شاہ قندھاریؒ

۲۸۔ جناب ولی اللہ خراسانیؒ

۲۹۔ جناب ولی محمد منبر والہؒ

۳۰۔ مولوی محمد حیات دہلویؒ

۳۱۔ میر فضل علی جھجھرویؒ

۳۲۔ مولوی قیام الدین دہلویؒ

۳۳۔ مولوی شرف الدینؒ

۳۴۔ شیخ احمد مدنی صاحبؒ

۳۵۔ مولوی نور محمد ملتانیؒ

۳۶۔ حافظ نور الدینؒ ساکن نواحی مہار شریف

۳۷۔ مولوی امام الدینؒ ساکن لاہور

۳۸۔ جناب نور احمد سندھیؒ

۳۹۔ جناب غلام محمد شیروانیؒ

۴۰۔ سیدستان شاہ کابلیؒ

۴۱۔ مولوی عبدالرحمنؒ جو حضرت قبلہ عالم کے مرید تھے مگر خلافت و اجازت آپ کے تھی۔

۴۲۔ میان نظام الدینؒ ساکن بمبئی

۴۳۔ جناب شرف الدین کوردستانیؒ

ان کے علاوہ حضرت پیر پٹھان، غوث زماں، غربا نواز، خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

کے اور بھی بہت سے خلفاء ہر ملک میں موجود تھے۔ نیز خلفاء کے علاوہ آپ کے عام

مریدوں میں سے بھی کثیر تعداد ایسے مریدوں کی تھی جو صاحب نسبت اور صاحب کرامت

تھے اور کا ملین میں شمار ہوتے تھے۔

## حرفِ آخر

الغرض حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نے اپنے اثر آفرین ارشادات نظام تربیت اور فیضانِ نظر سے اپنی صحبت میں آنے والوں کو اپنے چشمہ جمال و جلال سے اس قدر فیض یاب کیا کہ سنگھڑ ندی کے کنارے پر بسنے والا یہ چھوٹا سا گاؤں تونسہ جلد ہی تونسہ شریف بن گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بہ سوئے ملکِ سنگھڑ رد اگر دنیا و دینِ خواہی

غلامِ شاہِ تونسہ شو اگر حقِ الیقینِ خواہی

آپ کے قدمِ مہینتِ لزوم سے یہ غیر معروف علاقہ مرکزِ علم و عرفان بن گیا۔ جہاں سے لاکھوں اہلِ محبت روحانی تربیت پا کر مختلف ممالک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔ ہر مقام پر چشتیہ نظامیہ سلیمانہ کی خانقاہیں قائم ہو گئیں اور چشت اہلِ بہشت کی شمعِ فرزراں کی روشنی سے ایک جہان منور ہو گیا۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود

سالمہ سجدہ صاحبِ نظر اں خواہ بود

## آپ کے ملفوظات اور آپ کے حالات میں تصانیف

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نے خود کوئی تصنیف نہیں کی۔ مگر اپنی زندگی میں ایسے مریدین و خلفاء ضرور پیدا کئے جنہوں نے آپ کے وصال کے بعد آپ کے ملفوظات مرتب کئے۔ اور آپ کے حالات اور آپ کی تعلیمات پر تصانیف و تالیفات کیں۔ بعض قلمی حالت میں موجود ہیں اور بعض طبع بھی ہوئیں۔ ان میں سے معروف کتابوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :



نمبر شمار	نام کتاب	نام کاتب / مصنف	نام مترجم	تاریخ کتابت / طبعیت	زبان	نام کتب خانہ / سپلشر
۱-	راحت العاقین	مولوی محمد	-	۱۲۷۵ھ	فارسی	قلمی (مکھڑ شریف)
۲-	رسالہ در مسائل فقہ	مولوی عبدالغفار	-	-	فارسی	قلمی (تونسہ شریف)
۳-	ملفوظات خواجہ محمد سلیمان	مولوی غلام حید	-	-	فارسی	قلمی (تونسہ شریف)
۴-	نافع التالکین	مولوی امام الدین	-	۱۲۸۵ھ	فارسی	مطبوعہ لاہور
۵-	مناقب سلیمانی	غلام محمد جھجھری	-	۱۲۸۸ھ	فارسی	مطبع احمدی دہلی
۶-	مناقب المحبوبین	حاجی نجم الدین سلیمانی	-	۱۳۱۲ھ	فارسی	مطبع محمدی لاہور
۷-	مناقب سلیمانیہ	حافظ احمد یار	-	-	فارسی	-
۸-	منتخب المناقب	مولوی محمد یار	-	-	فارسی	حمید پریس لاہور
۹-	منظر سلیمانیہ	غلام فریدی سیسی	-	-	فارسی	اردو پریس لاہور
۱۰-	تذکرۃ المشائخ	مولانا بخش بھندوی	-	۱۳۰۷ھ	اردو	مطبوعہ فیروز پور
۱۱-	خاتم سلیمانی	مولوی بخش بیچ	-	۱۳۲۵ھ	اردو	خادم التعلیم پریس لاہور
۱۲-	سیرت سلیمان	مولوی صالح محمد تونوی	-	۱۹۳۵ء	اردو	فیروز پریس لاہور
۱۳-	حیات سلیمان	ایم صالح محمد تونوی	-	۱۹۵۶ء	اردو	تعلیمی پریس لاہور
۱۴-	مرآة التالکین	(اردو ترجمہ نافع التالکین)	-	-	اردو ترجمہ	ٹیپریس گوجرانوالہ
۱۵-	حیات سلیمان (طبع ثانی)	ایم صالح محمد تونوی	-	۱۹۵۶ء	اردو	چشتیہ تونسہ کتاب گھر تونسہ شریف
۱۶-	تذکرہ حضرت خواجہ سلیمان گونسوی	اردو ترجمہ نافع التالکین	ماجزادہ { حسن للہی	-	اردو	شارع ادب لاہور
۱۷-	مناقب المحبوبین	(اردو ترجمہ مناقب المحبوبین)	پروفیسر { افتخار احمد چشتی سلیمانی	۱۹۷۷ء	اردو	اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور
۱۸-	تونسوی اور ان کے خلفاء	ڈاکٹر محمد حسین للہی	-	۱۹۷۹ء	اردو	اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور

## خلفاء:

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے خلفاء بے شمار تھے۔ جو احاطہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ جیسا کہ مناقب المحبوبین میں مرقوم ہے:

”بدانکہ آن غوثِ زماں و محبوبِ رحمان حضرت خواجہ سلیمان رضی اللہ عنہ  
را خلفائے کاملین بسیار اند کہ در احاطہ تحریر و تقریر نیاند  
..... بعضے را چنان خفیہ نعمت دادہ فرستادہ اند کہ از حال او  
کے راجح نیست۔“

مناقب المحبوبین میں صرف ۶ خلفاء کے اسمائے گرامی دیئے گئے ہیں  
مگر مندرجہ بالا قول کے مطابق خیال آیا کہ نہ جلتے کتنے اور خلفاء ہیں جن کے  
نام ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہی کسی تصنیف میں موجود ہیں۔ اس لئے کیا کہ اگر  
کسی کی جانب سے مصدقہ ثبوت ملے تو اسے شامل فرست کرنا چاہیے۔

اس سلسلہ میں میاں عبدالصمد صاحب مہاروی دامت برکاتہ نے مجھے ایک  
خاص فروگزاشت کی طرف توجہ دلائی۔ کہ اس تذکرہ میں مہاروی حضرات میں سے  
بعض کے نام خلفاء کی فہرست میں درج نہیں ہیں۔ صاحب موصوف نے اپنے  
مکتوب گرامی میں اس کی وضاحت فرمائی۔ آپ کا مکتوب (صفحہ ۱۱۶-۱۱۷) شامل

کتاب کردہ ہوں اور اس ترمیم کے ساتھ حضرت میاں غلام نبی صاحب

مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے خلفائے

کاملین میں شامل کرتا ہوں

(مرتب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دائرا

حسینی صاحب

مقام الحق حوت افتخار حسینیان

حسینیان

فرید منزل

لہذا صلوات اللہ علیہم اجمعین - مزاج کر

دام ظلہ

راوی حضرت انبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجادہ سیدنا حضرت علیؑ

مترجم بزرگ حضرت والد حاجی عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ

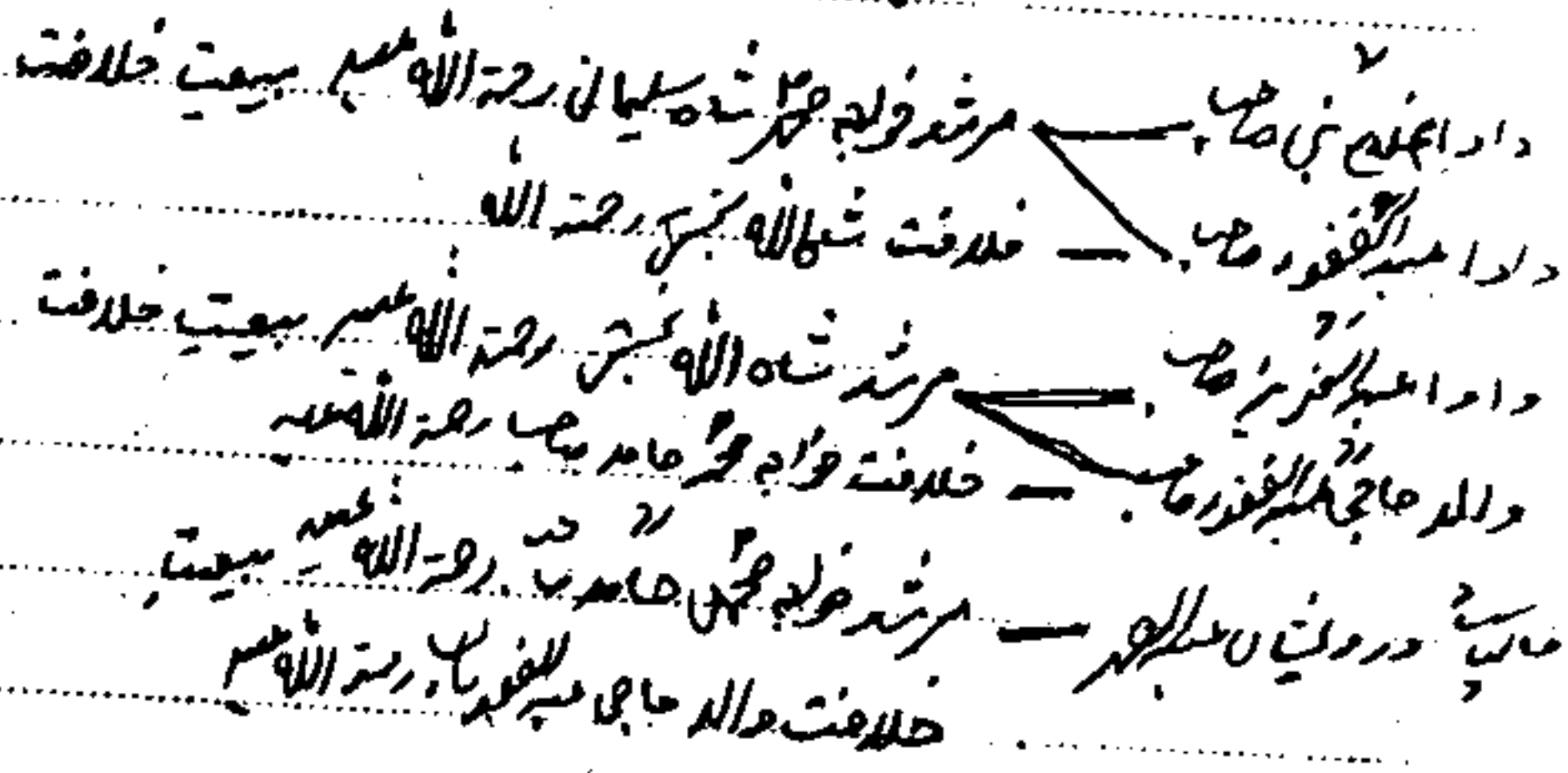
حوت خلیفہ امیر شیخان خولج محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ مصنف مبارک و حسین صاحب اللہ علیہ

حوت دادا علیؑ بنی صاحب قریب عالم فی اولاد سے پہلے شخصیت ہیں جو میر شیخان امیر اور خلیفہ سید دادا صاحب نے ہی اپنے بھائیوں خولج نور محمد صاحب سید لعل محمد صاحب مولانا قلی اللہ بن صاحب و سید فخر الدین صاحب کو

حوت خولج محمد صاحب نے شہ سلیمان کی بیعت سے شرف حاصل کیا ہے جنہوں نے حوت کے والد امیر حوت و امیر محمد صاحب سے بیعت سہرا یا اور علیؑ بنی صاحب کا اس حوت کو بیعت لینا فرمایا۔

دادا علیؑ بنی صاحب نے حسینیان کو قریب و دور سے تہذیب و تہذیب دربار شریفین جانب مشرق اپنے مرشد امیر شیخان رحمۃ اللہ علیہ میں جاری کرنے کی تعمیر کو اپنے حسین اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قیام فرماتے تھے۔

عبود حضرت شاد اللہ بنسرحمۃ اللہ علیہ مشہور عمل کی تعمیر سے باوجود ان کے حوتوں میں کچھ بھی دولہا بننے تھے۔



عبد الغفور صاحب

۱۳۰۵  
۳ ذی قعد

## حضرت پیر پٹھان کے خلفاء کے یقیناً اسمائے مبارک (مناقب المہربین کے مطابق)

۴۴۔ مولوی شہسوار صاحب (ہمارے شریف کے قریب رہتے تھے)

۴۵۔ حاجی بختاور صاحب

۴۶۔ حافظ برخوردار صاحب

۴۷۔ مولوی صالح محمد صاحب تونسوی

۴۸۔ میاں عبداللطیف صاحب

۴۹۔ جناب نور عالم صاحب (مکھڑ شریف کے قریب رہتے تھے)

۵۰۔ سید فاضل شاہ صاحب کشمیری (گرٹھی شریف)

۵۱۔ جناب امیر الدین صاحب کشمیری

۵۲۔ مولوی ابوالحسن صاحب (سکنہ لانگھ)

۵۳۔ جناب تقی محمد صاحب (سکنہ لانگھ)

۵۴۔ مولوی قادر بخش صاحب

۵۵۔ مولوی حافظ عظمت (ہمارے شریف کے قریب رہتے تھے)

۵۶۔ مولوی غلام رسول صاحب ( " " " " " )

۵۷۔ سید فیض اللہ شاہ صاحب

۵۸۔ مولوی نظام الدین صاحب (لاہور کے قریب رہتے تھے)

۵۹۔ حافظ گوہر صاحب

۶۰۔ میاں دلیل صاحب خانیوڑی

۶۱۔ مولوی محمد حسین صاحب

۶۲۔ جناب غلام محمد صاحب

۶۳۔ جناب سہیل خان صاحب (سکنہ پنڈی)

۶۴۔ جناب غلام محمد صاحب ملتان

۶۵۔ مولوی محبوب عالم صاحب

۶۶۔ جناب غلام محمد صاحب رسولپوری

۶۷۔ جناب غلام محمد صاحب بلا دل پٹی

# منقبت

فخر الاولیاء حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ السلام  
 (از مولوی قحید الحق محو)

دلا خاک رہ کوئے سلیمان شو	اسیر دام گیسوئے سلیمان شو
شہادت گرموس اری پادرتونسہ قدس	شہید تیغ ابروئے سلیمان شو
اگر خواہی کہ مجھورے وحدت شوی اے دل	حر یص جام خوبے سلیمان شو
اگر درہی قانی بقلے جاوداں خواہی	میرض چشم جاوے سلیمان شو
اگر اسرار وحدت را بدیں خوشین خواہی	بہ ورد مصحف روئے سلیمان شو

چوں ذات پاک اللہ بخش مجوزات اللہ ہو

دلا خاک رہ کوئے سلیمان شو

# قطعه تارخ وصال

از حاجی نجم الدین سلیمانی مؤلف مناقب المحبوبین

در داکه غوث الاعظم را ہی سوء چنان شد

از بجزا و دو عالم پر شور و پر فغان شد

از سال انتقالش یافت مرا بگفته

محبوب ذاتِ حق بود اندر زمین تماش شد





## دوسرا باب

حضرت ثانی

خواجہ شاہ الحدیث تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

تا

ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کسی نے آپ سے سوال کیا۔ حضرت کیا آپ کے سلسلہ  
کی پہچان نیلا تہ بند ہے؟ فرمایا: "نہیں ہمارے سلسلہ کی  
پہچان تو پاؤں کی نماز باجماعت ہے۔"

○

## پیدائش اور خاندان :

امام التارکین، برہان العاشقین، شہبازِ طریقت، غربانِ نواز، غوثِ زمان، اعلیٰ حضرت  
خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ گل محمد  
دوسرے حضرت خواجہ درویش محمد، تیسرے حضرت عبداللہ محصوم۔  
حضرت خواجہ گل محمد کی بیعتِ ارادت اعلیٰ حضرت تونسوی سے تھی۔ دینی تعلیم  
آپ نے حافظ حسن صاحب اور مولوی نور احمد صاحب سے حاصل کی۔ علوم ظاہری کی  
تکمیل کے بعد علومِ باطنی کی تکمیل اپنے والد گرامی حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان سے کی اور خلافت  
حاصل کی۔ خواجہ امام بخش بہاروی نے گلشنِ ابرار میں تحریر فرمایا ہے کہ "آپ اسمِ باسْمِیٰ  
یعنی ایسے بھول تھے جس کی خوشبو سے مشامِ جان تازہ ہوتا تھا۔ کہ وہ پیرِ آپ کی شفقت  
تھی اور ہر مہینے و عید کیلئے مایہ تسکین تھے۔ آپ کا وصال ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۶۶ھ  
کو حضرت غوثِ زمان کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا۔

حضرت خواجہ گل محمد کے دو بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت شاہ اللہ بخش  
دوسرے حضرت خواجہ خیر محمد۔ حضرت شاہ اللہ بخش کی ولادت باسعادت ماہِ ذوالحجہ  
۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی خوشخبری حضرت غوثِ زمان کو خانقاہِ قبلہ عالم  
چشتیان شریف میں ملی، جہاں آپ اپنے پیر و مرشد قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد  
بہاروی کے عرسِ مبارک میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ آپ بہت  
خوش ہوئے۔ نو مولود کا نام اللہ بخش رکھا۔

## تعلیم و تربیت :

حضرت غوثِ زمان کے حسبِ الارشاد حضرت شاہ اللہ بخش کی تعلیم کا آغاز  
مولوی محمد امین صاحب سے کرایا گیا۔ مولوی صاحب سے آپ نے قرآن کریم اور  
عربی صرف و نحو کی چند کتابیں پڑھیں۔ پھر تفسیر و حدیث پڑھی۔ یہاں تک کہ جملہ

علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس کے بعد آپ نے باطنی علوم کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ کے جدِ امجد حضرت غوثِ زمان نے خود سلوک و معرفت کی تعلیم دی۔

## بشارت:

آپ ایک دفعہ بچپن میں شدید بیمار ہو گئے کہ بظاہر زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ حضرت خواجہ گل محمد نے سید جمال شاہ بیکانیری سے فرمایا کہ وہ استخارہ کریں میاں جمال شاہ حضرت غوثِ زمان کے مریدانِ خاص میں سے تھے۔ انہوں نے جب استخارہ کیا تو دیکھا کہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حرینی المحبت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، محب اللہی حضرت مولانا فخر الدین دہلوی اور قبیلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی جمع ہیں۔ ان حضرات میں سے ایک ہندوستانی وضع قطع کے بزرگ نے صاحبزادہ اللہ بخش کا ہاتھ پکڑا اور حضرت غوثِ زمان کے بنگلہ شریف میں لے جا کر ان کے مصلہ پر بٹھا دیا۔ پھر ان کے سر پر سبز دستار باندھی اور وعظ کہنا شروع کر دیا میاں جمال شاہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب کی حالت ہی میں کسی سے پوچھا کہ یہ ہندوستانی بزرگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت مولانا صاحب ہیں جنہوں نے توجہ دے کر صاحبزادہ صاحب کو اس اعلیٰ و ارفع روحانی مقام تک پہنچا دیا ہے۔ میاں جمال شاہ صاحب نے صبح کو یہ خواب حضرت خواجہ گل محمد کو سنایا۔ آپ بہت خوش ہوئے مگر حیران بھی ہوئے کہ میری زندگی میں میرا بیٹا حضرت غوثِ زمان کے مصلہ پر کیسے بیٹھے گا۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ خواجہ گل محمد کا حضرت غوثِ زمان کی زندگی میں ہی وصال ہو گیا۔ اور حضرت شاہ اللہ بخش، حضرت غوثِ زمان کے وصال کے بعد مسندِ سجادگی و مشیت پر رونق افروز ہوئے۔

## اجازت:

حضرت غوثِ زمان نے اپنے وصال سے کافی عرصہ قبل حضرت صاحبزادہ شاہ  
المدنیؒ کو اپنی دلائل الخیرات عطا کی اور فرمایا کہ "اب مجھ سے نہیں پڑھی جاتی۔  
میری جانب سے تو پڑھا کر۔" نیز یہ بھی حکم دیا کہ "مریدوں کے شجروں پر میری جانب  
سے تو دستخط کیا کر۔" چنانچہ آپ نے اس حکم کی یہاں تک تعمیل کی کہ حضرت غوثِ  
زمان کی زندگی میں بھی شجروں پر آپ حضرت غوثِ زمان کا نام مبارک ہی لکھتے تھے  
اور ان کے وصال کے بعد جب خود سجادہ نشین ہو گئے تب بھی حضرت غوثِ زمان  
کا نام ہی لکھتے تھے۔ اپنا نام نہیں لکھتے تھے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی  
تا کس نگوید بعد از من دیگرم تو دیگری

## دستار بندی

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے وصال  
کے بعد آپ کی رسم دستار بندی و سجادگی ہوئی۔

روزِ سوّم فاتحہ کے بعد آپ کو حضرت غوثِ زمان کے مصلحہ پر بٹھایا گیا۔ سب  
سے پہلے حضرت غوثِ زمان کا کلاہ اور پیراہن پہنایا گیا۔ پھر اس کلاہ کے اوپر قبلہ عالم  
حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کا پنبہ دار ٹوپ آپ کے سر مبارک پر رکھا گیا۔ حضرت  
میاں غلام نظام الدین دہلویؒ (ولد میاں غلام نصیر الدین کالے صاحبِ ولد میاں  
غلام قطب الدین ولد حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ، پیر و مرشد قبلہ عالم حضرت  
خواجہ نور محمد مہارویؒ) نے اپنے دست مبارک سے اس کے اوپر سبز دستار باندھی۔  
بعد ازاں خادمانِ اجمیر شریف نے حضرت خواجہ بزرگ، غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ  
کی درگاہ کی دستار آپ کی سر پر باندھی۔ پھر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی  
درگاہ کی دستار اور اس کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی کی دستار

باندھی گئی

## سجادگی کے بعد :-

آپ صاحبزادگی کے زمانہ میں اعلیٰ پوشاک پہنتے تھے۔ دن رات میں کٹی لباس تبدیل کرتے تھے اور قیمتی گھوڑے پر سوار ہوتے تھے مگر سجادگی کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ ایک سادہ پیراہن، ایک کلاہ اور ایک نیلا تہبند آپ کا لباس تھا۔ اگرچہ آپ نے نعمت بغیر مجاہدہ کے پائی تھی مگر حصولِ نعمت کے بعد اس طرح مجاہدہ و اشغال میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے کہ اپنے جدِ امجد کے جملہ معمولات میں ذرہ برابر بھی کم نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح شب و روز اشغالِ باطنی میں مشغول رہتے تھے۔ ہر سال چشتیاں شریف میں حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک میں صد ہا درویشوں کے ساتھ حاضری دیتے تھے اور ہر دو ہجرتی سال پاکپتن شریف حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے عرس مبارک میں شریک ہوتے تھے۔ ان ایام میں ہزار ہا مخلوق آپ سے بیعت ہوتی اور ہدایت پاتی تھی۔

## سفر ہندوستان :

آپ کے دل میں اپنے مشائخ عظام کے مزارات مقدسہ کی زیارتوں کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۲۷۰ھ میں آپ صد ہا درویشوں کے ساتھ ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے چشتیاں شریف حاضر ہو کر حضرت قبلہ عالم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر مہار شریف جا کر صاحبزادگان مہاروی سے ملاقات کی۔ صاحبزادہ غلام فخر الدین مہاروی کو اپنے ہمراہ لیا۔ یہاں سے ناگور شریف پہنچے اور حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر ۲۷ یا ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ کو اجمیر شریف پہنچے اور حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی زیارت سے

فیصل آباد ہوئے یہاں دس روز قیام کیا اور عرس مبارک کی تقاریب میں شرکت کی ہزاروں افراد آپ کے مرید ہوئے یہاں تک کہ حضرت خواجہ غریب نواز کی اولاد اور خاندان درگاہ شریف بھی آپ سے جوت درجوت بیعت ہوئے۔

اجمیر شریف سے آپ جے پور آئے یہاں حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کی خانقاہ میں قیام کیا۔ تین چار روز قیام کے بعد دہلی شریف حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں حاضری دی اور وہیں حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی درگاہ میں حاضر ہوئے۔ اتنے میں آپ کی آمد کی خبر بادشاہ دہلی تک پہنچ گئی۔ ابوالمنظر سراج الدین بہادر شاہ ظفر ہاتھی پر سوار ہو کر بڑی عقیدت کے ساتھ قدم بوسی کے لئے آیا۔ جب آپ کو شاہ کی آمد کی خبر ملی تو دوسرے راستے سے صحرا کی طرف نکل گئے۔ بادشاہ بے چارا انتظار میں کھڑا رہا۔ آخر لوگ منت سماجت کر کے واپس لائے تب بادشاہ نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔

وہاں سے آپ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ زیارت سے فراغت کے بعد دہلی شریف لائے اور حضرت غلام نظام الدینؒ نبیرہ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے دولت کدہ پر قیام کیا۔ دہلی کی اتنی مخلوق مرید ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ شاہی خاندان کے بے شمار افراد آپ کے مرید ہوئے۔ بادشاہ شہزادوں کے ہمراہ حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ آپ کی خدمت میں ایک ہاتھی اور نقد و جنس کی صورت میں بے شمار قیمتی اشیاء نذر کیں۔ آپ نے ہاتھی حضرت صاحبزادہ نظام الدینؒ کی نذر کر دیا۔ دہلی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ واپس وطن کی جانب روانہ ہوئے۔ پہلے مہار شریف و چشتیان شریف حاضر ہوئے اور پھر وہاں سے بخر و عافیت تو لسنہ شریف پہنچ گئے۔



## سفر حج :

آپ ۱۲۹۹ھ میں اپنے بہت سے رفقاء کے ساتھ حج مبارک پر روانہ ہوئے۔ اس سفر کے حالات تفصیل کے ساتھ مرآت العاشقین میں درج ہیں۔ حضرت شاہ شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں :-

”آپ کو حرمین الشریفین کی زیارت کا شوق تھا۔ لیکن یہ خیال بھی تھا کہ زادراہ زیادہ سے زیادہ مہیا کرنا چاہئے تاکہ رفقا آسانی سے یہ سفر کر سکیں اور حرمین الشریفین کے خادموں کی خدمت بھی بطریق احسن ہو سکے پس تاریخ ۴ جمادی الثانی ۱۲۹۹ھ بروز جمعرات مطابق ۱۴ بھانگن سہمٹ ۱۹۳۹ء آپ مبلغ ساٹھ ہزار روپے پچیس درویش اور دوسرے ساتھی مثلاً صاحبزادگان مہاروی اور دیگر اجاب تقریباً دو سو آدمی اپنے ساتھ لے کر ملتان پہنچے۔ چند لوگوں کو وہاں سے رخصت کر کے لاہور میں ایک رات سرٹے میاں سلطان میں ٹھہرے اور بعض لوگوں کو وہاں سے رخصت کر کے سہارن پور روانہ ہوئے۔ ایک دن وہاں گزار کر دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی میں خواجگان کرام کے آستانوں پر سات

۱۔ مرآت العاشقین حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی کے ملفوظات کا فارسی ترجمہ ہے جسے سید محمد سعید شاہ صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ پیر گوہر کے نام سے صاحبزادہ

غلام نظام الدین مردلوی نے کیا ہے

۲۔ حضرت شاہ شمس الدین سیالوی، حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے محبوب ترین خلیفہ تھے۔ ۳۶ برس کی عمر میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے سیال شریف میں اپنی خانقاہ قائم کی جہاں بڑھ کر حشمتیہ سلسلہ کی نشرو اشاعت میں اپنے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ۲۴ صفر ۱۰۸۷ھ کو دہلی میں آپ کے خلفاء میں سے پیر غلام حیدر شاہ جلالپوری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مولوی معظّم الدین مردلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت خواجہ سیالوی کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادہ خواجہ محمد دین سیالوی مسند نشین ہوئے۔ ان کے بعد خواجہ ضیاء الدین سیالوی سجادہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ ان کے بعد خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد آجکل ان کے فرزند اکبر خواجہ حمید الدین سیالوی دامت برکاتہم سجادہ نشین ہیں۔

راتیں گزار کر اجمیر شریف پہنچے۔ اور چار رات وہاں قیام کیا وہاں سے صاحبزادہ خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحبزادگان مہاروی اور دیگر احباب جو آپ کو وداع کرنے کے لئے آئے تھے۔ واپس روانہ ہوئے۔

وہاں سے انہی آدمیوں کو ساتھ لے کر احمد آباد روانہ ہوئے۔ دو راتیں وہاں ٹھہرے پھر تیرہ دن بمبئی میں قیام کیا۔ وہاں سے اورنگ آباد شریف گئے اور حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے روضہ مبارک کی زیارت کی۔ دو راتیں یہاں گزار کر اور خواجگان کرام کے آستانوں کی زیارت سے فارغ ہو کر واپس بمبئی آئے۔ مزید آٹھ دن یہاں قیام کیا پھر دُخانی جہاز میں سوار ہو کر بارہ دنوں میں جدہ شریف پہنچے۔ ایک رات وہاں ٹھہر کر مکہ شریف کا رخ کیا۔ ایک مہینہ سترہ دن مکہ شریف میں قیام کیا۔ پھر جدہ شریف آئے اور ایک مہینہ ٹھہرے پھر جہاز میں سوار ہو کر بندرگاہ ینبوع کے راستے روانہ ہوئے۔ پانچ دن بحری جہاز اور پانچ دن بری مسافت طے کرنے کے بعد سولہ رمضان شریف کو رات گیارہ بجے مدینہ منورہ پہنچے اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے دو مہینے اور تین دن وہاں ٹھہر کر ۱۹ رذی قعدہ کو رخصت ہوئے یکم ذوالحجہ کو مکہ شریف پہنچے۔ اٹھارویں ذوالحجہ تک مکہ اور جبل عرفات کے درمیان مناسک حج ادا کرتے رہے۔ پھر جدہ شریف واپس آئے اور سات دن وہاں گزار کر دُخانی جہاز پر سوار ہو کر اٹھارہ دنوں میں بمبئی پہنچے۔ چار دن وہاں ٹھہر کر بذریعہ ریل دہلی کے راستے لاہور پہنچے۔ ایک رات وہاں ٹھہر کر ملتان روانہ ہوئے۔ تین رات ملتان ٹھہرے۔ ۲۷ محرم سنہ ۱۲۸۳ھ (۸ دسمبر ۱۸۸۳ء) کو واپس تونسنہ شریف پہنچ گئے۔

۱۔ پیر گوہر اردو ترجمہ مرآت العاشقین ص ۲۸۵، ۲۸۶

## قطب مدار :

حاجی غلام حسین آپ کی خدمت میں ہمیشہ عرض کیا کرتا تھا کہ یا حضرت میں اس زمانہ کے قطب مدار کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ضرور اُن کی زیارت کرائیں۔ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش فرمایا کرتے تھے کہ جب حج پر چلیں گے تو ہمیں قطب مدار کی زیارت کرا دیں گے۔ حاجی غلام حسین نے اس بات کا تذکرہ اپنے دست اور پیر بھائی احمد علی سے بھی کیا۔ اُس نے کہا جب وہ وقت آئے تو مجھے بھی زیارت کرانا چنانچہ احمد علی رادی میں کہ ایام حج میں جب میں اور حاجی غلام حسین مکہ معظمہ کی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو دیکھا وہاں دو شخص پہلے سے ہی موجود ہیں۔ ایک دوسرے سے کہہ رہے کہ قطب مدار آج کل یہاں آیا ہوا ہے، چلو اُس کی زیارت کریں۔ یہ کہہ کر وہ دونوں چل دیئے۔ ہم دونوں بھی اُن کے پیچھے پیچھے چل دیئے تاکہ زیارت کر لیں۔ وہ دونوں آدمی سیدھے حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زیارت کی تہمیں معلوم ہوا کہ قطب مدار تو آپ ہی ہیں۔

## حلی مبارک :

آپ کا چہرہ مبارک فراخ، پیشانی کشادہ، آنکھیں بڑی بڑی مگر خوبصورت بینی دراز، داڑھی گھنی، قد درمیانہ اور جسم بھاری بھر کم تھا۔ سر پر قادری ٹوپی پہنتے تھے۔ ایک لمبا کہ تا جسم کو ڈھانپے رہتا تھا۔ اکثر نیلا تہبند باندھتے تھے۔ سردیوں میں سر مبارک پر روئی دار ٹوپی بھی پہن لیتے اور روئی دار قبا بھی استعمال کر لیتے تھے۔

## اخلاق :

آپ کا اخلاق بہت اعلیٰ تھا۔ آپ علم و عمل، لطف و کرم اور زہد و اتقا

کا مجسمہ تھے۔ کریم النفس اور خوش اخلاق تھے، خواہ دشمن ہو یا دوست، جو بھی آپ سے ملتا، آپ کے اخلاق کا گہرا نقش دل پر لے کر اٹھتا۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ غریبوں اور بے کسوں کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے۔ آپ کی نظر میں اہل دنیا کی ذرہ برابر بھی وقعت و قدر نہ تھی۔ بے حد غریب نواز تھے امیروں اور دنیا داروں کو بہت حقیر خیال کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہندوستان کے سفر کے دوران راجہ سردار سنگھ والی بیکانیر نے حاضر خدمت ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا:

”ما فقیریم، از ملاقات مایاں ترا چہ سود است دریں جانیاںی۔“  
ترجمہ: ہم فقیر آدمی ہیں ہماری ملاقات سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ ہمارے پاس نہ آنا۔

## معمولات:

آپ اپنے معمولات کے بہت پابند تھے۔ سفر و حضر صحت و بیماری اور خوشی و غم میں ان معمولات میں تاغہ یا فرق نہیں پڑتا تھا۔ شب بھر نوافل و عبادت میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد فجر کی سنتیں بنگلہ شریف میں پڑھتے۔ کچھ دیر توقف کرنے کے بعد مسجد میں تشریف لاتے اور نماز باجماعت وقت پر ادا کرتے۔ نماز فجر سے فارغ ہو کر روضہ مبارک میں زیارت کے لئے حاضر ہوتے اور کچھ دیر اندر فاتحہ و دعا میں مشغول رہتے۔ اس دوران میں صاحبزادگان، معتقدین اور زائرین صف بستہ باہر کھڑے رہتے۔ جب آپ زیارت سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے تو یہ سب حضرات زیارت سے مشرف ہوتے۔ اس کے بعد آپ بنگلہ شریف میں داخل ہو جاتے اور اپنے اوراد و وظائف اور نوافل و عبادات میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ تعمیرات نو ملاحظہ فرماتے۔ پھر دولت سرا میں تشریف لے جلتے اور مہمانوں کو کھانا تقسیم فرماتے۔ جب سب کو کھانا مل جاتا

تو خود بھی صاحبزادگان کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے۔ دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔ پھر نماز ظہر کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ نماز سے فراغت کے بعد پھر روضہ مبارک کی زیارت کرتے ہوئے اپنے بیگلمہ تشریف میں تشریف لے جاتے اور اپنے جد امجد کے معمول کے مطابق تلاوت کلام پاک کرتے۔ پھر اہل مجلس سے مختلف امور و مسائل پر تبادلہ خیالات فرماتے اور یہ مجلس عام طور پر نماز عصر تک قائم رہتی۔ اس مجلس میں علماء فقراء امراء درویش کسان مزدور، ادنیٰ اور اعلیٰ سب موجود ہوتے۔ ان سب سے ہر طرح کی گفتگو کرتے، اکثر فرماتے کہ ہم تو اپنے جد امجد کی طرح موٹی بات کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ اپنی گفتگو کے دوران ایسے ایسے علمی نکات بیان کرتے کہ علماء و فضلاء رنگ رہ جاتے۔ عشا کی نماز پڑھنے کے بعد روضہ مبارک میں جا کر ختم تشریف پڑھتے۔ اور نوافل و دعائیں مشغول ہو جاتے۔ یہاں سے فارغ ہو کر اندر تشریف لے جاتے۔ آپ کا یہ معمول بھی تھا کہ بدھ کے دن کبھی سفر کے لئے روانہ نہیں ہوتے تھے۔ الغرض آپ اپنے معمولات میں اعلیٰ حضرت تو نشوونما کا مکمل نمونہ تھے۔

## اصلاحی کوششیں :-

آپ نے مسلمانوں کے ہر طبقہ کی اصلاح و تربیت کی طرف خاص توجہ فرمائی آپ کے ملفوظات میں متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طبقہ علماء کی اصلاح پر خاص زور دیتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ اگر علماء کی اصلاح ہو گئی تو اسلامی معاشرہ خود بخود راہ راست پر آجائے گا۔ ایک مرتبہ کسی مسئلہ پر مختلف علماء نے مختلف فتوے دیئے اور گروہ بندی کے زیر اثر شریعت کو منسوخ کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے علم میں جب یہ بات آئی تو بھری مجلس میں ان علماء کی مذمت کی۔ جب قادیانی فرقہ کے بانی نے اپنے عقاید کی ترویج و اشاعت شروع کی اور علماء کو مباحثہ اور مناظرہ کی دعوت دی تو آپ نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی کے ساتھ ان فتنوں کی تردید کی۔ اور پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کا مذہبی

احساس و وجدان ان گمراہ کن تحریکوں سے متاثر نہ ہو سکے۔  
 ”حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالویؒ کی مجلس میں ایک دفعہ آپ کے اوصاف  
 کا ذکر چھڑا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخشؒ تو نسویؒ باوجود خاندانی  
 عظمت و بزرگی کے عبادت و ریاضت میں سب پر سبقت لے گئے اور قرأتِ  
 حق حاصل کیا۔ آپ کے فضائل میں تین چیزیں بہت نمایاں ہیں جن میں سے ایک یہ  
 ہے کہ اُس علاقہ میں عرصہ دراز سے کسی کو بھی قرآنِ پاک کی قرأت کی صحت کا  
 کوئی خیال نہ تھا۔ آپ نے ایک حافظِ اجل جس نے عرب شریف میں علم تجوید  
 قرأت قواعد کی پابندی کے ساتھ سیکھا تھا، اپنے ہاں مقرر کیا اور علاقہ کے  
 لوگوں کو قرأت کی تصحیح کی دعوت دی۔ چنانچہ بے شمار لوگ آپ کی خدمت میں  
 حاضر ہو کر قرآنی تعلیم سے بہرہ یاب ہوئے۔ اس سلسلہ تدریس کا یہ نتیجہ نکلا کہ  
 اس علاقے میں قرأت کی صحت ہو گئی۔“ ۳

## تعمیرات :-

آپ کو تعمیرات کا بہت شوق تھا۔ یہ تعمیرات اپنی ذات کے لئے نہیں تھیں۔  
 بلکہ زائرین اور عام مخلوق کے آرام اور سہولت کے لئے تھیں چنانچہ خانقاہ  
 عالیہ سلیمانہ کی بیشتر عمارت آپ کی تعمیر کردہ ہیں۔ روضہ مبارک۔ جامع مسجد،  
 حوض۔ گھنٹہ گھر، مہمان سرائے، لنگر خانے، مسافر خانے۔ شیش محل وغیرہ سب  
 آپ کے ہی تعمیر کردہ ہیں۔ جامع مسجد کے دروازہ کے قریب رہٹ والا کٹواں  
 بھی تعمیر کروایا۔ جس سے تمام گھروں، لنگر خانوں اور مہمانخانوں کو پانی جاتا

۱۔ تاریخ مشائخ چشت۔ ص ۷۲۲

۲۔ ان تین چیزوں سے مراد ایک تو خدمتِ فنِ قرأت ہے، جس کا ذکر موجود ہے۔ دوسری  
 چیز پاکپتن شریف کی خانقاہ کی خدمت ہے اور تیسری چیز زیارتِ حرمین الشریفین ہے  
 ۳۔ پیر گوہر اردو ترجمہ مرآت العاشقین۔ ص ۲۸۴



تھا۔ بلکہ شہر کے لوگ بھی اسی میٹھے پانی کے کنوئیں سے پانی بھر بھر لے جاتے تھے۔ مسجد کے جنوبی کونہ پر ایک گھنٹہ گھر تعمیر کرایا۔ جس میں ہر پندرہ منٹ پر گھنٹی بجتی ہے اور پھر پورے گھنٹہ کے بعد بڑی گونج دار آواز میں گھنٹہ کی آواز دو دو دور تک سنائی دیتی ہے۔

روضہ مبارک کی عمارت بھی قابل دید ہے۔ گنبد بھی سنگ مرمر کا ہے۔ اور روضہ کے اندر مزار مبارک کے اوپر بارہ دری بھی سنگ مرمر کی ہے جس پر خوب صورت سنہری نقاشی ہے۔ فرش بھی بیش قیمت سنگ مرمر کا ہے۔ لنگر خانے اور مہمان خانے بھی ایسے طرز پر تعمیر کرائے جہاں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مہمان قیام کر سکیں۔ ان تمام تعمیرات کے نقشے، ان کے ڈیزائن اور خاکے آپ کے صنایع ذہن کی تخلیق تھے۔ یہ تمام عمارات آپ کے ذوق فن تعمیر کا زندہ ثبوت ہیں۔ تونسہ شریف کے علاوہ آپ نے چشتیان شریف کی خانقاہ میں بھی عمارات تعمیر کرائیں نیز پاکستان شریف میں مسجد اور برج نظامی کی شکستہ عمارات کی تعمیر نو کی سعادت بھی آپ ہی کو حاصل ہوئی۔

تونسہ شریف کی تعمیرات کے سلسلہ میں فارس نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا:

”حضرت خواجہ شاہ اللہ بخشؒ میں انتظام و تعمیر کے کام کی بڑی لیاقت تھی۔ انہوں نے لنگر خانے، سرائے و مکانات وغیرہ بنائے۔ جب ان کے دادا کے پرانے خلفاء کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کچے مکانات کو گرا دیا اور قرآن آستانے درگاہ و مسجد میں بنائے اور ان کے اردگرد پختہ اینٹوں کے مدرسے اور درویشوں اور مولویوں کی رہائش کے مکانات بنائے۔“

ان عمارات میں زیادہ مساجد، مدرسے، کنوئیں اور سرائیں تھیں اور ان کی تعمیر سے خواجہ صاحب (حضرت خواجہ شاہ اللہ بخشؒ) کا مقصد منسلکین خانوادہ اور دیگر زائرین کی سہولت کا سامان مہیا کرنا تھا۔

## محاسن :-

"خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت خواجہ تونسوی کے وصال کے بعد اکثر خیر خواہ لوگ متفکر ہوئے کہ درویشوں کے نان نفقے کا کام، اہل خانوادہ کا کاروبار، لنگر کا کام اور مریدوں کی حاجت براری کا تمام نظام کس طرح چلے گا لیکن حضرت اللہ بخشؒ نے اعلیٰ حضرت تونسویؒ کی توجہ سے ہر طرف مناسب توجہ دی اور کوئی بھی انتظامی مدد ایسی نہ رہ گئی تھی جس میں مزید کسی اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی۔ اعلیٰ حضرت تونسوی کے زمانے میں مکان کچے تھے۔ آپ نے تمام مکانات از سر نو پختہ تعمیر کرائے۔ آستانہ مبارک پر رہنے والے لوگوں کی مکمل دیکھ بھال کی اور مریدوں میں فیض رسانی کا وہی طریقہ اختیار کیا جو اعلیٰ حضرت تونسویؒ کا تھا۔ پس اب ہم گہرا مشاہدہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت خواجہ تونسویؒ کا دوبارہ ظہور ہوا ہے۔ سبحان اللہ۔ ماضی کے سجادہ نشینوں میں اس طرح کے سجادہ نشین دیکھنے میں نہیں آتے۔"

حاجی نجم الدین مؤلف مناقب المحبوبین کا بیان ہے کہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے وصال کے بعد ایک دفعہ میں تونہ شریف آ رہا تھا۔ میں نے راستہ میں ملتان میں حافظ جمال الدین ملتانیؒ (خلیفہ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہارویؒ) کی خانقاہ میں قیام کیا۔ وہاں میری ملاقات عمر خان افغان سے ہوئی جو ایک صالح اور درویش صفت پیر بھائی تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت غوثِ زمانؒ صاحبزادہ اللہ بخشؒ کو اپنے جسم مبارک سے لپٹا رہے ہیں اور ان کا قد لمبا ہو رہا ہے نیز اپنا دہن مبارک صاحبزادہ اللہ بخشؒ کے دہن مبارک کے پاس لے جا کر اپنا سانس ان کے دہن مبارک میں داخل کر رہے ہیں۔ میں پاس کھڑا تھا حضرت غوثِ زمانؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہی نفختِ فیئہ من روحی ہے۔

لے پو گوہر اردو ترجمہ رات العاشقین ص ۲۸۶

## ارشادات :-

(۱)

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان کے مریدوں میں سے ایک متقی و صالح درویش میاں حبیب یوسف زنی تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد مجھے خیال آیا کہ افسوس میں نے اپنے پیرومرشد سے اذکار، اشغال اور مراقبہ کے طریق نہیں سیکھے اور نہ ہی اجازت لی۔ حضرت شاہ اللہ بخش سے پوچھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت تونسوی کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر میں نے اجازت کے لئے عرض کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ اعلیٰ حضرت تونسوی تشریف فرما ہیں۔ اور قریب ہی حضرت شاہ اللہ بخش بھی موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت تونسوی نے فرمایا: "اے حبیب تو ہمیں مُردہ جانتا ہے یہ تو صرف پر وہ شریعت ہے۔" پھر میرا ہاتھ بکڑا اور حضرت شاہ اللہ بخش کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: "یہ نہ خیال کرنا کہ انہیں خالی رکھا ہے انہیں اپنی جگہ اپنی نعمت عطا کر کے مقرر کیا ہے۔ اس لئے اب جو کچھ پوچھنا ہو۔ اُن سے پوچھ لیا کرو۔ میں اور یہ ایک ہیں۔"

(۲)

ایک دفعہ سخت قحط سالی تھی۔ علاقہ کے لوگ سخت پریشان تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیے خدا ہمارے قصور معاف کر دے۔ لوگ خشک سالی سے جان بلب ہیں اور ساتھ ہی اُس نے یہ شعر پڑھا:

ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات

نطف فرما کہ زحدمے گزرد تشنہ لبی

ترجمہ۔ ہم سب پیاسے ہیں اور تو آب حیات ہے اب رحم فرما کہ ہماری پیاس حد سے

گزر رہی ہے)

حضرت شاہ اللہ بخش نے فرمایا تم لوگ اسی لاکھ دفعہ درود شریف پڑھو۔ دوسرے

جمعہ تک وہ شخص آیا اور عرض کیا کہ یا حضرت ہم نے ایک کروڑ دفعہ درود شریف پڑھا ہے۔

آپ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔ اب ہم اپنے اللہ سے لینے والے ہیں۔ پس دوسرے دن ہی

نالہ میں اس قدر پانی آیا کہ سارا علاقہ سیراب ہو گیا۔

(۳)

مولوی در محمد سوکڑی کہتے ہیں کہ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہم غریب لوگ کئی کئی کوس کے فاصلہ سے حضرت ثانی صاحب کی زیارت و قدمبوسی کے لیے آتے ہیں۔ آپ عالی مرتبہ کو ہمارے حال کی کیا خبر ہوگی کہ کون کون آیا۔ بھلا شاہ کو گدا سے کیا کام۔ جب آپ کی پاک محفل میں کچھ عرصہ بیٹھ کر میں رخصت ہونے لگا تو حضرت ثانی صاحب نے فرمایا: اے در محمد ہم بے پرداہ نہیں ہیں اپنے سچے مریدوں کو ہم بھی دل سے عزیز رکھتے ہیں۔ یہ سن کر میرے دل میں حضرت ثانی صاحب کی بزرگی و کرمی کا اعتقاد و یقین پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا۔

## علالت و وصال :-

جمادی الاول ۱۳۱۹ھ میں آپ کو معمولی سنجار ہوا مگر کمزوری بہت ہو گئی کہ آپ میں مسجد تک جانے کی ہمت نہ رہی۔ بہت علاج کیا۔ مگر طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ آخر آپ نے اپنے دونوں بیٹوں خواجہ حافظ محمد موسیٰ اور خواجہ حافظ محمود کو بلایا اور کچھ وصیتیں کیں۔ جمعہ کے دن مرض نے شدت اختیار کر لی۔ اور نقابت حد سے زیادہ ہو گئی۔ آپ متواتر کلمہ شریف اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے رہے جس کی آواز دُور دُور تک جاتی تھی۔ ۲۹ جمادی الاول کی رات حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ آخر شب آپ نے وقت پر نماز تہجد اشاروں سے ادا کی۔ پھر نماز فجر کے واسطے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد جب دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو جان جان آفریں کے سپرد کر دی **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ** ۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ بروز ہفتہ بوقت نماز فجر آپ کا وصال ہوا۔ یہ خبر بجلی کی طرح دُور و نزدیک پھیل گئی۔ نماز جنازہ میں ہزار ہا لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کو روضہ مبارک کے اندر آپ کے فرزند حافظ احمد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مادہ تاریخ وصال یہ ہے :-

## چراغِ جہاں بجھ گیا ہے

۱۳۱۹ھ

### اولاد :-

آپ کے تین فرزند تھے۔ سب سے بڑے خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ۔ دوسرے خواجہ حافظ احمدؒ۔ تیسرے خواجہ حافظ محمودؒ۔ صاحبزادہ خواجہ حافظ احمدؒ کا عین شباب میں وصال ہو گیا تھا۔ مرحوم حافظ قرآن تھے۔ بہت سخی تھے۔ شکل و صورت میں یوسف ثانی تھے۔ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخشؒ پیران کے وصال کا اس قدر صدمہ تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "احمدؒ نے مجھے جینے کا نہیں چھوڑا۔" باقی دونوں صاحبزادگان میں سے آپ کے وصال کے بعد بڑے صاحبزادہ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ مندر نشین ہوئے۔

### سجادگی :-

تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حسب دستور ختمِ قل کے دن خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کی دستار بندی ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد یوسف مہارویؒ سجادہ نشین خانقاہ قبلہ عالم نے روضہ مبارک کے اندر اعلیٰ حضرت کے مزار مبارک کے قریب کھڑے ہو کر دستار مبارک باندھی اور آپ سجادہ سلیمانی پر رونق افروز ہوئے۔

### خلفاء :-

حضرت خواجہ شاہ اللہ بخشؒ کے بے شمار خلفاء اور مریدان مجاز تھے جن میں چند خلفاء کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :-

۱۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ تونسویؒ

۲۔ حضرت خواجہ محمود تونسویؒ

۳۔ حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلمی دہلویؒ بنیرہ حضرت مولانا

فخر الدین دہلویؒ۔

۴۔ سید احمد شاہ عرف کبیل پوش دہلوی خواہر زادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء  
محبوب الہیؒ

۵۔ خواجہ امیر احمد سیالوی بسال شریف ضلع کبیل پور۔

۶۔ میاں حافظ حبیب اللہ عرف حافظ بولا المعروف پیر و لوہا بستی حافظ حبیب اللہ  
ضلع ساہیوال۔ آجکل یہاں حافظ صاحب کے نبیرہ حاجی شیر محمد صاحب سجادہ نشین  
ہیں۔ حاجی شیر محمد صاحب کو خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی سے

خلافت و اجازت حاصل ہے۔

۷۔ مولوی احمد خاں میردوی میرا شریف۔

۸۔ مولوی احمد خاں بسالوی بسال شریف ضلع کبیل پور۔

۹۔ خلیفہ غلام حسن خاں۔ ٹوبانہ (انڈیا)۔

۱۰۔ مولوی شرف الدین فیروز پوری۔

۱۱۔ مولوی جان محمد علاقہ پاک پتن شریف۔

جن دنوں میں آفتاب چشتیاں ترتیب دے رہا تھا تو میں نے حضرت خواجہ دلنواز  
سے حضرت ثانی صاحب کے خلفاء کے نام پوچھے تھے۔ آپ نے مذکورہ بالا گیارہ  
خلفاء کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے تھے۔

ڈاکٹر محمد حسین صاحب لکھی نے اپنی تصنیف حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ اور  
ان کے خلفاء کے صفحہ ۷۲ پر حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ کے مندرجہ ذیل خلفاء  
کے نام تحریر کیے ہیں :

(۱) خواجہ احمد میردویؒ (۲) مولانا غلام محی الدین مکھدیؒ

(۳) خواجہ محمد الدین سیالویؒ (۴) مولانا ناصر الدین لکھیؒ

میں نے حضرت ثانی صاحب کے خلفاء کے سلسلہ میں ایک خط حضرت خواجہ  
غلام فخر الدین سیالوی صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں تحریر کیا تھا۔ آپ نے  
جواباً جو گرامی نامہ ارسال فرمایا اس کی عکسی نقل شامل کی جا رہی ہے۔



# غلام محمد الدین

سیال شریف سرگودھا

۷۸۷

۷۹۷

۳۱۲

آن گزده که از ساغر وفا مستند

سلام با برسانید هر کجا بستند

تاریخ .....  
۱۱/۸۵

نمبر .....  
۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

میرزا خانی خانی صاحبہ محترم

السلام علیکم ورحمۃ ربمانہ - مزاج گزاران - جہانگیریت نامہ

پنجا - نفاخ کے ادیر اگر فقیر نام تھا اور اندر سے لاشیں جیسے نام پر تھا

جو ملاحظہ کیے بعینہ ارسال فرمستے - اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کیا کیا کیا

ابنہ ایک تعمیل تو یہ فقیر ادنیٰ ہے کہ حضرت کرم خواہ شاہ اللہ بخش صاحب دہلی

کے خلفاء جو صاحب تحفہ "الابرار" تھے "میرزا ابوبکر دہلوی" کے تھے

درج ذیل ہیں -

- ۱) حضرت خواجہ محمد یوسف صاحب بجا دہ نشین خیروف
  - ۲) دہلوی احمد خان صاحب بختیاری
  - ۳) مولانا عبدالعزیز صاحب ساکن شیخ فاضل ضلع شکرگڑھ
  - ۴) عزیزان غلام محمد صاحب ہمدانی
  - ۵) میان عبدالحمید صاحب قریشی قرویلوی
  - ۶) مولانا اخون عماد الدین غزنوی
  - ۷) دہلوی شرف الدین صاحب فیروز پوری
  - ۸) دہلوی محمد دین صاحب سیالوی فیض شاہ پور
  - ۹) شاہ عبدالحمید صاحب دہلوی
  - ۱۰) دہلوی غلام حسن خان صاحب ٹوکانی ضلع حصار
- ۱۱) میر حیات علی صاحب خٹک  
فضل علی صاحب ساکن ساکن  
۱۲) مولانا عبدالعزیز صاحب  
ساکن ٹروفھی (برادر زادہ)  
میر فاضل شاہ  
ضلع راولپنڈی
- نیز غلام محمد خاں دہلوی

پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی نے اپنی تالیف مشائخ چشت جلد پنجم مطبوعہ  
۱۹۸۴ء کے صفحہ ۲۴۱-۲۴۲ پر حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی کے خلفاء  
کایوں ذکر کیا ہے :

”خواجہ اللہ بخش کے خلفاء میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں :- (ص ۲۴۱)

۱- حافظ محمد موسیٰ

۲- حافظ محمود

۳- شاہ محمد عبدالصمد فخری دہلوی

۴- بیٹا احمد شاہ عرف کبیل پوش دہلوی

۵- امیر احمد بسالوی

۶- میاں حافظ حبیب اللہ عرف حافظ بولہ

۷- مولوی احمد خاں میروی

۸- مولوی ثناء الدین فیروز پوری

۹- خلیفہ غلام حسن خان

۱۰- مولوی جان محمد

خواجہ اللہ بخش تونسوی کے خلفاء میں خواجہ محمد اکبر بصیر پوری بھی خاص

طور پر قابل ذکر ہیں۔ (ص ۲۴۲)

بصیر پور شریف کے موجودہ سجادہ نشین صاحب نے بھی اس سلسلہ میں ایک

مکتوب ارسال کیا ہے جس کا عکس اگلے صفحہ پر دیا جا رہا ہے۔

آستانہ عالیہ سلیمانہ تونسہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ عطا اللہ

صاحب تونسوی دامت برکاتہ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

درگاہ عالیہ سلطان الاولیا  
حضرت خواجہ محمد اکبر غازی نواز  
بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ پنجاب  
تاریخ ۱۳ صفر ۱۳۰۶ھ



DARGAH-E-ALIAH SULTAN-UL-AULIYA  
HAZRAT KHAWAJA  
**MUHAMMAD AKBAR**  
GHARIB NAWAZ  
BASIRPUR SHARIF Dist. OKARA  
PUNJAB (PAKISTAN)

حوالہ نمبر

سوی و حشری جناب پروفیسر چشتی صاحب زید فدیہ

ای حکیم و درگاہ درگاہ زینہ گرامی میرا و خیر فوری

برابر ستم ہے اور تقریباً سب کی کیفیت زینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت لکھنؤ

حضرت غلام محمد اللہ علیہ اور والد گرامی حضرت غلام محمد اللہ علیہ

حضرت اللہ علیہ حضرت کریم فوریہ شاہ اللہ بخش ٹولسوی حضرت اللہ علیہ کے اکل خاندان

میں سے ہے اور حضرت کریم ٹولسوی پر دو فقیر لکھنؤ لکھنؤ لکھنؤ لکھنؤ

والسلام علیہم و آلہم

و سلم علیہم و آلہم

حضرت اللہ علیہ مبارکباد

عالیہ لکھنؤ

## تیسرا باب

حضرت موسیٰ

خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

تا

۱۹ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ

آپ طہارت و پاکیزگی میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ یہاں تک کہ  
رفع حاجت کے لئے الگ تہبند تھا۔ اور نماز کے لئے الگ۔۔  
رمضان المبارک میں جب نماز تراویح میں قرآن پاک سُناتے تھے تو  
ہر رات غسل کر کے نئے کپڑے پہنتے تھے۔ حضرت ثانی خواجہ شاہ  
اللہ بخش فرمایا کرتے تھے کہ

”نماز تو بس موسیٰ کی نماز ہے۔“



## ولادت اور تعلیم و تربیت

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ کی ولادت باسعادت ۱۹ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ کو ہوئی۔ ایام طفولیت میں اپنی والدہ محترمہ کے قدموں میں جنتی بننے کی تربیت حاصل کی۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ سے بیعت ارادت رکھتی تھیں۔ بہت عابدہ، زاہدہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ اپنے پیر و مرشد سے انتہائی عقیدت رکھتی تھیں۔ انہوں نے طویل زندگی پائی۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ اور حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کے وصال کے حادثات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کی عمر جب چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی۔ تو حسب دستور خاندان آپ نے تعلیم کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے مولوی اللہ بخش صاحب سے قرآن پاک پڑھا۔ پھر محمد صدیق صاحب کے پاس حفظ کیا۔ حفظ کے بعد آپ مولوی خدا بخش صاحب جراح کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے۔ جہاں آپ نے جملہ علوم نقلی و عقلی حاصل کئے۔ علوم ظاہری کے حصول کے بعد آپ مجاہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ اپنے والد گرامی حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ کی صحبت کی کیا اثر میں درجہ تکمیل تک پہنچے۔

## خلافت :-

آپ کی عمر مبارک تیس برس کے قریب تھی کہ آپ کے والد گرامی حضرت ثانیؒ جمادی الثانی ۱۲۹۹ھ میں سفر حج پر روانہ ہوئے حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ اور حضرت خواجہ محمودؒ کو حضرت ثانیؒ نے اپنے ہمراہ لیا۔ سفر کی مختلف منازل طے کرتے ہوئے جب اجمیر شریف پہنچے تو حضرت ثانیؒ خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کو خواجہ خواجگان غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے روضہ شریف کے اندر

لے گئے۔ اپنی نیابت کی دستار مبارک آپ کے سر پر باندھی اور خلافت دے کر بیعت عام کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز حکم دیا کہ تونسہ شریف واپس جا کر اپنے فرائض خلافت و نیابت میں مصروف ہو جائیں۔ حضرت خواجہ محمودؒ کو حضرت ثانیؒ اپنے ساتھ حج پر لے گئے۔

منقول ہے کہ دوران سفر بحری جہاز سخت طوفان میں گھر گیا۔ جب زندگی سے ناامیدی ہو گئی تو حضرت ثانیؒ نے حضرت خواجہ محمودؒ سے فرمایا کہ کوئی ہے جو حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی اس مہر مبارک کو جو میری گردن میں لٹک رہی ہے، موسیٰ (خواجہ محمد موسیٰؒ) تک پہنچا دے۔ خواجہ محمودؒ نے عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ کون اس طوفان میں غرق ہونے سے بچ جائے گا۔ یہ مہر شریف اس کے سپرد کر دیں تاکہ وہ موسیٰ تک پہنچا دے۔ انہوں نے جب یہ جواب سنا تو فرمایا۔ "خیر تاں اماں اے تہاں مردے کیوں ہے ایہہ مہر شریف موسیٰ کوں پونچھا ہے" اللہ کی شان کہ چند لمحوں میں طوفان تھم گیا اور جہاز صحیح و سلامت کنارے پر لگ گیا۔

## انتقالِ نعمت و سجادگی :-

حضرت ثانیؒ خواجہ شاہ اللہ بخشؒ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ میں بیمار ہوئے۔ بیماری دن بدن طول پکڑتی گئی۔ ان ایام میں حضرت ثانیؒ آپ کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹاتے، آپ کے کان میں سرگوشیاں کرتے، بار بار آپ کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے، توجہ باطنی فرماتے اور مختلف اسرار و رموز منتقل فرماتے۔ ایک دن اپنی دلائل الخیرات، تسبیح مبارک اور اوراد و وظائف بھی عطا فرمائے اور پھر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی عطا کردہ خاص مہر شریف بھی اپنے دست مبارک سے آپ کی گلے میں ڈال دی اور یوں جملہ نعمت ہائے باطنی آپ کی طرف منتقل فرمادیں۔

حضرت ثانیؒ کا وصال ۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ کو ہوا۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حسب دستور خاندان سوئم کے دن حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کی



دستار بندی ہوئی۔ حضرت خواجہ حافظ محمد یوسف مہاروی سجادہ نشین چشتیاں شریف نے روضہ مبارک کے اندر اعلیٰ حضرت کے مزار مبارک کے قریب کھڑے ہو کر دستار مبارک باندھی اور یوں آپ سجادہ سلیمانی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کا دورِ خلافت بہت مختصر ہے۔ مکہ اس قلیل مدت میں آپ نے اپنے آبا و اجداد کی یاد تازہ کر دی۔

## معمولات :-

آپ اپنے آبا و اجداد اور مشائخ عظام کا بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ ان کے قدم پر قدم رکھتے تھے۔ اور ان کے معمولات میں سے کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے اپنے معمولات کے بہت پابند تھے۔ علی الصبح نماز فجر کے لیے وضو کرنے کے بعد سب سے پہلے روضہ شریف میں حاضر ہوتے۔ پھر اپنی جگہ پر فجر کی سنتیں پڑھتے۔ حضرت ثانی کی حیات مبارکہ میں یہ معمول تھا کہ فجر کی سنتوں کے بعد اعلیٰ حضرت کے ہنگامہ شریف میں آ کر حضرت ثانی کے انتظار میں کھڑے ہو جاتے۔ جب حضرت ثانی نماز فجر کے لئے تشریف لاتے، تو ان کے ہمراہ مسجد میں آ کر نماز باجماعت ادا کرتے۔ آپ عام طور پر پہلی صف میں امام کے پیچھے کھڑے ہوتے اور تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہ کرتے۔ نماز فجر کے بعد ایک دفعہ دعا کر کے کلمہ طیبہ و تحمید اور کلمہ شہادت کا بلند آواز سے تادیر ذکر کرتے۔ ذکر کے بعد دو دفعہ دعا کرتے۔ یعنی نماز کے بعد تین بار دعا کرتے۔

نماز فجر سے فراغت کے بعد مسجد سے نکل کر اس دروازہ پر آتے جو گھنٹہ گھر کے نیچے ہے۔ اسے بوسہ دیتے۔ حضرت ثانی کی زندگی میں یہ دستور تھا کہ جب حضرت ثانی نماز فجر کے بعد روضہ شریف کے اندر جاتے تو آپ ادب کی وجہ سے اندر حاضر نہ ہوتے بلکہ باہر کھڑے رہتے۔ حضرت ثانی کے وصال کے بعد نماز فجر کے بعد روضہ شریف کے اندر حاضری دیتے۔ اس کے بعد موسم گرما ہو تو باہر حضرت ثانی کے سجادہ پر بیٹھ کر اور ادا پڑھتے۔ اس وقت ہر شخص کو قدم بوسی کی اجازت ہوتی۔ اور ادا کے بعد شیخ غلام رسول صاحب حاضر ہوتے اور تصوف کی کسی کتاب سے دو تین ورق پڑھتے۔ آپ اور جملہ حاضرین بغور سنتے۔

اس کے بعد آپ روضہ شریف میں حاضر ہوتے پھر باہر آکر مجلس قائم کرتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اپنی والدہ محترمہ کی زیارت کے لئے جلتے۔ پھر قبیلہ فرماتے۔ بیدار ہو کر تازہ وضو کرتے اور سنتیں پڑھ کر مسجد میں تشریف لے جلتے۔ نماز باجماعت سے فراغت کے بعد بنگلہ شریف میں حضرت ثانی کے سجادہ پر رونق افروز ہوتے۔ اور تلاوت و تسبیح میں مشغول ہو جاتے۔ تلاوت کے بعد تین دفعہ دعائیں لگتے۔ تلاوت سے فراغت کے بعد اگر مہاروی حضرات میں سے کوئی صاحب تونسہ شریف میں موجود ہوتے تو ان کے ڈیرہ پر حاضری دیتے۔ وہاں سے اٹھ کر پھر اپنی والدہ محترمہ کی زیارت کے لئے جلتے۔ وہاں سے فارغ ہو کر چینی مسجد میں آکر مجلس قائم کرتے اور عصر تک یہیں قیام کرتے۔ کبھی کبھی اس وقت تعمیرات بھی دیکھنے چلے جاتے۔

نماز عصر مسجد میں باجماعت پڑھنے کے بعد روضہ شریف میں حاضری دیتے۔ پھر روضہ شریف کے سامنے مسئلہ پر رونق افروز ہو جاتے۔ اُس وقت ہاتھ میں تسبیح ہوتی۔ کلام کم کرتے۔ مغرب تک یہیں قیام فرماتے۔ پھر مسجد میں تشریف لے جلتے۔ پہلے نحم خواجگان پڑھتے۔ نماز مغرب باجماعت ادا کرتے۔ نوافل بھی مسجد میں ہی پڑھتے۔ بعد ازاں روضہ شریف کے دروازہ کو بوسہ دے کر مشرقی جالی کی طرف حاضر ہو کر وہاں کچھ دیر کھڑے رہتے۔ یہاں سے فارغ ہو کر اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ والدہ محترمہ کی حاضری کے بعد اگر سردیاں ہوتیں تو حجرہ آتشیں میں اور اگر گرمیاں ہوتیں تو چینی مسجد میں مجلس قائم کرتے۔ اُس وقت سب خدام اور کارکن جمع ہو جلتے۔ ان سے کام کاج اور حساب کتاب کے بارے میں پوچھتے۔ پھر رات کے کھانے کے لئے اندرون خانہ تشریف لے جلتے۔ واپس آکر اپنی جگہ پر ذرا آرام کرتے۔ پھر تازہ وضو کر کے عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لاتے۔ نماز سے فارغ ہو کر روضہ شریف میں حاضری دیتے۔ اندر جاتے ہی دروازہ بند کر لیتے اور چند لمحے اندر ٹھہرتے۔ وہاں سے فارغ ہو کر موسم کے مطابق مسئلہ پر رونق افروز ہوتے اس وقت اپنے دوکاندار سے آمد و خرچ کی تفصیل پوچھتے۔ حاضرین سے بھی بات چیت کر لیتے۔ پھر اٹھ کر مسجد

کی نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد حاضرین کو رخصت کر دیتے۔ آپ سو جاتے اور پھر فجر کے وقت بیدار ہوتے۔

آپ ہر حجہ کے روز اپنے اجداد حضرت خواجہ گل محمد اور حضرت خواجہ درویش محمد کے مزارات مبارکہ پر بھی حاضری دیتے۔ کبھی ناغہ نہ کرتے۔ ہر سال ہمارے شریف بھی باقاعدگی سے حاضر ہوتے اور چشتیاں شریف میں بھی عرس مبارک کی تقاریب میں شرکت کرتے۔ نیز اجمیر شریف، دہلی شریف اور پاکپتن شریف کی حاضری بھی بڑی باقاعدگی سے دیتے۔

## اخلاق :-

آپ بہت بااخلاق بزرگ تھے۔ صبر و شکر، تسلیم و رضا، عفو و درگزر، تحمل و تواضع اور عجز و انکسار کا حسین پیکر تھے۔ کوئی شخص آپ کو کس قدر بھی ایذا پہنچاتا آپ بالکل بدلہ نہیں لیتے تھے۔ بلکہ اس کی ایذا رسانی کے بدلہ میں اس سے نیکی اور بھلائی کا سلوک کرتے تھے۔ بیماری و علالت یا کسی مصیبت و تکلیف پر کبھی اُف تک نہ کرتے تھے۔ آپ اکثر بیمار رہتے۔ بچپن سے وصال تک کسی نے آپ کے بدن مبارک میں خون نہیں دیکھا۔ کثرتِ نجاست و ریاضت، غلبہٴ امراض و حوادث اور جملہ ہائے سحر کی بنا پر آپ کو کبھی سکون و آرام میسر نہ آیا۔ مگر بایں ہمہ آپ کو ہمیشہ مطمئن، پرسکون اور صابر و شاکر پایا گیا۔ آپ شریعت کے سخت پابند تھے۔ علماء کو دوست رکھتے تھے۔ اپنے احوال کو ہمیشہ دوسروں سے چھپائے رکھتے۔ اور اپنی ولایت یا کرامت کا کبھی تذکرہ نہ کرتے۔ ادب و تواضع میں بے مثال تھے۔ اتنے مودب تھے کہ اگر پیرزادگان میں سے کوئی بچہ بھی دور سے دکھائی دیتا تو فی الفور اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور جب کوئی پیرزادہ رخصت ہوتا تو آپ اسے رخصت کرنے کے لیے پہلے روضہ شریف میں لے جا کر ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے اور پھر ان کے ساتھ بڑی سرائے کے باہر بڑی سڑک تک تشریف لے جاتے اور انہیں سوار کر کے پھر واپس تشریف لاتے۔

انکسار کا یہ عالم تھا کہ حالانکہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

کی بارگاہ سے آپ کو قطب کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ مگر آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ :  
 ” میرے والد بزرگوار نے ابھی تک وصال نہیں فرمایا۔ اسی لئے کہ انہوں نے فرمایا  
 تھا کہ میں اس وقت تک فوت نہیں ہوں گا جب تک کہ موسیٰ کو کوئی چیز نہ بتلاوں  
 اور میں ابھی تک کوئی چیز نہیں بن سکا۔“

استغنا کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ نمازِ عصر کے بعد آپ روضہ شریف کے سامنے  
 مسئلہ پر تشریف فرما تھے کہ ڈپٹی کمشنر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر آپ کو کوئی ایسی حاجت  
 ہو، جو ہمارے اختیار میں ہو تو فرمائیں ہم ہر قسم کی خدمت کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے  
 روضہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ہمارے لیے اُن کی امداد کافی ہے۔“  
 ڈپٹی کمشنر نے چند بار اپنے کلمات دہرائے۔ آپ نے ہر بار روضہ شریف کی اشارہ کر کے  
 یہی فرمایا کہ ”ہمارے لیے اُن کی امداد کافی ہے۔ ہمیں کسی اور امداد کی حاجت نہیں۔“  
 آخر وہ واپس چلا گیا۔

آپ میں تحمل و برداشت بھی بے حد تھی۔ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں  
 حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غریب نواز میاں روشن فقیر ہر وقت آپ کو بُرا بھلا کہتا رہتا  
 ہے اور آپ کے بارے میں ہمیشہ بدگویی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ  
 وہ اس سے بھی زیادہ بدگویی کرے۔“

آپ اس قدر متوکل تھے کہ ایک دفعہ آپ نے کسی کام کا ارادہ کیا اور حاضرینِ مجلس  
 کے سامنے اظہار کیا۔ اہل مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ غریب نواز یہ کام نہ کریں اس  
 پر بہت زیادہ احتجاجات ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ”اے مجھے احتجاجات سے نہ ڈرا۔  
 حضرت تھانیؒ مجھے دین و دنیا کا بادشاہ بنا کر گئے ہیں اور مجھے اپنے ربِّ کریم پر پورا  
 بھروسہ ہے۔“

## مجاہدہ و ریاضت :-

آپ مجاہدہ و ریاضت میں درجہ کمال پر تھے یہاں تک کہ غلبہٴ امراض کی حالت

میں بھی اپنے اور اد نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ حافظِ قرآن تھے۔ اور نماز تراویح میں خود قرآن پاک سنتے تھے۔ حضرت ثانیؒ کے وصال کے بعد پہلے سال رمضان شریف میں چار قرآن پاک سنائے۔ ایک مسجد میں اور تین روضہ شریف کے سرہانے محفل خانہ میں۔ دوسرے سال رمضان شریف میں آپ بیمار تھے۔ مگر جو نہی ذرا افاقہ ہوا نقاہت کے باوجود آپ مسجد میں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر تمام قرآن پاک سنا۔ تیسرے اور چوتھے سال آپ نے رمضان شریف میں تین تین ختم شریف پڑھے۔ ایک ختم مسجد میں اور دو دو محفل خانہ میں۔ وصال سے قبل آخری رمضان المبارک میں بھی تین ختم کرنے کا ارادہ تھا۔ مگر ابھی ایک قرآن پاک ختم کیا تھا۔ کہ طبیبوں نے مشورہ دیا۔ کہ آپ اپنے ضعف بدن اور حالات کے پیش نظر اتنی مشقت نہ کریں کہ صحت کو مزید نقصان پہنچے۔ تب آپ نے طبیبوں کے مشورہ پر عمل کیا۔ آپ مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرنے کو ہمیشہ پسند فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ کے پائے مبارک میں فقرس کے عارضہ کی وجہ سے ہر وقت درد رہتا تھا۔ اور آخر عمر میں غذا کی کمی کی وجہ سے بدن مبارک میں بہت ضعف آگیا تھا۔ پھر بھی آپ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر میں ایک نماز بھی بغیر جماعت نہیں پڑھی۔

## طہارت و پاکیزگی :-

آپ طہارت و پاکیزگی میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ یہاں تک کہ رفع حاجت کے لیے الگ تہیند تھا اور نماز کے لئے الگ۔ رمضان المبارک میں جب نماز تراویح میں قرآن پاک سناتے تھے تو بہرات غسل کر کے نئے کپڑے پہنتے تھے۔ حضرت ثانیؒ خواجہ شاہ اللہ بخش فرمایا کرتے تھے کہ "نماز تو میں موسیٰ کی نماز ہے۔"

## اصلاح و تبلیغ :-

علاقہ کے خواص و عوام کی اصلاح کی طرف آپ نے بہت توجہ فرمائی۔ بہت سے

نواب، جاگیردار اور اُمراء جو بگڑے ہوئے تھے اور بُرے اعمال میں گرفتار تھے، آپ سے بیعت کرنے کے بعد صالح اور نیک ہو گئے۔ محمد بہاول خاں عباسی والی ریاست بہاول پور نے بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، تمام گذشتہ گناہوں سے توبہ کی، بیعت کے بعد حج و زیارت کے لیے گیا۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی میں مکمل انقلاب آگیا۔ علاوہ ازیں ہندوستان اور افغانستان کے اور بھی بے شمار سربراہ آوردہ اشخاص آپ کے مرید ہوئے اور سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد نماز و روزہ کے پابند ہو گئے اور متقی و پرہیزگار بن گئے۔

آپ ایک دفعہ ہندوستان کے سفر میں جب اجمیر شریف سے واپس وطن تشریف لارہے تھے تو راستہ میں بیکانیر بھی تشریف لے گئے۔ بیکانیر کے راجہ نے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے قبول کر لی۔ ایک پیر بھائی جو رفیق سفر تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے راجہ کے قلعہ میں محلات کی چھتوں پر اذانیں دوائیں اور باجماعت نمازیں ادا کیں۔ راجوں مہاراجوں کے اہل و عیال آپ کو اور آپ کے رفقاء کو نمازیں ادا کرتے دیکھتے تھے۔ اور خوش ہو کر کہتے تھے کہ ہمارے گوردی آئے ہوئے ہیں اور اپنی عبادت میں مصروف ہیں۔

## تعمیرات :-

حضرت ثانی شاہ اللہ بخش نے آستانہ عالیہ سلیمانہ کی تعمیرات میں گہری دلچسپی لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے زمانہ میں بہت تعمیرات ہوئیں۔ ان تمام تعمیرات کے لئے پتھر مکانہ اور بے پور کے علاقوں سے لایا جاتا تھا۔ حضرت ثانی ہمیشہ پتھر لانے کے لئے آپ کو بھیجا کرتے تھے۔ حضرت ثانی کے وصال کے بعد آپ نے بھی تعمیرات آستانہ عالیہ میں بہت اضافے کیے۔ طالب علموں، درویشوں، مہمانوں اور مشائخ کی رہائش کے لئے دوسرائیں تعمیر کرائیں۔ اور ایک تیسری عالی شان سرانے کی بنیاد رکھی۔ چشتیان شریف میں حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارودی کے روضہ شریف



میں سنگِ مرمر کا فرش بھی آپ ہی نے لگوایا تھا۔ حضرت قبلہ عالم کے فرزند ان کے مزارات اور روضہ شریف کے شمالی اور غربی پتھر کو بھی سنگِ مرمر سے آپ ہی نے تیار کروایا۔ پتھر شمالی کے سامنے عالی شان صقف بھی آپ ہی کا تعمیر کردہ ہے۔ نیز آپ نے ایک وسیع عریض شامیانہ تیار کر کے خانقاہ قبلہ عالم کی نذر کیا۔

## لنگر:-

حضرت ثانی نے آپ کو وصیتیں کی تھیں کہ:

۱۔ لنگر جاری رکھنا۔ ۲۔ فقرا اور درویشوں کی خدمت کرنا۔ ۳۔ دنیا کو بیچ سمجھنا۔ آپ نے ان وصیتوں پر خوب عمل کیا۔ آپ نے لنگرِ سلیمان کو پہلے سے زیادہ وسعت دی۔ غریب اور مسافر اگر آدھی رات کو بھی آجاتے تو انہیں کھانا اور رہائش مل جاتی۔ فقرا کی خدمت کو آپ نے ہمیشہ اپنا شعار بنایا اور دنیا کو حقیر جانا۔ جو کچھ آیا راہِ خدا میں لٹا دیا۔ اپنے لئے ایک پائی بھی نہ رکھی۔ حضرت ثانی فرمایا کرتے تھے: "موسن غریب بہت امین ہے۔ لنگر شریف کے مال سے ایک ذرہ ضائع نہیں کرتا۔ حالانکہ مالِ لنگر اس کا مال ہے۔ اس میں سے کچھ خرچ بھی کر لے تو منع نہیں ہے مگر یہ بے چارہ لنگر شریف کے مال سے بہت ڈرتا ہے۔ اور اگر میں کبھی خود اپنے پاس سے کوئی چیز دیتا ہوں اور چند دنوں کے بعد پوچھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز اسی طرح رکھی ہوئی ہے۔ موسن غریب اتنا امین ہے۔"

## شیخ کی نظر میں :-

(۱)

ایک شخص حضرت ثانی کی خدمت میں تعویذ لینے آیا۔ آپ نے فرمایا: "موسن سے لے لو۔" اس شخص نے خیال کیا کہ ان سے تعویذ لینا بے فائدہ ہے۔ پس آپ سے تعویذ نہ لیا۔ اسی رات اُس نے خواب میں اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان کی زیارت کی۔

انہوں نے فرمایا "تُو نے مونس سے اس لیے تعویذ نہیں لیا کہ بے فائدہ ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا تعویذ میرا تعویذ ہے۔" وہ شخص جب بیدار ہوا تو بہت پشیمان ہوا۔ دوسرے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعویذ لکھوا کر لے لیا۔ اعتقاد کیا۔

(۲)

حضرت ثانیؒ اکثر آپ کو لنگر شریف اور آستانہ عالیہ کے امور کے لیے سفر پر روانہ کیا کرتے تھے۔ تمام سنگ مرمر جو جامع مسجد، روضہ شریف اور آستانہ عالیہ کی تعمیرات میں صرف ہوا ہے۔ آپ ہی کا لایا ہوا ہے۔ اس سنگ مرمر کی خاطر آپ ریاست مکرانہ (سندوستان) کی طرف متعدد دبار تشریف لے گئے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ثانیؒ کی حیات مبارکہ میں ہی اس علاقہ میں آپ کے لاتعداد مرید تھے۔ حضرت ثانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "اس ملک یعنی مکرانہ، اجمیر شریف، اور جے پور میں لوگ مجھے مونس کے وسیلہ سے جانتے ہیں۔ کیونکہ جب میں اس علاقہ میں جاتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ مونس کے والد صاحب آئے ہیں، اذان کی زیارت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے ایسا بیٹا عطا کیا ہے جو میری شہرت کا وسیلہ ہے۔"

(۳)

حضرت ثانیؒ جب آخری ایام میں ضعیف ہو گئے تو اپنی جگہ آپ کو یا کیتن شریف کے عرس مبارک میں شرکت کے لیے بھیجنے لگے۔ ایک دفعہ آپ کے رفقاء میں سے ایک شخص عرس مبارک ختم ہوتے ہی تو نسہ شریف واپس آیا۔ اور حضرت ثانیؒ کی خدمت میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت ثانیؒ نے اس شخص سے عرس مبارک کے حالات اور زائرین کی تعداد کے بارے میں پوچھا۔ نیز اپنے فرزند ارجمند حضرت محمد موسیٰؒ کے پاس لوگوں کی آمد و رفت اور حاضری کے بارہ میں پوچھا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ غریب نوار جس طرح پاک پتن شریف میں عرس مبارک کے موقعہ پر لوگ آپ کی خدمت میں جوق در جوق حاضری دیا کرتے تھے اسی طرح حافظ محمد موسیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں بلکہ اس دفعہ لوگ پہلے سے زیادہ حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت ثانیؒ نے

جوش میں آکر فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک **الْوَلَدُ سِرٌّ لَا يَبِيَهُ** کے یہی معنی ہیں۔"

## کرامات :-

انبیائے کرام سے معجزات سرزد ہوتے ہیں اور اولیا اللہ سے کرامات۔ معجزہ کا اظہار ضروری ہے اور کرامت کا چھپانا ضروری ہے مگر پھر بھی کرامات اولیاء کا ذکر ملفوظات میں آ رہی جاتی ہے۔ آپ سے بھی بے شمار کرامات کا ظہور ہوا، جن میں صرف دو درج ذیل ہیں۔

(۱)

آپ ایک دفعہ دوران سفر ایک لستی کے قریب سے گزرے تو دیکھا کہ لستی سے باہر میدان میں ایک جنازہ رکھا ہوا ہے لوگ بھی موجود ہیں۔ اور امام بھی موجود ہے مگر جنازہ نہیں ہو رہا۔ آپ قریب پہنچے تو امام نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ جس شخص کا یہ جنازہ ہے وہ گڈ ریا تھا۔ مگر ہم میں سے کسی نے اُسے کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کا جنازہ نہیں پڑھایا اور لوگوں کو بھی منع کر دیا ہے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہ شخص کلمہ گو تھا؟ لوگوں نے گواہی دی کہ کلمہ پڑھتا تھا۔ آپ نے فرمایا، اس کا جنازہ میں پڑھاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے گڈ رئے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے رفقاء اور لستی کے چند لوگوں نے اقتدار کی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ نے مرحوم کے لئے دُعائے مغفرت کی۔ اس کے بعد جب لوگوں نے اس کا چہرہ دیکھا تو اس پر نور برس رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی بخشش نرالی چیز ہے۔"

(۲)

آپ کی ایک خادمہ تھیں جس کا نام سجتا اور تھا، وہ بہت بیمار ہو گئیں آپ نے خواجہ غلام زکریا دانت بڑے کی والدہ محترمہ کو فرمایا کہ اس خادمہ کی پوری نگہداشت اور خدمت کی جائے۔ دوسرے روز خواجہ غلام زکریا دانت بڑے کی والدہ صاحبہ نے آپ کی خدمت

میں عرض کیا کہ غریب نواز مجھے اس کی خدمت میں کوئی عذر نہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جب میں اس کے سامنے کلمہ شریف یا آیات قرآن پڑھتی ہوں تو وہ دوسری طرف مُنٹ پھیر لیتی ہے۔ آپ نے جب یہ سنا تو اس خادمہ پر ایک نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے۔ اُس دن آپ خلاف معمول گھر میں سات دفعہ تشریف لائے۔ ہر بار خادمہ کی طرف خصوصی توجہ فرماتے رہے۔ جب ساتویں بار تشریف لائے تو اس کے قریب بیٹھ گئے اور اس کے دائیں کان میں بلند آواز سے "یا اللہ" کہا۔ پس فوراً ہی اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ تین دن کلمہ کا ذکر کرتی رہی اور اسی حالت میں تیسرے روز فوت ہو گئی۔

## ارشادات:-

(۱)

فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ نے اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کو خلافت عطا کی۔ تو فرمایا کہ جو کوئی بھی تمہارے پاس بیعت کے لئے آئے اسے ضرور بیعت کریں۔ اعلیٰ حضرت نے معذرت کی اور عرض کیا کہ میں کسی کو بیعت کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا "حافظ صاحب (اعلیٰ حضرت) آپ عوام کو ضرور بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مقام دیا ہے وہ کسی کو نہیں دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مریدوں میں سے عوام کو وہ کچھ عطا کریں گے جو دوسروں کے مریدانِ خاص کو بھی عطا نہیں کیا۔"

(۲)

فرمایا کہ حضرت یحییٰ مدنیؒ مدینہ منورہ میں عرصہ دراز تک اقامت گزیر رہے۔ آخر ان کے دل میں وطن کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے چند بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے وطن احمد آباد گجرات (سندوستان) جانے کی اجازت طلب کی مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ آخر وہ بغیر اجازت روانہ

ہو گئے۔ راہ میں اونٹ سے گر گئے اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ شتر بان کو کہا کہ واپس مدینہ منورہ پہنچا دو۔ دوبارہ حاضر ہو گئے۔ اب ہر وقت روضہ اقدس کے آس پاس بیٹھے رہتے تھے۔ مجاور روضہ اقدس نے کہا کہ تو ہر وقت یہاں بیٹھا رہتا ہے میں نہیں بیٹھنے دوں گا۔ رات کو مجاور نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو یہاں سے جانا چاہتا تھا مگر میں نے اسے واپس بلا لیا ہے تاکہ میرے پاس سے نہ جائے۔

(۳)

فرمایا کہ وصول کے کئی راستے ہیں، جو بطور سڑک کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سڑک کا راستہ اگرچہ طویل ہوتا ہے۔ لیکن صاف ستھرا اور بے خطر ہوتا ہے۔ اگرچہ دیر لگتی ہے۔ لیکن راہرواگر چلتا رہے تو کسی نہ کسی وقت امن و عافیت سے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر چشتیہ طریق بطور پگڈنڈی کے ہے۔ اور نزدیک ترین راستہ آیا ہے۔ اگرچہ اس راہ میں کانٹے دار جھاڑیاں بگھرت ہیں مگر محبت اور ادب سے سالک برسوں کی بجائے مہینوں بلکہ دنوں میں یہ راستہ طے کر لیتا ہے۔

(۴)

فرمایا: عالم علم اور کتاب سے بات کرتا ہے مگر فقیر و درویش براہ راست خدا کے پاس سے بات کرتا ہے لہذا شیخ طریقت کی ارادت و مطابقت راہ سلوک کا بہترین توشہ ہے۔ اس کے بغیر منزل پر صحیح و سلامت پہنچنا نہایت کھٹن اور محال ہے۔ جو شخص شیخ و مرشد کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلتے ہوئے محض اللہ کے لئے مجاہدہ کریگا، اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لئے بہترین راستہ کھول دیں گے، اور جلد منزل مقصود تک پہنچا دیں گے۔

## احوالِ علالت:

رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ میں آپ بیمار ہوئے۔ شوال میں مرض نے غلبہ کیا۔ کثرت

ذکرِ پائسِ انفاس کی وجہ سے غذا میں بہت کمی آگئی یہاں تک کہ کھانا پینا ترک ہو گیا۔  
 سوال کے آخری عشرہ میں جمعہ کے دن بوقتِ چاشت آپ نے اپنے فرزندِ اکبر حضرت  
 خواجہ محمد حامد سے فرمایا کہ مجھے روضہ شریف میں لے چلو۔ پس آپ کی چار پائی اٹھا  
 کر روضہ شریف میں لے گئے اور اعلیٰ حضرت کے مزارِ مبارک کے قریب رکھ دی گئی۔  
 آپ نے مزارِ مبارک کا غلاف کھینچ کر اپنے سرِ مبارک پر ڈالا۔ اور آہستہ آہستہ چند باتیں  
 کیں منقول ہے کہ آپ نے اجازت طلب کی کہ "میں حضرت قبلہ عالم کے عرس  
 مبارک میں شرکت کر آؤں۔" پھر آپ نے خواجہ محمد حامد سے فرمایا کہ مجھے اپنے بنگلہ  
 شریف میں لے چلو۔ اگر بارہ گھنٹہ میں ختم ہو جاؤں تو بہتر ورنہ سمجھو کہ خیر ہے۔

## انتقالِ نعمت :

جب بارہ گھنٹے گزر گئے تو آپ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو گئے۔ یہاں تک کہ روضہ  
 شریف اور مسجد میں جانے لگے۔ ایک دن آپ نے خواجہ محمد حامد کو اپنے نزدیک  
 بلایا اپنے کھیسہ سے ایک چابی نکال کر دی اور فرمایا کہ یہ ایک صندوق کی چابی ہے۔  
 اس صندوق میں دوسرا صندوق ہے اور پھر اس کے اندر تیسرا صندوق ہے۔ اس میں  
 ایک چیز ہے اس کی زیارت کرتے رہنا۔ اور اس پر عمل کرتے رہنا۔  
 پھر فرمایا کہ یہ صندوق اسی حالت میں حضرت قبلہ عالم نے اعلیٰ حضرت کو ادا  
 انہوں نے حضرت ثانی کو عطا فرمایا تھا۔ پس حضرت ثانی نے ساری زندگی یہ صندوق  
 کسی کو نہ دکھایا۔ آخر میں یہ صندوق انہوں نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے ساری زندگی  
 یہ صندوق کسی کو نہیں دکھایا۔ اب یہ تیرے سپرد کرتا ہوں۔

## سفرِ بہارِ شریف :-

ماہِ ذی قعدہ کے آخری عشرہ میں آپ بہارِ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔  
 بہارِ شریف پہنچ کر آپ کو مرضِ دمِ کشی (دمہ) کا دورہ ہو گیا۔ اسی حالتِ مرض میں



مسجد میں نماز کے لئے روضہ شریف میں زیارت کے لئے اور تقاریب عرس میں برکت کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ جب عرس مبارک ختم ہوا تو مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ کے لئے مسجد اور روضہ شریف میں جانا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ آپ اپنے ڈیرہ سے میاں محمد یوسف مہاروی کے دولت کدہ پر منتقل ہو گئے۔

اگلے دن آپ حضرت میاں محمد یوسف کے مکان پر خانقاہ قبلہ عالم کی تعمیرات کے نقشے دیکھ رہے تھے اور جملہ صاحبزادگان مہاروی بھی موجود تھے کہ اچانک دور سے خواجہ محمد حامد نمودار ہوئے۔ جملہ صاحبزادگان مہاروی دوڑے اور قدم بوسی کی۔ جب خواجہ محمد حامد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا "با بویسے آئے؟" انہوں نے عرض کیا کہ کئی تار دئے خط لکھے مگر جب کسی کا جواب نہ ملا تو ناچار خود حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا "اچھا کیا تم آ گئے"

## خلافت :-

اسی روز شام سے قبل آپ نے خواجہ محمد حامد کو مسجد میں ختم خواجگان کے لئے بھیجا۔ دوسرے روز آپ خواجہ محمد حامد کو حضرت قبلہ عالم کے روضہ شریف کے اندر لے گئے اور جملہ نعمت ہائے باطنی جو آپ کو اپنے آبا و اجداد سے ملی تھیں خواجہ محمد حامد کے سپرد کر دیں اور خلافت دے کر مجاز مطلق بنا دیا۔

## وصال :-

اس سے اگلے روز آپ تونسہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ مرض بڑھ گیا۔ ادھر تونسہ شریف میں حضرت خواجہ محمود کی شادی کی تیاری کا جوش و خروش تھا۔ چاروں طرف سے لوگ ان کی شادی میں شرکت کے لئے تونسہ شریف آئے ہوئے تھے۔ چودہ ذوالحجہ جمعہ کی رات کو برات کی روانگی مقرر تھی مگر حضرت خواجہ محمود نے آپ کا حال دیکھ کر برات کی روانگی ملتوی کر دی۔ ۱۵ ذوالحجہ ہفتہ کی رات کو آپ نے حضرت

خواجہ محمد حامد کو مسجد میں نمازِ عشر کے لئے بھیجا۔ اور باقی حضرات کو بھی حجرہ سے باہر بھیج دیا۔ تاکہ اندرون خانہ سے خواتین حاضر ہو سکیں۔ پس جب اہل پردہ اندر آئیں تو اس وقت آپ چارپائی پر بیٹھے تھے، مگر واصل بحق ہو چکے تھے۔ اہل پردہ نے پاؤں سیدھے کئے اور شور مچا دیا، ہو گیا کہ جہاں بے نور ہو گیا۔

## تجہیز و تکفین :-

اگلے دن آپ کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا۔ آپ کی میت مبارکہ کو روضہ شریف کے جنوب کی طرف مجلس خانہ میں رکھا گیا اور نماز جنازہ پڑھی گئی۔ پھر زیارت عامہ ہوئی۔ ازاں بعد ڈیڑھ بجے کے قریب آپ کو صندوق میں رکھا گیا۔ اور روضہ شریف میں حضرت خواجہ خیر محمد کے مشرق کی طرف دفن کر دیا گیا۔ ملک کے تمام کہ و مہ حاضر تھے۔ جناب دیوان صاحب پاکستان شریف، صاحبزادگان ہماروی، مولوی صاحبان مکھڑی، خواجگان سیالوی و گولڑوی، مختلف خانقاہوں کے سجادہ نشینان اور بڑے بڑے نواب و خواتین اور ہزاروں دیگر افراد موجود تھے۔ سب یہ سمجھتے تھے کہ حضرت خواجہ محمود نے سب کو شادی پر مدعو کیا ہے مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ نے انہیں اپنی نماز جنازہ پر بلا یا ہے۔

## تاریخ وصال :-

۱۵ رذوالحجہ ۱۳۲۳ھ آپ کی تاریخ وصال ہے۔ مختلف حضرات نے مادہ ہائے

تاریخ وصال نکلنے ان میں سے چند درج کئے جاتے ہیں :-

صیارید یونی صاحب :-

صدر بزم شریعت زبدۃ العارفین و سرائیکین  
ہادی دین شاہ محمد موسیٰ تونسوی

(= ۱۳۲۳ھ)

مولوی محمد حسین قیس چشتی سلیمانیؒ

پیر تونہ شریف (= ۱۳۲۳ھ)

## سجادگی :-

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ کے وصال کے بعد حسب دستور خاندان  
۱۹ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ بروز بدھ آپ کے فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ  
آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے سجادہ نشین ثالث کے طور پر رونق افروز سجادہ سلیمانی ہوئے

## اولاد :-

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں  
کے نام درج ذیل ہیں :-

۱۔ حضرت خواجہ محمد حامدؒ

۲۔ حضرت خواجہ غلام زکریا صاحب مدظلہ العالی

۳۔ حضرت خواجہ عبداللہؒ

۴۔ حضرت خواجہ یوسفؒ

تادم تحریر حضرت خواجہ غلام زکریا صاحب مدظلہ العالی حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ان کا مبارک سایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

## پر تو تھا باب

حضرت حامی

خواجہ محمد حامد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ تا ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

ایک درویش ہمیشہ آپ کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔ آپ کے پاس اس کی شکایت کی گئی تو فرمایا: حدیث مبارک کے مطابق اگر وہ مجھے بُرا بھلا کہتا ہے تو وہ اپنی عبادت کا ثواب مجھے دیتا ہے۔ اس لئے وہ میرا خیر خواہ ہے دشمن نہیں ہے اسے کچھ نہ کہا کرو۔“



## ولادت اور تعلیم و تربیت :-

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی کے فرزند اکبر خواجہ محمد حامد تونسوی کی ولادت باسعادت ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ بروز شنبہ ہوئی۔ حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش کو جب آپ کی ولادت کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: "مبارک ہو، اس کا نام محمد حامد رکھو" بچپن ہی سے آپ میں آثار ولایت و کمالات ظاہر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے والد گرامی آپ سے بہت التفات رکھتے تھے۔ بارہا آپ کی آنکھوں کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے: "حامد ہمارے گھر کا روشن چراغ ہے"

جب آپ کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو حسب دستور خاندان آپ کی تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کیا گیا۔ قرآن پاک کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عربی فارسی اور علوم دینی کی جملہ کتب کی تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ علوم ظاہری کی تکمیل کر لی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں مولوی خدابخش جراح کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس کے بعد آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دادا جان حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش اور اپنے والد گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ کی سرپرستی و نگرانی میں تکمیل کے جملہ مراحل طے کئے۔

## حضرت ثانی صاحب کی نوازشات :-

حضرت ثانی صاحب آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ہر وقت اپنے ساتھ لکھتے تھے۔ آپ کی لمحہ بھر کی جدائی کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اگر کبھی آپ سے حضرت ثانی صاحب کی خدمت میں حاضری کے لیے دیر ہو جاتی تو حضرت ثانی صاحب بے قرار ہو جاتے اور فرماتے: "آج حامد نے دیر کر دی۔ خیر تو سے اسے جلد بلاؤ۔" چنانچہ جب آپ حاضر ہوتے تو حضرت ثانی صاحب آپ کو گلے سے لگاتے۔ گود میں بٹھا کر پیار کرتے اور آپ کی آنکھوں پر بوسہ دیتے۔

مسجد میں نماز باجماعت کے لئے آپ ہمیشہ حضرت ثانی صاحبؒ کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں جب حضرت ثانی صاحبؒ ضعیف و ناتواں ہو گئے تو آپ پانچوں نمازوں کے لئے ان کا دست مبارک تھام کر مسجد میں اپنے ساتھ لیتے۔ حضرت ثانی صاحبؒ نے بارہا فرمایا: "خدا تعالیٰ حامد کو خوش رکھے یہ میری بہت خدمت کرتا ہے۔ اگر یہ میرا ساتھ نہ دیتا تو میں مسجد میں نماز باجماعت کے لئے بھی نہ آسکتا اور روضہ مبارک کی زیارت سے بھی محروم رہ جاتا۔" حضرت ثانی صاحبؒ آپ کو پیار سے "حامی" کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت ثانی صاحبؒ نے اپنے فرزند اکیبر حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ سے پوچھا: "کیا حامد بیٹھتا ہے؟" حضرت حافظ محمد موسیٰؒ نے عرض کیا: "جی ہاں حاضر ہے۔" فرمایا: "اپنا ہاتھ لاؤ۔" جب آپ نے اپنا ہاتھ حضرت ثانی صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا تو پھر پوچھا: "یہ کس کا ہاتھ ہے؟" حضرت حافظ محمد موسیٰؒ نے عرض کیا: "قبلہ یہ حامد کا ہاتھ ہے۔" تب حضرت ثانی صاحبؒ نے اپنی تسبیح مبارک آپ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: "اسے قابو کرو، اسے پڑھنا اور حفاظت سے رکھنا۔"

## سجادگی کی بشارت:

حضرت ثانی صاحبؒ کے ایام علالت میں ایک دن جب جملہ اہل خاندان ان کے پاس حاضر تھے تو انہوں نے اپنے دونوں فرزند ان خواجہ محمد موسیٰؒ اور خواجہ محمودؒ سے فرمایا کہ تم دونوں میرے پاس بیٹھو اور آپ سے فرمایا: "حامد تم جاؤ عصر کی نماز کا وقت ہو رہا ہے مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرو۔ پھر روضہ شریف کی زیارت کے بعد وہیں بیٹھنا اور مغرب کی نماز پڑھ کر واپس آنا۔" آپ نے حسب الارشاد مسجد میں نماز باجماعت پڑھی۔ روضہ شریف کی زیارت کی۔ جب باہر تشریف لائے تو خلیفہ جمال الدین نے عرض کیا کہ میں نے مصلحہ بچھا دیا ہے مصلحہ پر تشریف رکھیں۔ مگر آپ مصلحہ پر نہ بیٹھے۔ فرمایا: "میں اپنے جدِ مجدؒ اور والدِ نبرگوارہ کی موجودگی میں



اس مسئلہ پر نہیں بیٹھ سکتا۔ جب مغرب کی نماز کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو حضرت ثانی صاحب نے پوچھا: حامد نماز ادا کرنے کے بعد مسئلہ پر بیٹھے تھے؟ آپ خاموش رہے۔ حضرت ثانی صاحب نے خلیفہ جمال الدین کو طلب کیا وہ آئے تو فرمایا: کیا حامد کے لئے مسئلہ نہیں بچھایا گیا تھا۔ اگر یہ اس مسئلہ پر نہیں بیٹھے گا تو کون بیٹھے گا؟ خلیفہ جمال الدین نے عرض کیا کہ: قبلہ میں نے تو مسئلہ بچھایا تھا مگر صاحبزادہ صاحب باپس ادب خودی نہیں بیٹھے۔ حضرت ثانی صاحب نے فرمایا: یہی بیٹھے گا۔ یہی بیٹھے گا۔ یہی بیٹھے گا۔

## انتقالِ نعمت :-

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ جب اپنی عمر مبارک کے آخری سال میں بیمار ہوئے۔ تو آپ کو اپنے پاس طلب کیا۔ آپ حاضر خدمت ہوئے تو اپنی جیب سے ایک کٹنجی نکال کر عطا کی اور فرمایا: یہ ایک صندوق کی کٹنجی ہے جس میں ایک اور صندوق ہے اور اس صندوق میں ایک اور صندوق ہے۔ اس تیسرے صندوق میں ایک چیز ہے اس کی زیارت کرتے رہنا اور اس پر عمل کرتے رہنا۔ پھر فرمایا کہ: یہ سربستہ صندوق حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کو عطا فرمایا تھا پس اعلیٰ حضرتؒ نے اپنی زندگی میں یہ صندوق کسی کو نہیں دکھایا۔ وصال سے قبل اعلیٰ حضرتؒ نے یہ صندوق حضرت ثانی صاحبؒ کو عطا فرمایا۔ پس انہوں نے اپنی حیات مبارک میں یہ صندوق مبارک کسی کو نہیں دکھایا۔ وصال کے وقت یہ صندوق انہوں نے مجھے عطا فرمایا۔ پس میں نے اپنی زندگی میں یہ صندوق کسی کو نہیں دکھایا۔ اب میں یہ صندوق مبارک تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ پس تو بھی اپنی زندگی میں کسی کو نہ دکھانا مگر اس کی زیارت اور اس پر عمل کو اپنا وظیفہ بنائے رکھنا۔

چند دن بعد اسی علالت کے دوران حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ نے خواجہ محمد حامدؒ سے پوچھا: حامد یارا کیا تو نے اس صندوق کی زیارت کی ہے اور اس پر عمل کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا: ہاں غریب نوازؒ منقول ہے کہ ان ہی ایام میں ایک دن کسی نے

عرض کیا کہ غریب تو از آپ خواجہ محمد حامدؒ کو اپنے دیگر چھوٹے بیٹوں کے بارہ میں کوئی حکم فرما جائیں۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ نے فرمایا: نہ۔ نہ میں حامد یار کو ان کے بارہ میں کچھ کہہ کر نہ جاؤں گا۔ کیونکہ حضرت ثانی صاحبؒ مجھے (خواجہ) محمود کے بارہ میں کچھ فرما کر نہیں گئے تھے۔

## سجادگی:-

آپ کو حضرت ثانی صاحبؒ نے اپنی اور حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کی حیات مبارکہ میں مصلہ پر بیٹھنے کی اجازت فرمادی تھی۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ نے اپنی علالت کے دوران نعمتِ باطنی منتقل فرمادی تھی۔ نیز حضرت قبلہ عالم رح کی خانقاہ مبارکہ پر وصال سے قبل آپ کو باقاعدہ خلافت عطا فرمادی تھی۔ حسب دستور خاندان بھی فرزند اکبر ہونے کی حیثیت سے آپ ہی سجادگی کے اہل تھے۔ لہذا آپ سجادہ سلیمانی پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۹ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ بروز بدھ نماز عصر کے بعد جناب دیوان صاحبؒ، خواجہ محمود صاحبؒ اور دیگر بزرگوں نے روضہ مبارک کے دروازہ میں کھڑے ہو کر خواجہ محمد حامدؒ کے سر پر دستار باندھی۔ پھر ۲ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ بروز جمعہ المبارک صاحبزادگان مہاروی نماز جمعہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اپنے ہمراہ روضہ شریف میں لے گئے اور آپ کی دستار بندی کی اور یوں حق بہ حقدار رسید کے مطابق آپ آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے سجادہ نشین ثالث بن کر سجادہ سلیمانی پر رونق افروز ہوئے۔

## حسین انتظام:-

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کے وصال کے بعد آپ مسند سجادگی پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ نے آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے انتظام کو بہت خوش اسلوبی سے سمجھایا۔ لشکر کے نظام کو بہت وسعت دی۔ دن رات لشکر جاری رہتا تھا۔ آپ نے

لانگری کو حکم دے رکھا تھا کہ جو بھی آئے خالی نہ جائے۔ ایک دفعہ تو نسہ شریف میں ایسا قحط پڑا کہ غریب و نادار لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ فاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔ مگر ایسے قحط سالی کے ایام میں بھی لانگر شریف کا دروازہ ہر کہ دمہ کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ ایک دفعہ لانگر شریف میں غلہ ختم ہو گیا آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا "مجھے کیا کہتے ہو؟" پھر روضہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اُسے جا کر کہو جس کا لانگر سے میں تو اس کا خادم ہوں۔ چنانچہ اسی روز بمبئی کے پیر بھائیوں کی طرف پندرہ سو روپیہ آگیا جو لانگر میں دے دیا گیا۔"

خانقاہ شریف، جامع مسجد اور دیگر تمام مکانات میں بجلی کا انتظام بھی آپ ہی نے کیا۔ آپ نے خانقاہ شریف کے لئے بجلی کا اپنا کارخانہ لگوا دیا۔ اس کارخانہ سے تمام مکانات میں روشنی کا انتظام ہو گیا۔ گرمیوں میں مسجد و آستانہ میں پنکھے چلنے لگے۔ روضہ مبارک کے کلس پر بجلی کا قلم لگوا دیا گیا، جس سے سارے شہر میں روشنی ہو گئی۔ نیز مسافروں کے لئے زاہد نمائی کی صورت بھی پیدا ہو گئی۔ لانگر شریف کے لئے آٹا پینے کی مشین لگوائی۔ برف کا ایک کارخانہ بھی لگوا دیا۔ گرمیوں میں برف لانگر یا آستانہ کے لئے کسی مخصوص نہ تھی بلکہ سارے شہر کو بھی تقسیم ہوتی تھی۔

## معمولات و مقبولیت :-

آپ اپنے آبا و اجداد کے معمولات کے سختی سے پابند تھے۔ شریعت کی پیروی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ اور سب کو قرآن و سنت پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنے خواجگانِ کرام اور مشائخِ عظام کے مزارات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ بہار شریف میں حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک پر باقاعدگی سے حاضری دیتے اور آستانہ عالیہ سلیمانہ کے جملہ عرائس مبارک اور تقاریب نہایت باقاعدگی اور پورے انتظام سے منعقد کراتے۔ خاص طور پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد بہت تکرار و احتشام اور عقیدت و محبت سے

کراتے تھے۔

آپ نے اپنے آباء اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رُشد و ہدایت کا فریضہ خوب سرانجام دیا۔ چنانچہ لاکھوں انسانوں کو راہ ہدایت کی تلقین کی اور منزل مقصود تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ اجمیر شریف، دہلی شریف اور دیگر خانقاہوں کے پیرزادگان، سجادہ نشینان، خادمان اور متوسلان ہزاروں کی تعداد میں آپ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ محمد حامدؒ جب بھی ہندوستان تشریف لے جاتے تو اجمیر شریف، دہلی شریف، ناگور شریف، اورنگ آباد شریف، بیکانیر اور احمد آباد ضرور تشریف لے جاتے۔ اجمیر شریف جلتے تو جناب دیوان صاحب کے قیام ہوتا۔ جناب دیوان صاحب، متولی صاحب، خادمان درگاہ شریف اور دیگر ہزاروں افراد آپ کے مُردیتھے۔ اجمیر شریف میں ایک مرتبہ عورتیں اتنی کثیر تعداد میں مرید ہوئیں کہ ناقابل بیان ہے۔ عجیب روح پرور منظر تھا۔ آپ نے فرمایا سب اپنے اپنے گھروں میں بیٹھیں۔ مہمل کے تھان لئے گئے۔ تھان سے تھان بندھتے چلے گئے۔ اور ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک محلہ سے دوسرے محلہ تک دیواروں اور چھتوں کے ذریعے پہنچا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پورے اجمیر شریف کے در و دیوار پر ایک جال سا بنا گیا۔ آپ درگاہ شریف میں یا دیوان صاحب کے مکان پر بیٹھ گئے اور تھان کا ایک سرا پکڑا اور ہزاروں عورتوں اور بچیوں کو بیعت فرمایا۔

## قطب مدار :-

علی محمد پیراچہ سے منقول ہے کہ میں کراچی میں ایک فقیر باکمال کی خدمت میں اپنے چند عزیز واقربا اور احباب کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس بزرگ کی وہاں بہت ہی شہرت تھی۔ کہ صاحب کمال بزرگ ہیں۔ جب ہم پہنچے تو دیکھا بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ سب باری باری اپنی حاجات پیش کرتے رہے یہاں تک کہ سب چلے گئے۔ میں اکیلا رہ گیا میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ آج کل قطب مدار کون ہے۔ اس درویش نے

فرمایا کہ آج کل تو نسہ شریف میں ایک بزرگ ہیں اُن کا نام خواجہ محمد حامد ہے وہی قطبِ مبارک ہیں۔

## کرامات :-

تذکرۃ الاولیاء کی حکایت کے مطابق آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ کا کوئی کام قرآنِ دُست کے خلاف نہیں تھا۔ اس پر استقامت ہی آپ کی کرامت تھی۔ مگر تبرکاً چند واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(۱)

**لنگر کے کام میں غیبی امداد :-** حافظ غلام حسین سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ نے مجھے غلہ خریدنے کے لئے داخل بھیجا

اور پیچھے سے نو بڑے خالی ٹین گھی کے لئے ارسال کیئے۔ چنانچہ میں نے لنگر شریف کے لئے غلہ خریدا اور گھی کے لئے بخارا کا ارادہ کیا۔ جب موٹر سے اُترتا تو چونکہ بخارا ترک سے کچھ دور تھا اس لئے میں نے آدمی بھیجا کہ بخارا میں جا کر غوث شاہ سے کہے کہ گھوڑا اور چار اونٹ ٹین لادنے کے لئے آئے۔ رات ہو گئی مگر وہ آئے۔ اس آیا اور نہ اونٹ اور سواری۔ میرے پاس لنگر شریف کا کافی روپیہ تھا۔ لہذا ڈرتا تھا کہ اس جنگل میں اگر چور یا ڈاکو آگئے تو روپیہ بھی چھین لیں گے۔ اور جان سے بھی مار ڈالیں گے۔ اس لیے میں نے آپ کو یاد کر کے کہا کہ ”میرے خواجہ حامد میاں صاحب اگر روپیہ لوٹا گیا تو بھی لنگر کا نقصان ہوگا اور اگر مجھے کسی نے مار ڈالا تو میرا خون بہا آپ کے ذمہ ہوگا۔“ خدا کی شان ابھی یہ بات میرے منہ سے نکلی تھی کہ دیکھتا ہوں ایک شخص گھوڑے

سے اولیاء اللہ کی بے شمار اقسام ہیں۔ بعض نے اس گروہِ پاک کو بارہ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ جملہ اقسام میں سب سے افضل اقطاب ہیں۔ اقطاب کے بھی بے شمار انواع ہیں۔ جن میں سب سے بڑا قطبِ مبارک ہوتا ہے۔ باقی سب اقطاب اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔

پہر سوار آ رہا ہے اور ساتھ چار اونٹ بھی ہیں۔ اس شخص نے آکر وہ گھوڑا سواری کے لیے  
 مجھے دے دیا اور چاروں اونٹ بھی میرے سپرد کر دیے۔ میں گھوڑے پہ سوار ہو گیا اور  
 ساربانوں سے ٹین اونٹوں پر لد مارا کہ بخارا کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب بخارا پہنچا تو اترتے  
 ہی میں نے غوث بخش شاہ سے کہا کہ پہلے اونٹوں کے لئے چارہ اور گھوڑے کے لئے دانہ  
 کا انتظام کرو۔ اُس نے کہا گھوڑا اور اونٹ کہاں ہیں۔ میں نے جو ادھر نگاہ کی تو دیکھا کہ  
 ٹین پٹے میں مگر گھوڑا، اونٹ اور ساربان غائب ہیں۔

(۲)

اولادِ نرینہ کیلئے دعا :-  
 میاں نصیر بخش مشرد ایک رئیس آدمی تھا۔ اُس کے  
 اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ وہ آپ کی خدمتِ اقدس  
 میں حاضر ہوا اور اولاد کے لئے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے  
 اُسے جلد ہی فرزند عطا کیا۔ اظہارِ شکر کے طور پر اُس نے خانقاہِ عالیہ کے بڑے دروازہ  
 پر چاندی چڑھوائی، جو آج تک آپ کی قبولیتِ دعا کی گواہی دے رہی ہے۔

(۳)

آگ پر قابو پانا :- ایک دفعہ رمضان المبارک میں محمود خاں ہوتانی کے مکان  
 میں آگ لگ گئی۔ وہاں بیسیوں اونٹ خشک گھاس کے  
 بھی پڑے تھے۔ آگ آنا فنا بھڑک اُٹھی۔ اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے  
 لگے۔ انتہائی کوشش کی گئی مگر آگ نہ بجھی۔ بلکہ پھیلتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ شہر کو آگ لگ  
 جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ کنوئیں پر  
 جو مشین لگی ہوئی ہے چلا دی جائے۔ مشین چلا دی گئی۔ پمپ سے پانی تو آ رہے کی طرح  
 جاری ہو گیا۔ لوگ پانی لے جا کر آگ پر ڈالنے لگے مگر آگ کے شعلے پانی ڈالنے کے باوجود  
 بھڑکتے جاتے تھے۔ آخر آپ نے چند کنکریوں پر دم کیا اور فرمایا جا کر آگ پر ڈال دو۔  
 جو نہی وہ کنکریاں آگ پر ڈالی گئیں آگ فوراً بجھ گئی۔

اولیاءِ ہست قدرت ازالہ تیرِ جستہ بازگرداندند زراہ



## محاسن :-

آپ نہایت خوش اخلاق، کم گو، نیک کردار، شیریں زبان اور بڑے دیار انسان تھے۔ مکارم اخلاق کا عمدہ نمونہ تھے۔ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ عفو و درگزر اور صبر و تحمل کے زیور اخلاق سے آراستہ تھے۔ ہمدردی و غمگساری کوٹ کوٹ کر طبیعت میں بھری ہوئی تھی۔ دردمندی اور غربا پروری کے ساتھ حق گوئی و بے باکی کی صفات سے بھی مہذب تھے۔ آپ نہایت حلیم الطبع تھے۔ اکثر غریبوں کی دعوت قبول فرمایا کرتے تھے اور ان کے ہاں ضرورت شریف لے جاتے تھے۔ مگر کھانا طبیعت پر موقوف تھا۔ اگر کوئی اصرار کرتا تو کوئی عذر فرما کر معذرت خواہ ہو جاتے۔ اور فرماتے "میں آگیا میرے ساتھیوں نے کھالیا۔" پھر میزبان اصرار نہ کرتے۔ آپ کا یہ فعل تقویٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ مزید برآں حضرت بابا فرید گنج شکر کے اس ارشاد کے بھی مطابق ہے جس میں حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ ہر کسی کی روٹی مت کھا بلکہ ہر کسی کو روٹی کھلا۔ "غرضیکہ آپ اپنے آبا و اجداد اور مشائخ عظام کے محاسن کا بہترین نمونہ تھے۔"

## حق گوئی و بے باکی

بمقدمہ تولد شریف آپ کو بحیثیت گواہ پیش ہونا تھا۔ کریم بخش دکیل نے آپ سے عرض کیا کہ جو کچھ میں آپ کو کہوں وہی بیان دیجئے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے جو کچھ پوچھا جائیگا سچ سچ بیان دے دوں گا۔ مگر اُس نے پھر اصرار کیا۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ غصہ سے فرمایا کیا تم مجھ سے جھوٹ بلوانا چاہتے ہو۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب حج نے آپ سے پوچھا کہ کیا خواجہ محمود اپنے والد بزرگوار (حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش) سے مجاز بیعت میں؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر اُس نے پوچھا کہ کیا آپ بھی اپنے دادا جان (حضرت ثانی صاحب) سے مجاز بیعت میں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں تو اپنے والد بزرگوار (حافظ محمد موسیٰ) سے مجاز بیعت ہوں۔

جج نے پوچھا کہ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے کیا ملا ہے؟ اس کی کیفیت بیان کیجئے۔  
 آپ نے فرمایا: "یہ اُس شخص کو بتایا جاسکتا ہے جو اس کا اہل ہو۔ چونکہ تم اس کے اہل نہیں ہو  
 اس لئے تمہیں اس کے متعلق نہیں بتایا جاسکتا" ڈسٹرکٹ جج نے فیصلہ لکھتے وقت یہ بھی  
 لکھا تھا کہ آپ جیسا سچا شخص دنیا میں میں نے نہیں دیکھا ہے اگرچہ انہیں معلوم تھا کہ ایسا بیان  
 دینے سے انہیں مقدمہ میں نقصان رہے گا۔ مگر پھر بھی حق گوئی سے باز نہیں رہے۔

## تھمل و بردباری :-

میاں حافظ احمد جعفر سے منقول ہے کہ آستانہ عالیہ سلیمانہ میں ایک درویش قیام پذیر تھا۔  
 آپ ہمیشہ اس کی خاطر مدارات فرماتے اور بہت خیال رکھتے۔ ایک دفعہ آپ سفر سے واپس  
 تشریف لائے تو میں نے اس درویش سے کہا کہ حضرت خواجہ صاحب قبلہ سفر سے واپس آئے  
 ہیں۔ تم بھی جا کر سلام و قدم بوسی کرو۔ اُس نے جواباً آپ کی شان میں چند نازیبا کلمات کہے۔  
 جو میرے لئے ناقابل برداشت تھے۔ میں نے اُسے بہت زیادہ سخت سُست کہا۔ یہ بات  
 آپ تک پہنچ گئی۔ آپ نے مجھے بلا کر یہ حکایت بیان فرمائی :

”حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے پاس ایک آدمی رہتا تھا۔ آپ کے سامنے تو آپ  
 سے عزت و احترام سے پیش آتا۔ مگر آپ کی غیر حاضری میں نازیبا کلمات  
 کہتا۔ ایک دن جب وہ آیا تو حضرت خواجہ حسن بصریؒ اس کی تعظیم کے لئے  
 کھڑے ہو گئے۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت میں اس لائق کہاں۔ فرمایا کہ تم میرے  
 بہت بڑے محسن ہو اس لیے کہ تم ساری رات عبادت کرتے ہو۔ اور دن کے  
 وقت میری شکایتیں کرتے ہو اور مجھے بُرا بھلا کہتے ہو۔ حدیث پاک میں ہے  
 کہ جو شخص دوسرے کی غیبت کرتا ہے۔ اُس کی نیکیاں دوسرے کے نامہ اعمال  
 میں لکھ دی جاتی ہیں۔ اس حدیث کے مطابق تم میرے محسن ہو۔ اس لیے  
 تمہاری تعظیم کے لئے کھڑا ہوں۔“

اس حکایت کے بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر وہ درویش میری شکایت

کرتے اور مجھے برا بھلا کہتا ہے تو وہ اپنی عبادت کا ثواب مجھے دیتا ہے میں اس کے عوض اگر کھانا کپڑا دیتا ہوں تو کوئی بڑی بات ہے۔ وہ میرا خیر خواہ ہے۔ دشمن نہیں ہے اسے کچھ نہ کہا کرو۔“

## مشائخ کی تعظیم :-

جناب دیوان صاحب پاکپتن شریف کسی وجہ سے آپ سے ناراض ہو گئے تھے چنانچہ آپ کی نذر قبول نہیں کرتے تھے مگر آپ ہمیشہ قدم بوسی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے۔ اور ان کی صحبت میں بیٹھنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے۔ اسی حالت میں بس برس گزر گئے اور دونوں کے رویے میں سرفراز فرق نہ آیا۔ آخر ایک دن حضرت دیوان صاحب نے اپنے پاس بلایا۔ نذر قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا میں تم سے راضی ہوا واقعی تم آزمائش میں کامیاب نکلے۔ آپ تقریباً ستائیس برس سجادہ سلیمانی پر رونق افروز رہے اور ایک جہان کو فیض یاب فرماتے رہے۔ لاکھوں افراد کو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں داخل فرما کر تقویٰ اور پیرمیزگاری کے راستہ پر گامزن کرایا۔ لاتعداد صاحب استطاعت افراد کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرانے کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ غرضیکہ پنجاب۔ سندھ۔ افغانستان بلوچستان۔ بہاولپور۔ بیکانیر۔ جوڈھپور۔ دہلی شریف اور اجیر شریف کے گوشہ گوشہ میں آپ کا فیضانِ روحانی پہنچا اور لاکھوں انسان آپ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔

## علالت وصال :-

ماہ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ میں آپ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے چشتیاں شریف تشریف لے گئے۔ وہیں آپ کی طبیعت علیل ہو گئی۔ اسی حالتِ بیماری میں عرس مبارک کے اختتام پر آپ دہلی شریف تشریف لے گئے اور وہاں حضراتِ خواجگان کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے واپسی پر پاکپتن شریف

حضرت بابا فرید گنج شکر کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ وہاں سے راتوں رات بذریعہ کار  
تونسہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ تونسہ شریف پہنچ کر طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ آخر  
۲۳ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ (۳۰۔ اپریل ۱۹۳۲ء) کو آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔  
آپ کو روضہ مبارک میں حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ مفتی محمد عبدالمعین  
سکین نے اس مصرع سے آپ کی تاریخ وصال نکلی :

جناب خواجہ حامد لبتہ شہید شہنو

۵۱۳۵۰

## اولاد :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین فرزند عطا کیے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ حافظ  
سدید الدین صاحب۔ دوسرے حضرت خواجہ خان محمد صاحب۔ تیسرے حضرت خواجہ  
محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی۔

## سجادگی :-

حضرت خواجہ محمد حامد کے وصال کے بعد جب دستور خاندان آپ کے سب سے  
بڑے فرزند حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین تونسوی مسند نشین ہوئے۔

## خلفاء :

حضرت خواجہ محمد حامد کے بے شمار خلفاء رہے، ان میں سے چند خلفاء کے اسمائے گرامی  
حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ حضرت خواجہ خدابخش صاحب مہاروی مہار شریف
- ۲۔ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین تونسوی سجادہ نشین تونسہ شریف
- ۳۔ حضرت خواجہ خان محمد تونسوی سجادہ نشین تونسہ شریف
- ۴۔ حضرت خواجہ قمر الدین بیالوی سجادہ نشین سیال شریف

- ۵۔ مولوی عبدالمجید معینیؒ - اجمیر شریف
- ۶۔ حضرت عبدالحکیمؒ نل ولے - دہلی شریف
- ۷۔ حضرت عبدالعزیز عرف عزیز میاںؒ - الہ آباد
- ۸۔ حضرت عبدالملکؒ - غزنی خیل - صوبہ سرحد
- ۹۔ حضرت مولوی فتح محمدؒ - بہوئی - تحصیل تونسہ شریف
- ۱۰۔ حضرت میاں محمدؒ - حامد آباد - تحصیل فتح جنگ ضلع کیمبل پور

## پانچواں باب

حضرت خواجہ

حافظ غلام سدید الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ شوال ۱۳۷۹ھ

تا

۸ رمضان ۱۳۲۷ھ



ایک عقیدت مند نے آکر اپنا سر زمین پر رکھا۔ آپ بہت ناراض ہوئے۔ فرمایا: "یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے پر رحمت کی نظر ڈالتے ہیں تو پیشانی پر ڈالتے ہیں۔ اس لئے میں قطعاً پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص میرے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھے۔"





## ولادت اور تعلیم و تربیت :

حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدینؒ کی ولادت باسعادت بتاریخ ۸۔ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ بروز جمعہ المبارک جلال آباد ضلع فیروزپور (بھارت) میں اپنے تانا تو اب نظام الدین خان صاحب والی ریاست ممدوٹ کے دولت کدہ پر ہوئی۔ آپ نے علوم ظاہری مختلف اساتذہ کرام سے حاصل کیے۔ سب سے پہلے حافظ فتح دین صاحب سے قرآن مجید پڑھا۔ پھر قاری عبدالحکیم صاحب ملتانی سے حفظ کیا اور علم قرأت سیکھا۔ ازاں بعد آستانہ عالیہ سلیمانہ کے فاضل استاد جناب شیخ غلام رسول صاحب سے فارسی عربی اور درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ مولوی عبداللہ بھٹری سے بھی چند علوم حاصل کیے اور آخر میں جامعہ ازہر (مصر) سے علوم دینی کا نصاب منگوا کر ان کتابوں کی تعلیم کے بعد جامعہ ازہر کا امتحان دیا اور سند حاصل کی۔

## بیعت و خلافت :

منقول ہے کہ حضرت خواجہ محمد حامدؒ نے ایک دن آپ کو طلب کیا اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے روضہ شریف میں اپنے ہمراہ لے گئے، آپ کو حکم دیا کہ غلاف شریف کو مضبوطی سے پکڑ لو اور خود قبلہ رو کھڑے ہو کر توجہ فرمائی۔ چند منٹ کے بعد آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "سدید الدین مبارک ہو کہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ نے تمہیں اپنی ارادت و غلامی میں قبول فرمایا ہے" اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ سے روحانی بیعت کی اور پھر ظاہری طور پر اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد حامدؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور جملہ مراحل تربیت روحانی طے کرنے کے بعد خلافت کی نعمت سے فیض یاب ہوئے۔

## سجادگی :-

آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد حامدؒ کا وصال ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

کو ہوا۔ وصال کے تیسرے دن حسب دستور خاندان آپ کی تقریب سجادگی ہوئی، جس میں حضرت خواجگان مہاروی، حضرات خواجگان تونسوی، جملہ اکابرین خاندان اور محبتین و متوسلین سلسلہ عالیہ سلیمانہ نے شرکت کی۔ آپ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو سجادہ سلیمانی پر رونق افروز ہوئے اور تقریباً تیس برس جلوہ افروز رہے۔ اس دور سجادگی میں آپ نے تبلیغ دین اور قیام پاکستان کے لیے جو خدمات انجام دیں، وہ ناقابل فراموش ہیں۔

## عبادت و ریاضت:

ابتدائی دور میں آپ نے بہت ریاضت کی۔ منقول ہے کہ جب آپ نے قرآن پاک ناظرہ پڑھ کر حفظ کرنا شروع کیا۔ تو حضرت خواجہ محمد حامد نے آپ کو حکم دیا کہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان کے مزار مبارک کے سربانے اکیالیس دن چلہ کشی کریں اور ہر روز حصین کھڑے ہو کر ختم کریں۔ چنانچہ آپ نے یہ چلہ ختم کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو آپ کو حضرات خواجگان دہلوی کے مزارات مقدسہ پر چلہ کشی کرنے کی خاطر دہلی شریف جانے کا حکم ملا۔ آپ روانہ ہو گئے اور تمام مزارات مبارکہ پر حاضری دی اور چلہ کیا۔ آپ نے وہاں اس قدر ریاضت کی کہ روایت ہے کہ آپ عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ دہلی شریف سے آپ روحانی دولت سے مالا مال ہو کر واپس لوٹے۔

## حج مبارک:

آپ ۱۳۷۱ھ میں حج مبارک کے لئے الحرمین الشریفین تشریف لے گئے جب آپ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو آپ نے جذب و کیف کے عالم میں روضہ اقدس کی جالیوں کو بوسے دیئے۔ روضہ اقدس و مسجد نبوی کے خدام نے آپ کو منع کیا۔ آپ نے انہیں احادیث مبارکہ اور روایات صحیحہ سے دلائل دے کر قابل کر لیا۔ چنانچہ اس کے

بعد آپ جتنا عرصہ وہاں حاضر رہے آپ کو خدام نے منع نہ کیا۔ اس مبارک سفر کے دوران اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قیام میں آپ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ صلوٰۃ التبعیہ پڑھتے اور حصن حصین کا ختم بھی کرتے۔ منقول ہے کہ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی فیض یاب ہوئے۔

چہ حسنت آنکہ در یک دم رخت راصد نظر بینم  
سنوزم آرزو باشد کہ یک بارِ دگر بینم

## محاسن:

**پابندی شریعت:**۔ ایک مرتبہ روضہ شریف کے سامنے تشریف فرما تھے کہ ایک عقیدت مند نے آکر اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ آپ بہت ناراض ہوئے۔ فرمایا اے بے وقوف عالم سو کہ خلاف شرع عمل کرتا ہے۔ یاد رکھ کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحمت کی نظر ڈالتے ہیں تو پیشانی پر نظر ڈالتے ہیں اس لیے میں قطعاً ناپسند کرتا ہوں بلکہ ناجائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص میرے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھے۔

## عجز و انکسار:

منقول ہے کہ آپ ایک دفعہ آستانہ عالیہ میں تشریف لائے تو خدام نے آپ کے بیٹھنے کے لئے چادر سجھائی۔ مگر آپ نے چادر پر بیٹھنے سے انکار کر دیا اور زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ والدی دُمرشدی حضرت خواجہ محمد حامد کا یہی طریقہ تھا کہ وہ آستانہ عالیہ میں زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ لہذا مجھے اپنے شیخ کا طریقہ اچھا لگتا ہے اور لذت دیتا ہے۔

## حکمت:

حاجی عبدالسار افغانی نے ایک دفعہ عرض کیا کہ یا حضرت مشائخ سلف کا یہ طریقہ تھا کہ وہ بیعت کرتے وقت مرید کو کوئی وظیفہ بتاتے تھے مگر آپ مرید کو کوئی وظیفہ تلقین نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ دراصل اس میں حکمت یہ ہے کہ شیخ جب اپنے

مرید کو کوئی وظیفہ بتا دیتے تو اس کا پابندی کے ساتھ پڑھنا مرید پر لازم ہو جاتا ہے۔ یہ زمانہ غفلت اور سستی کا ہے۔ استعداد اس قدر کم ہو گئی ہے کہ لوگ فریضہ نماز پنجگانہ بھی ادا نہیں کرتے اور اس کی ادائیگی میں بھی غفلت کرتے ہیں، وظیفہ کی پابندی کیسے کریں گے اس لیے میں مرید پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

**حق گوئی و بے باکی:**

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے عرس مبارک کے موقعہ پر بوقتِ ریم باب الجنّت نماز کے وقت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ آپ نے گورنر پنجاب سے اختلاف کرتے ہوئے نظامی مسجد میں صبح وقت پر علیحدہ جماعت کرائی، جس میں دیگر مشائخ و علمائے کرام کے علاوہ حضرت خواجہ میاں نور جہانیاں صاحب سجادہ نشین آستانہ معلیٰ چشتیاں شریف نے بھی آپ کی اقتدار میں دوبارہ نماز پڑھی۔

آئین جو امرِ حق گوئی و بے باکی  
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

## مُرشد خانے کا احترام :-

آپ اپنے آبا و اجداد کے نقشب قدم پر چلتے ہوئے اپنے مُرشد زادوں کا سجد احترام کرتے تھے۔ چشتیاں شریف کی حاضری کو مقدم سمجھتے تھے اور عرس مبارک کی تقاریب میں اپنے جملہ رفقاء و معتقدین کے ساتھ کئی کئی دن حاضر رہتے اور سنگم جاری رکھتے تھے۔ آپ نے تعمیرات کے سلسلہ میں بھی بہت خدمات انجام دیں چنانچہ شعبان ۱۳۷۷ھ میں آپ نے قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی (پیر و مُرشد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی) کے مزار مبارک کی مرمت کا منصوبہ بنا کر اس پر کام شروع کرایا۔ دورانِ تعمیر آپ نے بھی اس میں بطور مزدور شرکت کی۔ آپ بہ نفس نفیس گارے کی کڑیاں اپنے سر پہ اٹھاتے تھے اور معماروں تک

پہنچاتے تھے۔ جب آپ کو اس خدمت سے روکا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عین سعادت ہے۔ مزید فرمایا کہ جب والدِ گرامی حضرت خواجہ محمد حامدؒ نے مزارِ مقدس کی مرمت کرائی تھی تو وہ خود بھی بحیثیت مزدور کام کرتے رہے تھے اور گارا اپنے سر پر اٹھا کر لاتے تھے۔ میں بھی والدی و مرشدی کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت قبلہ عالمِ مجھ سے یہ خدمت لے رہے ہیں۔

## درگاہِ معالیٰ اجمیر شریف کی خدمت:

حضراتِ خواجگانِ تونسویؒ کا اجمیر شریف کی درگاہ شریف سے گہرا رابطہ رہا ہے۔ حضرت ثانی شاہ اللہ بخشؒ جب حج مبارک پر تشریف لے گئے تو پہلے اجمیر شریف حاضری دی اور وہیں اپنے فرزندِ اکبر حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کو مزارِ مبارک کے اندر لے جا کر خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے والدِ گرامی حضرت خواجہ محمد حامدؒ بھی درگاہِ اجمیر شریف کی مقبول ترین شخصیت تھے۔ خدامِ درگاہِ عالیہ میں سے بیشتر آپ سے بیعت تھے اور عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کو بھی اپنے آبا و اجداد کی طرح درگاہ شریف سے عقیدت تھی اور آپ بھی اپنے آبا و اجداد کی طرح وہاں عزت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے بھی وہاں بے شمار مرید تھے بلکہ اجمیر شریف کے قُرب و جوار کے والیانِ ریاست بیکانیر، جو دھپور اور بھوڑ کے راجے ہمارے اور ہندوستان کے بے شمار ہندو سکھ عیسائی بھی آپ کے عقیدت مند تھے۔

اجمیر شریف کی درگاہِ معالیٰ کے انتظام و انصرام کو قانونی شکل دلوانے اور درگاہِ بل پاس کرنے میں زیادہ تر حصہ آپ ہی کا ہے۔ آپ مدتوں درگاہِ گیسٹی کے صدر بھی رہے اور اپنے حُسنِ انتظام سے ہر طبقہ فکر سے خرچِ نعتین حاصل کیا۔

رحم شیری:

تاریخ گواہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ پر جب بھی کبھی کوئی نازک وقت آیا، مشائخِ عظام

صوفیائے کرام اور علمائے حق نے خاتقاہوں اور مدرسوں سے نکل کر ملت کی راد نمائی کی۔ برصغیر میں بھی جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا اور غیر اسلامی قوتوں نے پاکستان کی مخالفت کی تو حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

نکل کر خاتقاہوں سے ادا کر لیم شبیری

چنانچہ اس معرکہ حق و باطل میں جہاں بہت سے علماء اور مشائخ نے حصہ لیا وہاں آپ کا نام نامی سرفہرست ہے۔

## تحریک پاکستان :-

آپ نے تحریک پاکستان میں ایک مجاہد کی طرح فعال کردار ادا کیا۔ آپ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ کے باقاعدہ رکن بنے۔ آپ نے شب و روز مسلم لیگ کے لیے کام کیا اور اپنے عقیدت مندوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کی تلقین کی۔ اگرچہ بہت سے ہندو والیان ریاست آپ کے معتقد تھے اور اجمیر شریف میں آپ کی ذاتی جاگیر بھی تھی مگر آپ کو کوئی خوف یا لالچ راہِ حق سے باز نہ رکھ سکا۔ آپ بلا خوف تحریک پاکستان کے ساتھ وابستہ رہے۔ آپ نے اپنے لاکھوں مریدوں کو عام انتخابات میں مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالنے اور انہیں کامیاب بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلم لیگ کو فتح نصیب ہوئی۔

## تعمیر پاکستان :-

قیام پاکستان کے بعد آپ نے تعمیر و ترقی پاکستان میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے صرف تعمیر پاکستان اور نفاذ اسلام کی خاطر انتخابات میں حصہ لیا چنانچہ ایک دفعہ فرمایا کہ :

” میں جو یہ ممبری کر رہا ہوں اس کا مطلب دنیا طلبی یا جاہ و چشم کی خواہش نہیں بلکہ یہ ایوانِ حکومت تک کلمہ حق پہنچانے کا ذریعہ ہے تاکہ کل



قیامت کے دن مجھ سے یہ نہ پوچھا جائے کہ تو نے حق و صداقت کے لیے  
 کوشش کیوں نہیں کی۔ السَّعْيُ مَبْنِيٌّ وَالْاِقْتَامُ مِنْ اَللّٰهِ تَعَالٰی  
 آپ ۱۹۵۷ء میں جناح عوامی مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ڈیرہ غازی خان کے حلقہ  
 سے پنجاب اسمبلی کے رکن بنے اور جب وحدت مغربی پاکستان (ون یونٹ) کا قیام  
 عمل میں آیا تو آپ دوبارہ رکن بنے۔ سیاست میں یہ عمل اشتراک محض اعلیٰ کلمۃ الحق  
 کے لئے تھا۔

## استحکامِ پاکستان:

آپ نے استحکامِ پاکستان اور سر بلندیِ اسلام کے لیے نمایاں خدمات انجام  
 دیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد ملتِ اسلامیہ پاکستانیہ پر ایک تازک وقت آیا جب مسئلہ  
 کشمیر پیدا ہوا۔ انگریز، ہندو اور مہاراجہ کشمیر نے باہمی گھٹ جوڑ کر کے ایک گہری  
 سازش کے تحت کشمیر کا مشروط الحاق ہندوستان سے کر دیا۔ اس سازش کے نتیجہ  
 میں آزادی کشمیر کی جنگ کا آغاز ہوا۔ جنگ نے جہاد کی صورت اختیار کر لی۔ آپ نے  
 اس جہاد میں شرکت کے لیے اپنے مریدین کو ترغیب دی۔ چنانچہ آستانہ عالیہ سلیمانہ  
 کے ہزاروں عقیدت مندوں نے اس جہاد میں شریک ہو کر دادِ شجاعت دی۔ آپ  
 نے خود بہ نفسِ نفیس میدانِ جہاد میں جانے کا ارادہ کیا مگر حکومتِ پاکستان نے فیکریہ  
 کے ساتھ اجازت نہ دی۔

## خارجِ عقیدت:

آپ کے سیاسی کردار کے بارے میں میری معلومات بہت محدود تھیں۔ چنانچہ  
 میں نے پاکستان کے ممتاز صحافی، تحریکِ پاکستان کے نڈر مجاہد اور سلسلہ عالیہ چشتیہ  
 کے پیر بھائی جناب میاں محمد شفیع صاحب (م۔ش) کو ایک خط لکھا۔ میاں صاحب  
 موصوف آپ کے ساتھ پنجاب اسمبلی کے رکن تھے۔ بلکہ اسمبلی ہال میں آپ کے ہم جلسین

(SEAT FELLOW) تھے۔ انہوں نے بکمال توازش جواب سے سرفراز فرمایا۔  
آپ کے بارے میں انہوں نے اپنے مکتوب گرامی میں تحریر کیا ہے کہ :

”حضرت مولانا خواجہ حافظ سدید الدین صاحبؒ ایک عالم باعمل تھے انہوں نے تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے اہم کردار ادا کیا تھا۔ ڈیرہ غازی خاں سے ایک ضمنی انتخاب میں جو یونینسٹ کانگریس اور کالی اتحاد (COALITION) کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا۔ حضرت خواجہ حافظ سدید الدین صاحبؒ نے اپنے آپ کو مسلم لیگ کے امیدوار کی حمایت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ اپنی رولز رائس کار میں حلقہ انتخاب میں جگہ جگہ گھوم کر مسلم لیگ کا پیغام عوام تک پہنچاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میدان مسلم لیگ کے ہاتھ رہا۔“

”حضرت قبلہ خواجہ حافظ سدید الدین صاحبؒ سے ۱۹۵۱ء میں صوبائی اسمبلی میں بطور مسلم لیگ رکن اسمبلی عموماً ملاقات رہتی تھی۔ حافظ صاحبؒ قول کے پکے اور وعدے کے سچے تھے۔ اگرچہ ان کا رشتہ داری کے لحاظ سے نواب ممدوٹ سے تعلق تھا۔ لیکن چونکہ نواب صاحبؒ مسلم لیگ کو چھوڑ چکے تھے۔ اس لیے نواب صاحبؒ کے لیے ذاتی احترام کے باوجود قبلہ خواجہ حافظ صاحبؒ نے حزب اختلاف سے تعلقات منقطع نہ کیے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا تھا کہ نواب صاحبؒ کے گرمی کھانے کے باوجود حافظ صاحبؒ نے وہی کیا جو ان کی ضمیر کا تقاضا تھا۔“

”حضرت قبلہ خواجہ حافظ صاحبؒ اسمبلی کے کوئی معرکہ الآراء مقرر نہ تھے لیکن وہ ایک باضمیر، دیانتدار، مخلص اور دردمند انسان تھے جو سچی بات کہنے سے کبھی گریز نہیں فرماتے تھے۔ میں نے تونسہ شریف میں ان کے آستانے پر حاضری کے دوران محسوس کیا تھا کہ تونسہ شریف کی گدی شریف کے وابستگان حضرت قبلہ خواجہ صاحبؒ کے احترام و عقیدت میں کوئی کسر

اٹھا نہیں رکھتے تھے لیکن حضرت قبلہ خواجہ صاحبؒ اپنے عظیم اسلاف کی مقدس روایات کی روشنی میں اپنے مریدوں سے ہمیشہ خوش خلقی اور محبت سے پیش آتے تھے۔

”مجھے افسوس ہے کہ اپنی جہالت کے باعث میں حضرت قبلہ خواجہ حافظ سید الدین صاحبؒ سے سیٹ فیلو (SEAT FELLOW) ہونے کے باوجود اکتساب فیض سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں اور انوار کی بارش فرماویں۔ آمین۔“

## شعر و شاعری :-

حاجی عبدالستار افغانی سے منقول ہے کہ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ رضا اور حافظ تختی کہتے تھے۔ آپ کا فارسی غزلیات کا ایک دیوان تیار ہو گیا تھا۔ مگر آپ نے اس کا کبھی اظہار نہ فرمایا۔ مولوی گل محمد صاحب (چودھواں ولے) کو ایک دن وہ دیوان مل گیا۔ وہ نقل کرنے لگے۔ ابھی صرف ایک غزل نقل کی تھی کہ آپ نے وہ دیوان واپس منگوا لیا۔ اس نقل شدہ غزل کے چند اشعار یہ ہیں۔

دلدار گستاکیستی گفتم دعا گوئے شما  
عزم کجاداری بگو گفتم سر کوئے شما  
گفتا چہ اول حسہ گفتم کہ زخمی خوردہ ام  
گفتا کہ نام خود بگو گفتم کہ من حافظ سکم  
گفتا ز سگان کستی گفتم سگ کوئے شما

ایک اور غزل کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

تمہارے سخن کی ہے اس چمن میں جلوہ افروزی

اسی سے چشم پر نم تے بھی کی ہے بہرہ اندوزی

ادلے کج کلاہاں راچہ داند مدعی جاہل !

کہ این حاصل نہ گرد غیر دلہ وزی و جانسوزی

یہ شعر بھی آپ کا ہے :

زلطف شاہ سلیمان ز نور و فخر الدین  
سگے ست خاک در حادی سید الدین

## اقوالِ زریں :

حضرت خواجہ حافظ سدید الدینؒ کے ملفوظات کے مرتب جناب حاجی عبدالستار افغانی ملفوظات کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :

”حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ اپنی تالیف تذکرۃ الاولیاء کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے غور کرنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور حدیث پاک پڑھنے کے بعد تمام باتوں سے بہتر بزرگوں کا ذکر ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ مرید کو بزرگوں کی حکایات پڑھنے یا سننے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مردانِ خدا کا ذکر اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا لشکر ہے جس سے مریدِ ضعیف کو قوت اور امداد ملتی ہے۔ احقر نے اپنے پیر بھائیوں کو نفع پہنچانے کی غرض سے اس کتاب میں اپنے شیخ معظم حافظ حاجی حضرت خواجہ غلام سدید الدینؒ کی زبان گوہرِ فشاں سے جو فوائد سنئے اور آپ کے جو حالات و کرامات اپنی آنکھوں سے دیکھے یا راست گو پیر بھائیوں سے سنئے درج کر دئے ہیں۔“

اس کتاب کا اردو ترجمہ مولوی محمود سدید صاحب خطیب جامع مسجد آستانہ عالیہ سلیمانہ نے کیا ہے۔ اس تالیفِ لطیف میں سے چند ملفوظات پیش کئے جائے ہیں۔

(۱)

ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد حائدؒ نے آپ سے فرمایا کہ ”میں ہر وقت تمہارے لئے حضراتِ خواجگانؒ کی توجہ طلب کرتا رہتا ہوں یہ بتاؤ کہ تمہیں اسمِ عظم معلوم ہو گیا ہے یا نہیں؟“ آپ نے عرض کیا کہ ”مجھے اسمِ عظم معلوم ہے۔“ انہوں نے فرمایا کہ ”بتاؤ اسمِ عظم کیا ہے؟“ آپ نے عرض کیا کہ ”اپنے پیر و مرشد کا نام مرید کے لئے اسمِ عظم ہے۔“

اسمِ عظم کے بارے میں مختلف کتب میں بیٹ کچھ لکھا گیا ہے مگر اس سلسلہ میں حضرت خواجہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایک دفعہ عبدالستار افغانی نے عرض کیا کہ حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے:

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس کی دلیل کیا ہے؟ حضرت حافظ سدید الدین صاحبؒ نے فرمایا کہ "اگر کوئی شخص ایک سو سال تک بھی عبادت کرتا رہے تو اُسے کیا معلوم کہ اُس کی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں منظور و قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ لیکن ولی کامل کی صحبت یقینی طور پر عمل مقبول ہے کیونکہ ولی کامل اپنی صحبت میں اُس وقت آنے دیتے ہیں جب اس کی حاضری پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے قبول کرا لیتے ہیں۔" مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ "شیخ کی رضامندی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ پس جس نے اپنے شیخ کو راضی کر لیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا۔"

ابراہیم بن ادیمؒ کا قول بہت مختصر اور جامع ہے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اسمِ عظیم جانتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے جواباً فرمایا۔ "جی ہاں جانتا ہوں۔ اسمِ عظیم یہ ہے کہ تم اپنے پیٹ کو لقمہ حرام سے اور دل کو حُب دنیا سے پاک و صاف رکھو۔ تو پھر اسمائے الہی میں سے جس اسم مبارک کو بھی پڑھو گے وہ اسمِ عظیم ہوگا۔"

میرے والد گرامی حضرت مولوی محمد حسین قیس حشتی سلیمانیؒ فرماتے تھے کہ انہوں نے ایک دفعہ حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی دہلویؒ سے اسمِ عظیم کے بارے میں سوال کیا تو حضرت صاحب دہلویؒ نے فرمایا کہ شیخ اپنے مرید کو بیعت کرتے وقت اسمائے الہی میں سے جو اسم بطور ورد بتاتا ہے وہ اسمِ الہی اُس مرید کے لئے اسمِ عظیم ہوتا ہے۔"

شہنامہ اسلام کے مصنف شاعر اسلام جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھتے ہوئے ایک ایسا شعر کہا ہے جس میں اسمِ عظیم کی بہترین تشریح

کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں: وہ نور لم یزل جو باعث تخلیق عالم ہے  
خدا کے بعد جس کا اسمِ عظیم اسمِ عظیم ہے

(مرتب)

(۳)

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ علم ضرور حاصل کرنا چاہیے کیونکہ علم کے بغیر آدمی کچھ بھی نہیں۔ خداوند تعالیٰ جاہل کو بزرگی عطا نہیں کرتے۔ علم شرطِ اول ہے۔ اس لئے کہ

ہے علم تو ان خدا را شناخت لے

(۴)

فرمایا۔ بزرگوں نے بلند مقامات محنت و ریاضت سے حاصل کئے ہیں۔ شیخ طریقت کو چاہیے کہ مجاہدات و ریاضات میں ہر وقت کوشاں رہے۔ بلند مقامات پر پہنچ کر بھی مجاہدات میں تساہل نہ کرے۔ اپنے آپ کو ہرگز ظاہر نہ کرے۔ اور شہرت کو بالکل پسند نہ کرے۔ اس لئے کہ پھلنے میں راحت ہے اور شہرت میں آفت۔

## علالت و وصال:

ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ میں آپ بیمار ہوئے۔ بیماری طول پکڑتی گئی۔ جب مقامی علاج کارگر ثابت نہ ہوئے تو علاج کے لیے میوہ ہسپتال لاہور میں داخل ہو گئے۔ وہاں تقریباً ایک ماہ ماہر ڈاکٹروں کے زیر علاج رہے۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آپ نے واپسی کا حکم دیا۔ لاہور سے تونسہ شریف بذریعہ کار روانہ

لے مشائخ چشت کا ایک محکم اصول یہ تھا کہ وہ کبھی ایسے شخص کو خلافت نہیں دیتے تھے جس نے علوم ظاہری کی تکمیل نہ کر لی ہو۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی نے کبھی کسی ایسے شخص کو خلافت نہیں دی جو صاحب علم نہ ہو۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت محبوب الہی سے پوچھا گیا کہ خلافت کے لئے کن اوصاف کی ضرورت ہے تو آپ نے فرمایا:۔ "اس کام کے لئے بہت سے اوصاف درکار ہیں۔ لیکن جس زمانہ میں کہ میرے خواجہ (خواجہ فرید الدین گنج شکر) نے مجھے دولتِ خلافت سے نوازا تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تجھے علم، عشق، عقل تینوں چیزوں سے نوازا ہے اور جو شخص یہ تین صفات رکھتا ہو اگلے مشائخ کی خلافت سزاوار ہے۔" (مرتب)



ہو گئے۔ طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ آپ کے ایک دیرینہ ہم جماعت حافظ غلام رسول پر اچھ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ مجھے قرآن پاک سے فلاں فلاں سورتیں پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ وہ حسب الارشاد آپ کو مطلوبہ سورتیں سناتے اور یوں سفر کٹاتا رہا۔ مگر اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوا، ابھی راستہ میں تھے کہ پیغام وصال آن پہنچا۔ بھائی پھیرو اور پتوکی کے درمیان سبزہ زار جنگل میں تباریح ۱۳۷۹ شوال ۱۳۷۹ھ بروز یک شنبہ گیارہ بجے قبل دوپہر آپ واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا جسد مبارک تونسہ شریف پہنچا جہاں ایک کھرام چمچ گیا۔ تجہیز و تکفین و نماز جنازہ کے بعد آپ آستانہ عالیہ سلیمانہ میں روضہ مبارک کے اندر حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

## خلفاء:

- حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین نے متعدد اصحاب کو خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ ان میں سے چند خلفاء کے نام یہ ہیں:-
- ۱۔ خلیفہ سید معین الدین صاحب خامس اجمیری۔ حیدرآباد
  - ۲۔ خلیفہ حاجی محمد خان ساکن راجستھان
  - ۳۔ خلیفہ ضیاء الدین عرف زین الزاہدین۔ اجمیر شریف۔
  - ۴۔ میاں غلام نبی صاحب سجادہ نشین شیخ فاضل۔ بوریوالہ۔ ضلع ملتان
  - ۵۔ صوبن فقیر صاحب ساکن نزدادہ سبزی سیداں۔ تحصیل تونسہ شریف
  - ۶۔ فقیر اسماعیل صاحب ساکن اندرون کوہ۔ تحصیل تونسہ شریف
  - ۷۔ بورہ شاہ صاحب ساکن حجہ عباسی مواعنات خان پور
  - ۸۔ غلام مصطفیٰ صاحب جھٹہ ساکن ملتان

## سجادگی:

آپ کی اولاد نہ تھی۔ اس لئے حسب دستور خاندان وصال کے تیسرے دن

تاریخ ۱۵ شوال ۱۳۷۹ھ (= ۱۳ اپریل ۱۹۶۰ء) آپ کے حقیقی برادر خورد حضرت خواجہ خان محمد تونسوی مسجد سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت خواجہ خان محمد کی سجادگی کے بارے میں شاہ محمد پہلوان (درہ پیزو) سے منقول ہے کہ جناب میاں اللہ داد صاحب مہاروی فرماتے ہیں۔

” حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین کے وصال سے چند روز قبل بروز جمعہ المبارک حضرت خواجہ گل محمد (فرزند حضرت خواجہ خیر محمد) آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد واپس جا رہے تھے کہ چاندی والے دروازہ پر ان کی ملاقات حضرت خواجہ نظام الدین (فرزند حضرت خواجہ محمود) سے ہوئی۔ وہ آستانہ عالیہ پر حاضری دینے آ رہے تھے۔ اور ہم آپ کے ساتھ تھے۔ خواجہ گل محمد نے خواجہ نظام الدین سے فرمایا۔

” اے نظام ہمارا سجادہ نشین جا رہا ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ آپ خواجہ خان محمد کی سجادہ نشینی کی دستار باندھیں گے۔“

حضرت خواجہ نظام الدین نے عرض کیا کہ یہ تو حضرت داداجان کا کام ہے۔ خواجہ گل محمد نے فرمایا کہ میں ابھی ابھی دادا صاحب سے فیصلہ کر کے آ رہا ہوں۔“

” تقریباً ایک ہفتہ بعد حضرت خواجہ غلام سدید الدین کا وصال ہو گیا۔ تیسرے دن حضرت خواجہ خان محمد کی سجادہ نشینی تھی۔ حضرت دیوان صاحب پاک پتن شریف خواجگان مہار شریف، خواجگان تونسوی اور دیگر سجادہ نشین، خلفاء اور متوسلین حاضر تھے مگر ابھی تک حضرت خواجہ نظام الدین صاحب تشریف نہیں لائے تھے کہ اتنے میں خواجہ گل محمد تشریف لائے اور چاندی والے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا کہ ”نظام (خواجہ نظام الدین) آیا ہوا ہے یا نہیں۔“ جواب ملا کہ ابھی تشریف نہیں لائے۔ چنانچہ وہ فوراً خواجہ نظام الدین صاحب کے دوستگدہ پر تشریف لے گئے اور انہیں ”نظام نظام“ کہ کر زور زور سے آواز دی اور ساتھ ساتھ دروازہ

پر اپنا عصا مارا۔ خواجہ نظام الدین صاحب تیزی سے باہر نکلے۔ خواجہ گل محمد نے ذرا سخت لہجہ میں فرمایا کہ "آپ دستار بندی کے لئے کیوں نہیں گئے" حضرت خواجہ نظام الدین صاحب فوراً آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور اس عظیم اجتماع میں حضرت خواجہ خان محمد کی دستار بندی فرمائی۔ پھر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ پاک کی، بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی کرم نوازی سے کہ اعلیٰ حضرت پیر پٹھان کی اولاد موجود ہے۔ خواجہ خان محمد حضرت پٹھان کی اولاد ہے اور تخت سلیمانی کا حقیقی وارث ہے۔"

دستار بندی و خطاب کے بعد حضرت خواجہ خان محمد، حضرت دیوان صاحب، خواجگان مہاروی اور خواجگان تونسوی درگاہ شریف کے اندر چلے گئے۔ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین تونسوی حافظ قرآن، عالم باعمل صوتی باصفا، صاف باطن، بے ریا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محب اہل بیت، درویش صفت، سادہ طبیعت اور قلندرانہ سیرت کے بزرگ تھے۔ آپ تقریباً تیس برس مسند سلیمانی پر رونق افروز رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے ملک و ملت سلسلہ چشتیہ اور آستانہ عالیہ سلیمانیہ کی بے بہا خدمات سرانجام دیں۔

صاحب تاریخ مشائخ چشت پر وفیہ خلیق احمد نظامی صاحب اپنی تصنیف لطیف میں آپ کو عراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خواجہ محمد حامد تونسوی کے بعد حافظ سدید الدین صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ وہ بڑی خوبوں کے مالک تھے۔ حالات حاضرہ سے باخبر اور اصلاحی کاموں میں منہمک۔ خاکسار مصنف نے جب تاریخ مشائخ چشت کی ترتیب کا کام شروع کیا تو انہوں نے غیر معمولی بہت افزائی کی۔ ۱۳ شوال ۱۳۷۹ھ (مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۶۰ء) کو داعی اجل کو لبیک کہا۔" لہ

لہ جلد پنجم ص ۲۲۰

# چھاباب

خواجہ دلتواز

حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ تا ۷ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

کسی نے پوچھا کہ حضرت دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا "وہ مالک الملک ہے۔ اس کی مرضی ہے قبول کرے یا نہ کرے۔ البتہ یہ حدیث شریف سن لو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کسی کے حصہ میں بہت نیک اعمال ہوں گے۔ حالانکہ اس نے دنیا میں کئے نہیں ہوں گے۔ وہ حیران ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہ تمہاری وہ دعائیں جو دنیا میں قبول نہ ہو سکیں آج نیک اعمال بن گئی ہیں۔"



حکایت از قداکس یار دلنواز کنیم  
 به این بهانه مگر عمر خود دراز کنیم



حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ کی ولادت  
**ولادت اور تعلیم و تربیت** :- باسعادت ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ (= ۲۶ فروری ۱۹۱۶ء) کو ہوئی۔ آپ کا نام خان محمد رکھا گیا۔ بچپن ہی سے آپ میں آثارِ ولایت نمایاں تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی اور علومِ ظاہری کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی کی تکمیل اپنے والدِ گرامی قطبِ درراں حضرت خواجہ محمد حامد کے سایہ عاطفت میں کی اور خلافت و اجازت کی نعمت سے فیض یاب ہوئے۔ منقول ہے کہ آپ کے چار استاد تھے۔ مولوی فخر الدین صاحب جراح۔ مولوی عبداللہ جکھڑولی صاحب۔ مولوی شیخ غلام رسول صاحب اور مولوی احمد بخش گدائی دلے صاحب۔ مولوی فخر الدین صاحب جراح سے آپ نے فارسی، مولوی عبداللہ جکھڑولی صاحب سے صرف نحو، مولوی شیخ غلام رسول صاحب سے تصوف اور مولوی احمد بخش گدائی دلے صاحب سے فلسفہ و منطق کی تعلیم حاصل کی۔ مثنوی شریف آپ نے اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی اجازت سے شروع کی تھی اور وہ اس طرح کہ جب آپ نے ملفوظات شریف کی تمام کتابیں پڑھ لیں تو مولوی شیخ غلام رسول صاحب نے حضرت خواجہ غلام حسین مہارویؒ سے کہا کہ آپ جناب خواجہ محمد حامد سے اجازت دلا دیں تاکہ صاحب کو مثنوی شریف شروع کرادوں۔ حضرت خواجہ محمد حامد نے حضرت خواجہ غلام حسین مہارویؒ کو استخارہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خواجہ غلام حسین مہارویؒ کو استخارہ میں اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی طرف سے بشارت ہوئی کہ مثنوی شریف پڑھنے کی اجازت ہے، الغرض آپ نے دینی تعلیم، فلسفہ و منطق۔ صرف و نحو۔ کتب تصوف اور مثنوی شریف کی تعلیم بڑے انہماک سے حاصل کی۔ قرآن و حدیث پر ماہرانہ نظر تھی۔ اپنی گفتگو کے دوران میں مختلف مسائل پر تبادلہٴ خیالات کرتے ہوئے اکثر آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کا حوالہ دیتے تھے۔ تصوف کے مسائل پر آپ کی گہری نظر تھی۔ ملفوظات کے اکثر حوالہ جات



کو بطور استدلال بلا تکلف پیش کرتے تھے۔ اکثر دیکھا گیا کہ مجلس میں جب کسی نے کسی عام دینی مسئلہ پر یا تصوف کے کسی مسئلہ پر سوال کیا تو آپ فوراً قرآن و حدیث اور تصوف و سلوک کی کتب کے حوالہ سے ایسا جواب عطا فرمادیتے جس سے آپ کے تبحر علمی اور عمیق مطالعہ کی نشاندہی ہوتی تھی۔

## بیعت و خلافت

آپ کی بیعت اپنے والدِ کرامی حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ سے تھی۔ انہی سے سلوک و معرفت کی مکمل تربیت حاصل کی۔ عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور شریعت و طریقت کے جملہ مراحل طے کئے اور تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد ان سے خلافت و اجازت حاصل کی۔

آپ کو زیاراتِ مقامِ مقدسہ و مزاراتِ عالیہ کی بہت لگن تھی۔ اسی قلبی خواہش کے مطابق آپ نے پاکستان، ہندوستان، افغانستان، ایران اور عراق کے مزاراتِ عالیہ کی زیارات کیں۔ چشت شریف کی زیارت سے بھی چار بار مشرف ہوئے۔ ۱۹۶۵ء میں چشت شریف کے سجادہ نشین سید احمد چشتی صاحبؒ تھے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً نوے سال تھی۔ انہوں نے آپ کی بہت قدر و منزلت کی۔ مہمان نوازی کی اور یہ عزت افزائی فرمائی کہ آپ کو اپنی طرف سے خلافت کی نعمت عطا فرمائی۔ خلافت و اجازت کے وقت اپنے مشائخ کی طرف سے ایک کلاہ پہنائی، جائے نماز عطا کی اور ایک کمر بند بھی بانڈھا جو خواجگانِ چشت کا نشانِ جہاد ہے۔

## سجادگی

آپ کے برادرِ بزرگ حضرت خواجہ حافظ سدید الدین تونسویؒ کا وصال ۱۳۱۱ھ شوال ۱۳۷۹ء (۱۹۶۰ء) کو ہوا ان کے وصال کے تیسرے دن حسب دستور خاندان آپ کی تقریبِ سجادگی ہوئی۔ جس میں حضرت دیوان غلام قطب الدین فریدی سجادہ نشین

پاک پن شریفینے دستار بندی کی حضرت خواجگان مہاروی، خواجگان تونسوی،  
جملہ اکابر خاندان اور محبتیں دمتوسلین نے شرکت کی۔ آپ ۱۵ اشوال ۱۳۷۹ھ (۱۹۶۰ء)  
کو مسند سلیمانی پر جلوہ افروز ہوئے۔ جناب طاہر تونسوی نے اظہار حقیقت کے نام سے ایک  
منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ جس کا آخری بند ہے۔

طاہر یہ دعائانگ کہ ہے وقت اجابت سجادہ نشین خانِ محمّد ہو سلامت  
تا حشر رہے تحت سلیمانی کی زینت سے فخر عایا کا زبے قوم کی عزت

یہ شاہ سلیمان کے سجادہ نشین ہیں

اب میں نہیں مانوں گا کہ ایسے بھی کہیں ہیں

آپ تقریباً بیس برس آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے سجادہ نشین رہے۔ اس عرصہ میں آپ  
نے تبلیغ اسلام، توسیع سلسلہ اور تربیت و اصلاح میں جو کراں قدر خدمات سر انجام  
دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ اس مختصر کتاب میں آپ کی جملہ صفات اور تمام خدمات  
کا تذکرہ نہیں کیا جاسکتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک مفصل کتاب کی صورت میں یہ فرض انجام  
دیا جائے گا۔

## شکل و صورت :-

اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو پاکیزگی باطن اور حسن معرفت سے نوازا تھا، اسی طرح  
ظاہری حسن و جمال سے بھی وافر حصہ دیا تھا۔ آپ شکل و صورت۔ لباس و وضع، عادات  
اطوار۔ رفتار و گفتار، نشست و برخاست اور سیرت و کردار میں اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان  
کا مکمل نمونہ تھے۔ سردیوں میں گرم کرتا و شلوار، گرم واسکٹ، گرم ٹوپی اور گرم چادر اور  
گرمیوں میں سفید کلاہ چارترکی، سفید کرتا اور نیلا تہبند آپ کا لباس ہوتا تھا۔ چہرہ نورانی  
تھا جس میں بلا کی کشش تھی۔ آپ کی زیارت سے اطمینان و سکون ملتا تھا اور آپ کی صحبت  
میں خدا یاد آتا تھا۔ کلام کم مگر سادہ، اثر آفرین اور شیریں۔ ایک حسین مسکراہٹ ہر وقت  
لب مبارک پر کھلتی رہتی تھی۔ کوئی دُور سے دیکھے تو جلال کی ہیبت سے قریب جانے سے

ڈرے۔ کوئی قریب سے دیکھے تو جمال کی عظمت سے سرشار ہو کر رہ جائے۔ آپ جلال و جمال کا ایسا حسین پیکر تھے کہ جسے ایک بار دیکھنے کے بعد بار بار دیکھنے کی شدید خواہش ہوتی تھی۔

ہمہ شہر پیر زخوباں منم و خیال ماہے  
چہ کتم کہ چشم بد خو نکند بہ کس نکاہے

## اخلاق :-

مکارم اخلاق کو قرآن و سنت میں بنیادی مقام حاصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔ " میں تو بھیجا ہی اس لئے گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تعلیم دوں۔ تصوف و سلوک میں اخلاق کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسنؒ کا قول ہے کہ " تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں بلکہ اخلاق کا نام ہے " یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام اور مشائخ عظام تمام خود بھی اخلاقِ اعلیٰ کے حامل رہے ہیں اور اسی کی تعلیم و تربیت بھی دیتے رہے ہیں۔

آپ نہایت اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ تقویٰ، صبر، شکر، توکل، تحمل، عفو، اور صدق کی صفات سے متصف تھے۔ حلیم الطبع تھے اور عجز و انکسار کا پیکر۔ حد سے زیادہ مہمان نواز اور سخی تھے۔ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ بے حساب دیتا ہے تو بندہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے وقت حساب کیوں کرے۔ حساب کرنا ہی ہے تو نیک و بر اعمال کا حساب کرنا چاہیے۔

ہر شخص سے خواہ وہ آشنا ہو یا بیگانہ، مرید ہو یا غیر مرید، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، محبت و شفقت سے ملتے تھے۔ کسی کو رنجیدہ و ملول نہ دیکھ سکتے تھے۔ کسی کو بھی دیکھ کر اس کی دلجوئی یا حاجت روائی کے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ کوئی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا یا آپ کی شان میں گستاخی کرتا تو آپ درگزر فرماتے۔ پیر بھائیوں خوشی و غم میں شریک ہوتے۔ اجاب کی خیریت و عافیت کے لئے بے چین رہتے۔ خدام

کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ ان کی اور ان کے خاندان کی ضروریات کا بروقت خیال رکھتے۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت یا خلافت و سجادگی پر کوئی فخر و ناز نہ تھا۔ ہمیشہ عجز و انکسار کا اظہار کرتے۔ زائرین کو ہاتھ نہیں باندھنے دیتے تھے۔ جھک کر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ قدموں یا گھٹنوں کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ کوئی شخص قدمبوسی کرنا چاہتا تو روک دیتے بلکہ بعض دفعہ ناراض ہوتے۔

## معمولات :

آپ اپنے معمولات کے بہت پابند تھے۔ نوافل تہجد کے بعد مزار مبارک پر حاضر ہوتے، جاڑوب کشتی کرتے۔ غلاف تبدیل کرتے، نوافل پڑھتے اور دعائے مانگتے۔ نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرتے۔ نماز فجر کے بعد آستانہ شریف میں درس قرآن کا دستور ہے، آپ باقاعدگی سے سنتے۔ پھر مزار مبارک میں حاضر ہوتے۔ وہاں سے فارغ ہو کر عبادت خانہ میں تشریف رکھتے۔ وہیں اشراق کے نوافل ادا کرتے۔ پھر مزار مبارک کی زیارت کر کے گھر تشریف لے جاتے۔ ناشتہ کے بعد پھر نشست گاہ میں تشریف فرما ہوتے اور وظائف میں مشغول رہتے۔ نماز چاشت ادا کرتے اور پھر اجاب و زائرین کے ساتھ گفت و شنید میں مصروف ہو جاتے۔

بارہ یا ایک بجے دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے اندرون خانہ تشریف لے جاتے۔ کھانے کے بعد قیلولہ فرماتے۔ پھر مسجد میں آکر نماز ظہر باجماعت ادا کرتے۔ آستانہ کے قریب کمرہ میں تشریف فرما ہوتے اور نماز عصر سے قبل تک بیٹھتے۔ عوام سلام کے لئے حاضر ہوتے رہتے۔ اپنی اپنی حاجات پیش کرتے اور اپنی مراد کو پہنچتے۔ یہیں شام کی چائے نوش فرماتے۔ نماز عصر کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے اور آتے جاتے مزار مبارک میں حاضری دیتے۔ نماز عصر کے بعد کمرہ آستانہ میں کچھری لگتی۔

مغرب کی نماز کے لیے ذرا قبل از وقت تشریف لے جاتے۔ مزار مبارک پر حاضری دینے کے بعد مسجد میں جا کر ختم خواجگان میں شرکت فرماتے۔ نماز مغرب باجماعت

ادا کرنے کے بعد عبادت خانہ میں تشریف فرما ہوتے۔ مزار مبارک کا طواف کرتے اور پھر رات کے کھانے کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر لنگر خانہ کے قریب والے مکان میں جلوہ فرما ہوتے۔ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے واپس جا کر وظائف پڑھتے اور بعض احباب و خدام سے باتیں بھی کرتے اور پھر وظائف سے فارغ ہو کر دیر سے سوتے۔

## حج و زیارت:

آپ آٹھ بار حج مبارک کی سعادت سے فیض یاب ہوئے۔ پہلا حج مبارک ۱۹۶۲ء میں کیا۔ آپ نے دو مرتبہ عمرہ ادا کیا۔ آخری عمرہ ۱۹۷۸ء میں ادا کیا۔ ہر بار جب بھی آپ حج یا عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں چالیس یا اکتالیس دن قیام کیا۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ ان کی خدمت کرے مسجد نبوی میں ہر وقت ہاتھ باندھ کر رہتے تھے۔ مدینہ منورہ کی گلیوں میں بھی ہاتھ باندھ کر چلتے تھے۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوتے تو ہمیشہ قدموں کی طرف بیٹھتے۔ روضہ مبارک کی جالیوں کو نہ آپ ہاتھ لگاتے تھے نہ بوسے دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں جالیوں کے بوسہ کو خلاف شریعت نہیں سمجھتا البتہ خلاف ادب ضرور سمجھتا ہوں۔

آپ جنت البقیع کے اندر بھی حاضر نہ ہوتے، فرماتے تھے کہ جہاں آج کل راستے بنے ہوئے ہیں کسی زمانہ میں یہاں بھی قبور تھیں اس لئے میں پاس ادب کی خاطر ان راستوں پر بھی قدم نہیں رکھا۔ مدینہ منورہ سے محبت عشق کے مقام تک تھی۔ کئی دفعہ فرمایا۔ جی چاہتا ہے کہ صاحبزادہ عطاء اللہ کو سجادگی دے کر مدینہ طیبہ جاسوں۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران شب و روز حرم شریف میں گزارتے۔ صرف چند منٹوں کے لئے ضروریات کی خاطر قیام گاہ پر آتے۔ مدینہ منورہ کی زیارت کے علاوہ آپ نے ہندوستان، افغانستان، ایران، عراق اور شام کی زیارات بھی کیں۔ چشت

شرف بغداد شریف، سنجہ اشرف، کربلائے معلیٰ، بصرہ شریف، اجمیر شریف، دہلی شریف اور اورنگ آباد شریف کی زیارات سے آپ بارہا مشرف ہوئے۔ بعض مزارات عالیہ پر حاضری سے قبل آپ اپنی داڑھی کے بال بڑھالیتے اور اپنی داڑھی مبارک سے جا رو بکشی کرتے

## اتباع شریعت :

آپ خود شریعت کے پابند تھے۔ قرآن و سنت کی پیروی ہر عمل میں پیش نظر رکھتے تھے۔ ہر ملنے والے کو شریعت کی پابندی کی تلقین و تاکید فرماتے تھے۔ احکام خداوندی، سنت نبوی اور طریق مشائخ کا ہر وقت خیال رکھتے تھے جسے بیعت کرتے اُسے نماز، روزہ، اتباع سنت اور پاسداری شریعت کی تاکید فرماتے۔ جب بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے یہی فرماتے۔ "اے اللہ! ہمیں سچا مسلمان بنا۔" مریدین و متعلقین قدم بوسی کرنا چاہتے تو آپ سختی سے منع فرماتے اور کہتے بھلے آدمیو مجھے گناہ گار نہ بناؤ۔ اور خلاف شرع کام نہ کرو۔ ایک دفعہ عورتیں سلام کے لیے حاضر ہوئیں تو فرمایا یہ کوئی ثواب کا کام نہیں کہ تم مردوں میں ننگے منہ پھر رہی ہو۔ آپ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ عورتیں عرس پر آئیں۔ پاکپتن شریف میں ایک عورت نے قدم بوسی کرنی چاہی تو آپ فوراً پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا۔ "اے نبی میں تیرے لیے نامحرم ہوں" فرماتے تھے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے کیونکہ ہم بڑے ہی نازک دور میں سے گزر رہے ہیں۔ آپ یہ دعا بھی ہر وقت پڑھنے کی تلقین فرماتے

" رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ "

## علمی خدمات :-

آپ نے علوم ظاہری و باطنی کا گہرا مطالعہ کیا تھا اپنی تمام مصروفیات کے باوجود مطالعہ کے لیے ضرور وقت نکالتے۔ کتب تصوف و ملفوظات کی اشاعت کا آپ کو بہت خیال تھا۔ فرماتے تھے۔ "ہزاروں کتابیں مدارس اور خانقاہوں کے



کتب خانوں میں کرم خوردہ ہو رہی ہیں مگر اہل خانقاہ و مدرسہ اسے تبرک جان کر کسی کو دیکھنے بھی نہیں دیتے۔ یہ بات اچھی نہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کتابوں کو باہر نکالا جائے۔ ان کے تراجم کرائے جائیں اور عام فہم اردو زبان میں ان کتابوں کے ملخص ترجمے کئے جائیں جن کی ضخامت اور قیمت کم ہو تاکہ بزرگوں کے نظریات و ملفوظات عام لوگوں تک پہنچیں کیونکہ علم وہ ہے جو علم نافع ہے۔ ان کتابوں کو صندوق اور الماریوں میں بطور تبرک بند کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ سچل ہے اور سچل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔“

## مناقب المحبوبین :

آپ نے اپنے کتب خانہ سے مجھے بہت سی کتابیں عنایت فرمائیں اور ان کے تراجم کے بارہ میں ہدایات دیں۔ مناقب المحبوبین کا فارسی نسخہ بھی آپ نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے عطا فرما کر اس کے ملخص ترجمے کا حکم دیا۔ ہر مقام پر آپ کی ہدایات آتی رہیں۔ الحمد للہ کہ آپ کی دعاؤں سے اس کا ترجمہ مکمل ہوا۔ کتاب شائع ہو گئی اور مقبول عام ہوئی۔ یہ بالکل آپ کی سرپرستی سے ہوا۔ اس کی اشاعت کا آپ کو اس قدر شوق تھا کہ بے چینی سے اس کا انتظار کرتے تھے کہ کب شائع ہوگی اور جب شائع ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے اظہار مسرت و تشکر فرمایا۔ دورِ حاضر کے صوفیا و مشائخ میں ایسا علمی ذوق خال خال ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

## لنگر :

آپ کا لنگر بھی بہت وسیع تھا۔ عرائس مبارک کے مواقع پر تو لنگر اپنے عروج پر ہوتا۔ پاک پتن شریف چشتیاں شریف اور دیگر مقامات پر بھی آپ کا اپنا لنگر جاری رہتا۔ آپ کے لنگر سے کبھی کوئی خالی نہیں گیا۔ عرائس مبارک کے دنوں میں تو لنگر دن رات جاری رہتا تھا۔ آپ خود لنگر کی نگرانی فرماتے تھے اور خود ہی لنگر

تعمیر فرماتے تھے چٹیں لکھی جاتیں اور ان پر نام درج کئے جاتے۔ ہر سرائے کے ہر کمرہ میں ہر مہان کے لئے وقت پر ناشتہ، دوپہر کا کھانا، شام کی چائے اور رات کا کھانا پہنچتا۔ پھر تحقیق بھی فرماتے کہ کھانا ہر جگہ وقت پر پہنچایا نہیں۔ کھانا ٹھیک تیار ہوا یا نہیں۔ ہر بات کی طرف دھیان رہتا۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ چائے کی دگیں تیار ہو گئیں تو آپ پتہ سال کے لیے تشریف لے آئے۔ دیکھا تو چائے کی دگیوں سے مٹی کے تیل کی بو آرہی تھی۔ فوراً نئی چائے بنانے کا حکم دیا۔ ہر ایک کی مناسب رہائش کے انتظام کی خود دیکھ بھال کرتے۔ جس کے پاس بستر نہ ہوتا اسے بستر مہیا کیا جاتا۔ آپ خود ہر ایک کا خاص خیال رکھتے اور خود کمروں میں جا کر احوال پوچھتے اور معذرت بھی کرتے۔

## تعمیرات:

تعمیرات کا ذوق و شوق ورثہ میں پایا تھا۔ آستانہ عالیہ کی جملہ عمارات کی دیکھ بھال کی طرف ہر وقت دھیان رہتا تھا۔ آپ نے آستانہ عالیہ کی جامع مسجد کی مرمت کرائی۔ اس کے نقش و نگار بوسیدہ ہو گئے تھے۔ آپ نے نئے نقش و نگار کرائے۔ آستانہ عالیہ کے صحن کے فرش پر جہاں محفل سماع ہوتی ہے۔ خوبصورت پتھر لگوایا۔ برآمدے کے ستونوں کی مرمت کرائی۔ بعض دیواروں اور ستونوں کو سیم کا خطرہ تھا۔ مختلف ماہرین تعمیرات کے مشورہ سے اس کا تدارک فرمایا۔ جامع مسجد کے باہر والے صحن میں سفید سنگ مرمر لگوایا جو آپ کے دصال سے کچھ دن قبل مکمل ہوا۔ چشتیاں شریف میں بھی تعمیرات کرائیں۔ چشت شریف میں بھی زائرین کے لئے تعمیرات کرائیں۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کے قصبہ محرابی میں بھی ایک مسجد تعمیر کرائی۔

## دینی خدمات:

آپ نے ساری زندگی تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر دی تھی آپ کے تمام دورے تبلیغی مقاصد کے پیش نظر کیے جاتے۔ آپ اپنے اعمال و افعال، گفتار و کردار،

اور نشت و برخواست میں ایک نمونہ پیش کرتے تھے ساتھ ساتھ زبانی بھی شریعت کے اتباع کی تلقین فرماتے تھے۔ مریدین اور حاضرین کو نماز کی پابندی کی سختی سے تلقین کرتے تھے آپ کا کوئی پروگرام نماز باجماعت کے اوقات میں حائل نہیں ہوتا تھا۔ آپ یقیناً حضرت ثانی شاہ اللہ بخش تونسوی کے اس قول کے عامل و حامل تھے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ثانی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کے سلسلہ کی پہچان نیلا تہ بند ہے؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں ہماری پہچان نماز باجماعت ہے۔ آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ نماز کا وقت ہو جائے تو میرا انتظار نہ کیا جائے۔ حالانکہ شاید ہی کبھی انتظار کرنا پڑا ہو۔

آپ نے آستانہ عالیہ کی جامع مسجد میں درس قرآن و حدیث کا آغاز کیا۔ ہر روز نماز فجر کے بعد درس قرآن پاک ہوتا اور نماز عشاء کے بعد درس حدیث پاک۔ یہ درس مولانا حافظ محمود سعیدی سلیمانی خطیب مسجد دیتے۔ آپ درس میں باادب بیٹھتے اور حتی المقدور درس سے ناغہ نہ فرماتے۔ جامع مسجد میں اور آستانہ عالیہ میں دیگر دینی تقاریب اور محافل میلاد منعقد ہوتیں۔ اگر تو لسنہ شریف میں ہوتے تو ضرور شرکت فرماتے۔ رمضان المبارک کا مہینہ عام طور پر آستانہ عالیہ میں گزارتے اور مسجد میں اعتکاف بھی کرتے۔

## سماع :-

آپ سماع کے قابل تھے مگر آداب کے ساتھ۔ اپنے ابا و اجداد اور مشائخ عظام کے عرائس مبارک کے مواقع پر تین تین محافل سماع کا انتظام فرماتے تھے۔ محافل کا انتظام و انصرام نہایت عمدگی سے کرتے تھے۔ آستانہ عالیہ سلیمانیہ کی محافل سماع میں شرکت کرنے والے اس بات کے شاہد ہیں کہ آج پاکستان و ہندوستان کی کسی خانقاہ میں ایسی مقدس و پاکیزہ اور پرسکون و پُر کیف محفل شاید ہی کہیں ہوتی ہو۔ محفل کو ایک خوبصورت رنگارنگ خوشبودار گلہ سستہ کی طرح سجایا جاتا۔ ہر ایک نشت

و مقام متعین ہوتا۔ خواجگان و پیرزادگان، سجادہ نشینان و مقربین، محبین و متعلقین اور اور علماء و فضلا کے لئے اگلی صف میں جگہ مقرر ہوتی۔ سب مودب بیٹھتے۔ کوئی ننگے سر نہ ہوتا۔ کوئی زانو اوپر نہیں کر سکتا تھا۔ آداب کا خاص لحاظ رکھا جاتا۔ کوئی دم نہیں مار سکتا تھا۔ سب نفس گم کردہ بیٹھتے۔ آپ کی نظر چاروں طرف ہوتی۔ اشاروں سے محفل کا نظام چلتا۔ خدام و عصابردار اشاروں کی زبان سمجھتے۔ کوئی اپنی مرضی سے نہ بیٹھ سکتا نہ حرکت کر سکتا۔ سب سے پہلے ختم شریف پڑھا جاتا۔ اور دعا ہوتی۔ پھر درگاہی قوال نعت شریف سے محفل کا آغاز کرتا۔ اور نعت شریف پر ختم کرتا۔ کوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر نذر پیش نہیں کر سکتا تھا۔ خدام نذر اکٹھی کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کے دل کے دھڑکنے کی صدا بھی نہیں آرہی ہے۔ کوئی داد نہیں دے سکتا تھا۔ کوئی فرمائش نہیں کر سکتا تھا۔ عورتوں اور بچوں کو قطعاً اجازت نہیں تھی کہ محفل کے قریب بھی آئیں۔ نماز کے اوقات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ کوئی ہاؤ ہو کا نعرہ بلند نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کسی کو وجد و ذوق ہوتا تو اسے اٹھا کر فوراً باہر بھجوا دیا جاتا۔ البتہ ایک عرس مبارک پر ایک بزرگ نظام الدین خراسانی کو وجد ہوا تو آپ بھی کھڑے ہو گئے اور ساتھ ہی ساری محفل بھی کھڑی ہو گئی۔ پندرہ بیس منٹ یہ کیفیت رہی۔ آپ کی اپنی کیفیت میں نے تین مرتبہ دیکھی مگر صرف یہ کہ آنکھیں تر ہو گئیں اور بس۔ یہ آپ کی قوت برداشت تھی۔

## مشائخ کی تعظیم :-

آپ سادات و مشائخ کا بے حد ادب کرتے تھے۔ حیثیت سلسلہ کے بنیادی اصول ہی دو ہیں۔ محبت اور ادب۔ یہاں ہمارے ہاں جسے یہ دو مقام حاصل ہو جائیں وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ حضرت احمد جام فرماتے ہیں:

احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار  
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

مخدومی و مرشدی حضرت خواجہ دلنواز محبت و ادب کا حسین ترین پیکر تھے۔ ادب

کی یہ حالت تھی کہ مہار شریف و چشتیاں شریف کا چھوٹا سا صاحبزادہ اور حضرت قبلہ عالم کی اولاد میں سے کوئی بچہ بھی ان کے لیے باعثِ تکریم ہوتا۔ محفل کا آغاز نہیں کرتے تھے جب تک صاحبزادگان و خواجگان مہاروی تشریف نہ لے آئیں۔ ان کے لئے سرفرد کھڑے ہو جاتے ان کے سامنے اس طرح بیٹھتے جیسے کہ ایک طفلِ مکتب اپنے بزرگ استاد کے سامنے بیٹھا ہو۔

وہاں سے پہلا رمضان المبارک کراچی میں گزارا۔ جب کراچی سے رخصت ہوئے اور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو غنی بھائی صاحب و جملہ پیر بھائی پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ جناب شاہ عارف الدین فخری (حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلویؒ کی اولاد میں سے ہیں) بھی رخصت کرنے کے لئے سب پیر بھائیوں کے ساتھ اسٹیشن پہنچے۔ آپ ہاتھ جوڑ کر جناب فخری صاحب سے عرض کیے تھے کہ حضرت آپ تشریف لے جائیں میں اس وقت تک گاڑی میں سوار نہیں ہو سکتا جب تک آپ پلیٹ فارم پر موجود ہیں اور یہی ہوا کہ جب جناب فخری صاحب تشریف لے گئے تو تب آپ گاڑی میں سوار ہوئے۔ آپ حضرت بابا صاحب (حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ) کی اولاد کی بھی بے حد عزت کرتے تھے۔ جناب نذیر چشتی صاحب آپ کے مرید ہیں۔ مگر حضرت بابا صاحب کی اولاد میں سے ہیں اس لیے آپ ان کا بھی بہت احترام کرتے تھے۔ حفظ مراتب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار عرس مبارک کے موقع پر ہم سب عبادت خانہ میں موجود تھے کہ ایک نوجوان مرید سید زادہ سید عبداللہ شاہ تشریف لائے۔ جناب نذیر چشتی صاحب نے انہیں اشارہ کیا کہ پیچھے بیٹھ جائیں۔ آپ نے جلال میں فرمایا: "تم چشتی ہو تو وہ سید ہے۔"

بس ایک سناٹا طاری ہو گیا۔ یہ تھا ہمارے خواجہ دلنواز کے ادب کا مقام۔

ارشاداتِ گرامی :-

محبت النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے ملفوظات فخر الطالین کے نام سے

میر نور الدین حسن خان فخری نے ترتیب دئے تھے وہ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "مرشد سے جو کچھ سُنئے اُسے اندھیری رات کا چاند جان کر یاد رکھے۔ اور اگر فرصت ہو تو کاغذ پر لکھ کر عمل کرنے کے لئے حفاظت سے رکھے کہ اس میں جو وقت صرف ہوتا ہے عبادت ہی میں لکھا جاتا ہے؛ اسی نقطہ نظر سے محدومی و مرشدی کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ تفصیلاً ایک الگ باب میں درج ہیں۔ تبرکاً چند ارشادات یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اہل محبت کی عقیدت میں اضافہ ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

مہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

اونشیند در حضور اولیاء

① ذکر چلا کہ بعض بزرگ گفتگو بہت کم کرتے ہیں۔ حالانکہ زائرین و حاضرین کچھ حاصل کرنے آتے ہیں۔ فرمایا ایک شخص عطار کی دوکان میں بیٹھے، چاہے وہ عطر خریدے یا نہ۔ اُسے عطر کی خوشبو ضرور آئے گی۔ اسی طرح اگر ایک شخص لوہار کی دوکان میں بیٹھے تو بھٹی کی آگ سے اس کے کپڑے جلیں یا نہ مگر تپش اور دھواں ضرور پہنچے گا۔ فرمایا اسی طرح بزرگوں کی صحبت کا فیضان ضرور پہنچتا ہے چاہے وہ گفتگو کریں یا نہ۔

② کسی نے عرض کیا کہ حضرت، ڈاکٹر آپ کو آرام کا مشورہ دیتے ہیں آپ زیادہ آرام کیا کریں۔ فرمایا میں کیا کروں لوگ میلوں چل کر مجھے ملنے آتے ہیں۔ شرم آتی ہے کہ میں ملنے سے انکار کر دوں۔ آخر مجھ میں کیا خوبی ہے جو مجھے ملنے آتے ہیں۔ یہی نا کہ میں ایک ولی اللہ کا غلام ہوں۔ اُن سے نسبت رکھتا ہوں اور اُن کے دربار کا جا رُوب کش ہوں۔ اس کے علاوہ میرے اندر اور کیا ہے میں انہیں کیا دیتا ہوں۔ بس دعا کرتا ہوں اُن کے کام تو اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔

③ فرمایا۔ نماز میں تین بار دُعا مانگنا حدیث شریف میں آیا ہے۔ اچھا ہی ہے کہ دُعا زیادہ مانگی جائے۔ سوالی کا کام مانگنا ہے جتنی بار بھی مانگے اچھا ہے۔ آقا کا کام عطا کرنا ہے جب چاہے اور جو چاہے عطا کرے۔



۴) فرمایا۔ بزرگوں کی اولاد کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ تھوڑی بھی عبادت کریں تو انہیں بلند درجات مل جاتے ہیں۔ مگر عام آدمیوں کو زیادہ ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے البتہ شرط یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی اولاد صاحب ایمان ہو۔ اسی سلسلہ میں فرمایا۔ ایک دفعہ میں نے کسی عمل کی زکوٰۃ کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔ فرمائیے لگے آپ کو زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔ آپ ایسے ہی پڑھیں گے تو زکوٰۃ دینے والوں سے زیادہ بہتر نتائج نکلیں گے۔

۵) کسی نے پوچھا کہ حضرت دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا وہ مالک الملک ہے اس کی مرضی سے قبول کرے یا نہ کرے۔ البتہ یہ حدیث شریف سن لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کسی کے حصہ میں بہت نیک اعمال ہونگے حالانکہ اس نے دنیا میں کئے نہیں ہوں گے۔ وہ حیران ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری وہ دعائیں جو دنیا میں قبول نہ ہو سکیں۔ آج نیک اعمال بن گئی ہیں۔

۶) خواجہ عبداللہ صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حضرت میں بہت باقاعدگی سے درود شریف پڑھتا ہوں مگر ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ درود شریف نا قبول نہیں ہوتا۔ لہذا اس کی قبولیت اپنی جگہ موجود ہے۔ جمع ہو بہا سے جب بھی چاہیں گے کرم کر دیں گے۔ زیارت عطا کرنا ان کا کرم خاص ہے۔ پھر فرمایا کہ درود شریف پڑھنے سے زیارت نہ بھی حاصل ہو تو حج ضرور ہو جاتا ہے۔ پھر جب کوئی حج پر چلے تو مدینہ عالیہ حاضری کے وقت روضہ مبارک پر بھی حاضری ہوتی ہے جس حاضری کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی۔ پس اس طرح اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی حاصل ہوگی۔

۷) فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے بیعت نہیں ہوتے کہ جو پہلے سے بیعت شدہ ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ فرمایا ایسا سوچنا درست نہیں ہے۔ نسبت ضروری ہے۔ اچھا کرنا اور بدیلی لانا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ انسان کے

لیے صرف کوشش ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے بزرگ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر کافر بھی آجائے تو اُسے بھی لاجول... کا سبق دے دو۔

۸ فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ نے ہمیں وظیفہ بتلایا مگر اس کے پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ فرمایا کہ فائدہ یقین، اعتقاد، مداومت اور ادب سے پہنچتا ہے مگر اب وہ پہلے لوگوں جیسا اعتقاد اور اُن جیسا ادب کہاں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے ایک مُرید غوث نام تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ایک دن بھی مزار مبارک کے اندر نہیں گئے پاس ادب کی خاطر۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مزار مبارک کے اندر گئے اور کسی خادم کی زبانی حضرت ثانی صاحب کو پیغام بھیجا کہ ایک گنا مزار مبارک کے اندر چلا گیا ہے جلدی آکر باہر نکالیں۔ جب حضرت ثانی صاحب تشریف لائے تو دیکھا غوث صاحب کا سر اعلیٰ حضرت کے قدموں میں ہے اور انتقال کر چکے ہیں۔

۹ ایک دفعہ اجاب نے آپ کے اپریشن کے بعد عرض کیا۔ کہ حضرت ڈاکٹر و کا مشورہ ہے کہ آپ مکمل آرام کریں۔ فرمایا لوگ اتنی اتنی دُور سے مجھے ملنے کے لیے آتے ہیں مجھ میں کیا خوبی ہے۔ صرف یہ کہ میری نسبت ایک اللہ کے نیک بندے سے ہے یا یہ کہ میں ایک دلی اللہ کی خانقاہ کا جاروب کش ہوں۔

۱۰ کسی نے عرض کیا کہ حضرت دُعا فرمائیں میرا ظاہر و باطن درست ہو جائے۔ فرمایا۔ ظاہر کا کیا ہے باطن کی فکر کرو۔ اسے درست کرو۔ باطن درست ہو گیا تو ظاہر بھی ٹھیک ہو جائیگا۔ مزید فرمایا کہ اس کے حصول کے لیے اتباع سنت ضروری ہے۔

۱۱ آپ سے سوال کیا گیا کہ آدمی اپنی خواہشات کو کس طرح کم کرے۔ فرمایا قبر کو یاد رکھے۔ پھر فرمایا۔ دنیا بُری نہیں ہے البتہ جو چیز خدا سے غافل کرے وہ بُری ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا

چہیت دنیا از خدا غافل بودن نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

## علالت و وصال :-

آپ ایک عرصے سے بلڈ پریشر فٹار خون اور ذیابیطس کے امراض میں مبتلا تھے مگر فکر مند نہ تھے۔ چند برس قبل حیدرآباد میں ایک اپریشن بھی ہوا۔ وصال سے ایک سال قبل شدید تپ محرقہ لاحق ہوا اور ملتان میں زیر علاج رہے۔ مگر پھر صحت بحال ہو گئی۔ احباب پر ہینز، آرام یا سیرکامشورہ دیتے تو ٹال دیتے اور فرماتے آخر کتنا عرصہ جینا ہے۔

۲۳۔ اپریل ۱۹۷۹ء کی شب آپ چشتیاں شریف سے تونسہ شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ تونسہ شریف پہنچے تو نماز فجر کا وقت ہو رہا تھا۔ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز کے دوران آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ نماز بیٹھ کر ادا کی۔ اور دعا بھی کی۔ اس کے فوراً بعد آپ کو ابتدائی طبی امداد پہنچائی گئی۔ اور پھر نیشنل ہسپتال ملتان لے جایا گیا۔ وہیں باقاعدہ علاج جاری رہا۔ ملتان میں بہتری کی صورت نہ پا کر ۳۔ مئی ۱۹۷۹ء کو کراچی لے جایا گیا۔ ۴ مئی بروز جمعہ المبارک کراچی پہنچے۔ احباب، اقربا اور خدام ساتھ تھے۔ ۹ بجے صبح ہسپتال پہنچے۔ ابھی لٹایا ہی گیا تھا کہ رُوحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ آپ کے وصال کی خبر سبجلی کی طرح ملک اور بیرون ملک میں پھیل گئی۔ ریڈیو پاکستان، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے آپ کے وصال کی خبر پورے ملک کے کونے کونے سے ہزاروں لوگ تونسہ شریف پہنچ گئے۔ کراچی سے آپ کا جد مبارک ۵ مئی ۱۹۷۹ء بروز ہفتہ دوپہر کو پہنچا۔ اندرون خانہ حلے گئے۔ از سر نو غسل دیا گیا اور حسب وصیت تبرکات کے ساتھ دوبارہ تکفین ہوئی۔ پہلے مستورات نے زیارت کی پھر اقربا و اہل خاندان و خواجگان تونسوی نے۔ پھر نماز ظہر کے بعد آستانہ عالیہ میں آپ کے جد مبارک کو رکھ دیا گیا۔ لوگ زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ گریہ و زاری اور آہ و بکا سے فضائیں سو گوار ہو گئیں۔ ٹھیک چار بجے

آستانہ عالیہ کے صحن میں نماز جنازہ ادا ہوئی۔ امامت کے فرائض حضرت خواجہ کریم بخش صاحب بہاروی نے ادا کئے۔ پھر مزار مبارک کے اندر لے جا کر اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے قدموں میں اور حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

آنچہ دل از فکر آں مے سوختا بیم ہجر بود  
آخر از بے مہر آگر دوں باں ہم سا ختمیم

آپ کے وصال پر گورنر پنجاب اور دیگر علماء و مشائخ و اکابرین نے بیانات دیئے۔ اخبارات نے خبریں شائع کیں۔ روزنامہ آفتاب ملتان اور روزنامہ سعادت فیصل آباد نے خاص نمبر آپ کے چہلم پر شائع کیئے۔

## اولاد:-

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند عطا کیئے۔ ان میں سب سے بڑے خواجہ حامد حسن تھے جن کا وصال اٹھائیس سال کی عمر میں یکم شعبان ۱۳۸۸ھ (۲۴- اکتوبر ۱۹۶۸ء) کو ہو گیا۔ آپ کو ان کے وصال کا بہت صدمہ ہوا۔ دوسرے بیٹے کا نام خواجہ خالد حسن تھا جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ تیسرے بیٹے کا نام خواجہ عطار اللہ صاحب ہے۔

## سجادہ نشین:-

حضرت خواجہ خان محمدؒ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند حضرت خواجہ عطار اللہ صاحب مدظلہ العالی آستانہ عالیہ سلیمانیاہ کے چھٹے سجادہ نشین بنے۔

## خلفاء:-

آپ کے خلفاء کے بارے میں ابھی تک میرے پاس جامع اور صحیح معلومات

نہیں۔ انشاء اللہ آئندہ مکمل فہرست دے سکوں گا اور ان کے مختصر حالات بھی درج کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس وقت کچھ نام درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ خواجہ عطار اللہ صاحب تونسوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانہ تونسہ شریف

۲۔ غازی صلاح الدین صاحب حیدرآباد

۳۔ سید معین الدین صاحب خاس حیدرآباد

۴۔ سید برکت علی شاہ صاحب کراچی

۵۔ سید عثمان علی شاہ صاحب کرماں والہ شریف (پنجاب)

۶۔ حاجی شیر محمد صاحب خانقاہ حافظ حبیب اللہ صاحب صنحہ ساہیوال

۷۔ پروفیسر افتخار احمد ہشتی سلیمانی فیصل آباد

# قطعہ تاریخ وصال

(از محمد انور یابری)

حضرت خواجہ خان محمد  
پیرِ کامل کی فرقت ہے  
شکات جمادی الآخر جمعہ  
خواجہ صاحب کی رحلت ہے  
(۱۳۹۹)

# قطعہ تاریخ وصال

(از مولوی فیض احمد صاحب ضیائی)

مرشدِ برحق رہنما!  
خواجہ خان محمد ما  
رفتہ روح او سوئے جہاں  
فضل و کرم میں عینِ نبی



## خلافت نامہ

حضرت خواجہ صاحب قبلہؒ کے خلفاء کی فہرست درج کر دی گئی ہے۔ اس عاجز و مسکین کو جو خلافت نامہ آپ نے عطا فرمایا تھا اس کا عکس بطور تبرک درج کیا جا رہا ہے۔

فیروز حضرت بزرگان کے طریقہ کے مطابق خلیفہ افتخار احمد صاحب چشتی  
کی خلافت سلسلہ چشتیہ و نقشبندیہ و قادریہ و سہروردیہ دیتا ہے۔  
اور دعا کرتا ہے کہ خداوند کریم بطویل آنحضرتؐ و خواجگان انوار تبلیغ اسلام  
کی طاقت عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین۔ ۱۳۹۲ھ

"فقیر حضرات بزرگان کے طریقہ کے مطابق خلیفہ افتخار احمد صاحب چشتی کو خلافت  
سلسلہ چشتیہ و نقشبندیہ و قادریہ و سہروردیہ دیتا ہے اور دعا کرتا ہے  
کہ خداوند کریم بطویل آنحضرتؐ و خواجگان انوار تبلیغ اسلام کی طاقت  
عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین

فقیر خان محمد عفی عنہ

۳ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

# مکتوبِ گرامی

حضرت خواجہ صاحب قبلہ کے مکتوبات جن چند خوش نصیب احباب کے پاس ہیں ان میں سے برادرِ چوہدری افتخار افضل صاحب کے پاس غالباً سب سے زیادہ ذخیرہ ہے۔ انشاء اللہ ان مکتوبات کو مطبوعہ شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ایک مکتوب بطور تبرک درج کیا جا رہا ہے:

۷۸۷  
۷۹۷  
طہرانہ

۱۱  
۲۵

مرامِ حنیفہ کا سکراب

السلام علیہ۔  
ذرا اچھا ہے کتاب لیرا اور سو  
بہتر ہے اللہ کی بظن و حضرت م جزا و جزا و جزا و  
اس کے متعلق جو کچھ حضرت بظن و جزا و جزا و  
وفا و منافق الکوہین سے نفقہ جزا و جزا و جزا و  
بہتر ہے لیرا اور سو بظن و جزا و جزا و جزا و  
بہتر ہے لیرا اور سو بظن و جزا و جزا و جزا و

دعا و  
بہتر ہے لیرا اور سو

# سائقان باب

حضرت خواجہ

جناب عطاء اللہ صاحب توشہوی  
دامت برکاتہ

۲۷ نومبر ۱۹۲۷ء

## ولادت و تعلیم و تربیت

آستانہ عالیہ سلیمانہ کے چھٹے سجادہ نشین حضرت خواجہ خان محمد تونسوی کے فرزند حضرت خواجہ عطار اللہ صاحب تونسوی ہیں۔ آپ ۲ نومبر ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ منقول ہے کہ آپ کی ولادت سے قبل حضرت خواجہ خان محمد تونسوی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی فرما رہے ہیں کہ: ”اے خان محمد، تمہارے ہاں اب جو فرزند پیدا ہوگا، اس کا نام عطا اللہ رکھنا۔“

حسب دستور خاندان مقررہ وقت پر آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا۔ آپ کی بیعت ارادت حضرت خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی سے ہے۔ سات برس کی عمر میں بیعت ہوئے۔ حضرت حافظ صاحب نے انہیں مانگا بھی تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے مجھے دے دیں۔ میں اس کی تربیت کر دوں گا۔ اس لحاظ سے یہ حضرت حافظ صاحب قبلہ کے مرید بھی ہیں اور مراد بھی۔

## خلافت

حضرت خواجہ خان محمد صاحب قبلہ نے ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء کو

اپنی حیات مبارکہ میں ہی خواجہ عطار اللہ صاحب کو تحریری طور پر خلافت و سجادگی عطا  
 کر دی تھی اور اپنے سلسلے میں عرس مبارک کے موقع پر دستار بندی بھی کرادی تھی۔ دستار بندی  
 پاکپتن شریف کے سجادہ نشین حضرت دیوان غلام قطب الدین چشتی مدظلہ نے کی۔ اس  
 خلافت نامہ کی نقل درج ذیل ہے۔

۷۸۷  
 ۷۸۶  
 ۷۹۷

منکہ خواجہ خان محمد خلف الرشید خواجہ حضرت محمد حامد سجادہ نشین درگاہ عالیہ خواجہ  
 خواجگان خواجہ شاہ محمد سلیمان سلطان المتوکلان واقعہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخان  
 کاہوں، میں بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ، بلا رغبت غیرے اپنی خوشی و  
 مرضی سے اپنی حیات میں اپنے واحد پسر صاحبزادہ عطا اللہ خاں کو سجادہ نشین  
 درگاہ متذکرہ بالانامزد و منتخب کرتا ہوں جو کہ ہر پہلو سے میرے بعد سجادہ نشین درگاہ  
 مذکورہ بالا کا اہل بھی ہے۔ لہذا میں اپنے اختیارات دربارہ تقرری سجادہ نشینی کو استعمال  
 کرتے ہوئے اس تحریر کی رو سے اپنے پسر صاحبزادہ عطا اللہ خاں مذکور کو اپنا خلیفہ  
 اور سجادہ نشین منتخب و نامزد کرتا ہوں اور اختیار دیتا ہوں کہ صاحبزادہ عطا اللہ خاں  
 میری وفات کے بعد درگاہ عالیہ خواجہ خواجگان خواجہ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی  
 سلطان المتوکلان واقعہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخان کے مسئلہ طور پر اور کما حقہ  
 سجادہ نشین ہوں گے میرے عزیز و اقارب خلفاء و مریدین کو کسی قسم کا کوئی اعتراض کرنے  
 کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا بلکہ ان پر یہ عین فرض ہے اور آئندہ بھی یہ فرض ان پر عاید ہوگا  
 کہ وہ صاحبزادہ عطا اللہ خاں کو سجادہ نشین درگاہ عالیہ مذکورہ بالا تسلیم کریں۔ اور ان  
 کی پیروی کریں اور کما حقہ تعظیم بجالادیں۔ لہذا تحریر بذات سزا تحریر کر دی ہے تاکہ بوقت  
 ضرورت کام آسکے۔

المرقوم ۱۹۔ مئی ۱۹۶۹ء

دستخط خواجہ خان محمد صاحب

(رحمۃ اللہ علیہ)

دستخط گواہان:

۱، دیوان غلام قطب الدین سجادہ نشین پاک پتن شریف

- ۲۔ میاں نورجہانیاں صاحب محمودی سجادہ نشین مہار شریف
- ۳۔ صاحبزادہ نورا احمد صاحب خلف حضرت خواجہ میاں محمد عبداللہ صاحب سجادہ نشین منگھیراں شریف۔
- ۴۔ حضرت حاجی محمد غوث صاحب خلف حضرت خواجہ محمد عارف صاحب مہار شریف
- ۵۔ خواجہ نور حسن صاحب خلف حضرت خواجہ خدابخش صاحب
- ۶۔ خواجہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف
- ۷۔ مولوی احمد دین صاحب سجادہ نشین مکھڑ شریف
- ۸۔ محمد عبداللہ صاحب سجادہ نشین میرا شریف
- ۹۔ میاں غلام نبی صاحب سجادہ نشین شیخ فاضل
- ان کے علاوہ پانچ اور حضرات کے بھی دستخط ہیں۔
- حضرت خواجہ صاحب قبلہؒ کے وصال کے تیسرے دن حسب دستور خاندان ،
- ۶۔ مئی ۱۹۷۹ء کو آستانہ عالیہ سلیمانہ میں محفل قیل شریف ہوئی۔ اس اجتماع میں خواجہ عطار اللہ صاحب کی دستار بندی کی گئی۔ رسم دستار بندی اجیر شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ دیوان سید آل مجتبیٰ مدظلہ العالی نے ادا کی۔ اس مبارک موقع پر حضرت خواجہ صاحب قبلہؒ کے ہزاروں عقیدتمندوں اور مریدین کے علاوہ مہار شریف ، تونسہ شریف۔ سیال شریف و دیگر خانقاہوں کے سجادگان اور مختلف علمائے کرام اور اکابرین ملت نے شرکت کی۔ روضہ مبارک کے اندر حاضر ہو کر سب سے پہلے دیوان صاحب اجیر شریف نے دستار باندھی۔ پھر خواجہ معین صاحب مہاروی نے اور پھر خواجگان تونسوی نے اور پھر حضرت دیوان صاحب نے دعا فرمائی۔ پھر سب باہر تشریف لائے۔ صاحبزادہ خواجہ عطار اللہ صاحب کو مصلیٰ سلیمانہ پر بٹھایا گیا اور دعائے خیر کی گئی۔

۸۔ جون ۱۹۷۹ء بروز جمعہ المبارک حضرت خواجہ صاحب کے چہلم کے سلسلہ میں اجتماع ہوا۔ اس مبارک محفل میں حضرت خواجہ قطب الدین صاحب مدظلہ العالی



سجادہ نشین پاکستان شریف نے از سر نو جناب خواجہ عطا اللہ صاحب کی دستار بن  
کی اور دعا فرمائی۔

## سجادگی

آپ ۱۹۷۹ء سے سجادہ سلیمانی پر رونق افروز ہیں۔ آپ نے سجادہ نشین  
بننے کے بعد حج و عمرہ بھی ادا کیا۔ ہر سال اپنے آبا و اجداد کے طریقہ کے مطابق  
پاکستان شریف اور چشتیاں شریف حاضر ہوتے ہیں۔  
شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے عرس مبارک  
کی تقاریب میں حاضر ہوتے ہیں۔ چشتیاں شریف میں حضرت مولانا فخر  
دہلویؒ اور قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہارویؒ کے عرس مبارک میں  
باقاعدگی سے حاضری دیتے ہیں۔ خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ  
کے معمول کے مطابق سیال شریف میں حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالویؒ  
اور ان کے سجادہ نشین حضرات کے عرس مبارک میں بھی شریک ہوتے ہیں۔  
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آبا و اجداد اور مشائخ عظام  
کے نقش قدم پر چلائے۔ ان کے مقامات عطا کرے اور دین و سلسلہ  
و آستانہ عالیہ کی بہترین خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔  
سے اس دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

# زمانہ سجادگی

بانی آستانہ عالیہ سلیمانہ  
شہبازِ طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ  
(۱۱۸۳ھ تا ۱۲۶۷ھ)

①

حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی  
(۱۲۶۷ھ تا ۱۳۱۹ھ)

②

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی  
(۱۳۱۹ھ تا ۱۳۲۳ھ)

③

حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی  
(۱۳۲۳ھ تا ۱۳۵۰ھ)

④

حضرت خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی  
(۱۳۵۰ھ تا ۱۳۷۹ھ)

⑤

حضرت خواجہ خان محمد تونسوی  
(۱۳۷۹ھ تا ۱۳۹۹ھ)

⑥

موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ عطار اللہ صاحب تونسوی اہل بیت کا  
(از ۱۳۹۹ھ)

حصہ چہارم

مقالات

یک زمانہ صحبت با اولیاء  
 بہتر از صد سالہ طاعت ہے یا

# پہلا باب

متذکرہ نویسی میں جدید رجحان  
(از پروفیسر محمد اسحاق قریشی)

# تذکرہ نویسی میں نیا رجحان

(از پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ایم۔ اے، پی ایچ ڈی، )

تأثر پذیری انسانی فطرت کا اقتدار ہے۔ انسان جس شخصیت سے متاثر ہوتا ہے یا جس وجود کی کوئی حیثیت اس کے دل میں مرعوبیت یا استعجاب کی کیفیت پیدا کرتی ہے وہ اس شخصیت یا اس کے اثر آفریں پہلو کے تذکرے میں مسرت محوس کرتا ہے۔ ذکر کے چند محرکات ہیں۔ حسنِ تعلم کی تسکین، خواہشِ فیض یا مطالعہ سیرت کا تاریخی ذوق۔ محرکات کے تنوع کے حوالے سے سوانح حیات کی پیش کش کا انداز مختلف رہا ہے۔ معروضی سیرت نگاری یا موضوعی انداز تحریر نے مختلف بہتیں متعین کی ہیں، تاریخ عالم اور تاریخ اقوام کے مطالعہ سے اس بو قلمبونی کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ اسلام چونکہ حیاتِ انسانی کی مقصدیت کا قائل ہے اس لئے عالم اسلام کے مختلف علمی رجحانات اور ادبی میلانات میں مقصدیت کا عنصر نمایاں رہا ہے۔ موضوع سوانح حیات کی تدوین سے مگر مقصد ان سوانح سے مستقبل کی راہیں تلاش کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہے۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدوین میں یہی پہلو سیرت نگاروں کے پیش نظر رہا ہے۔ کسبِ فیض ہی وہ داعیہ ہے اور اصلاحِ نفس ہی وہ محرک ہے جو ہدایت کی روشن مثالوں کی جستجو میں تاریخ کے مطالعے میں معاون رہا ہے۔ صحابہ کرام ہدایت کے ستارے تھے اس لئے سفر حیات کے راہی ان سے راہ یابی کی کوشش میں مشغول رہے ہیں۔ سیر صحابہ کی ترتیب ہمیشہ سے اہل اسلام کا مرغوب موضوع رہا۔ اور اس مقصد کے لئے ضخیم کتابیں مرتب ہوئیں صحابہ کرام کے بعد صوفیاء کا کردہ انسانیت کے درد کی درمانی اور بھٹکے ہوئے قافلہ انسانیت کی راہنمائی



کا فریضہ انجام دیتا رہا ہے۔ صوفیاء کی زندگیاں روشنی کے مینار تھیں جن سے مسلمانین اور معتقدین حسبِ ظرف و خواہش مستفیض ہوتے رہے۔ اور اس نیک ارادے کے تحت بیسیوں نہیں ہزاروں کتب تیار ہوئیں۔ ذوق کے مطابق اخذ و ترک کے اصول متغیر رہے۔ مگر مقصد ایک ہی تھا کہ ان نورانی ہستیوں سے استفادہ نور کیا جائے۔ تاکہ زندگی کی شب تاریک میں اجالا ہو سکے۔ کبھی علاقوں کی نسبت سے تو کبھی خاندانوں کے حوالے سے بزرگانِ دین کے سوانح تحریر کئے گئے۔ جب تصوف ایک مستقل طریقِ زندگی کے طور پر اپنایا جائے گا اور سلسلہٴ رشد و ہدایت کی مختلف کڑیاں تلاش کی جانے لگیں تو باہم اتصال کو اہمیت حاصل ہوئی اور متعدد سلسلہ ہائے تصوف وجود میں آئے۔ ان میں چار سلاسل کو اہمیت نصیب ہوئی۔ ان میں نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ سلاسل خصوصیت سے موضوع بنے اور ہر سلسلے میں اکابر صوفیاء کی زندگیوں کے بارے میں متعدد کتب تصنیف ہوئیں۔ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہٴ چشتیہ کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اس لئے یہی سلسلہ اکثر موضوعِ تالیف رہا۔ زیر تبصرہ کتاب ”تذکرہ خواجگانِ تونسوی“ جسے پروفیسر افتخار احمد چشتی صاحب نے تالیف فرمایا اسی سلسلہٴ کتب میں ایک مفید اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

”تذکرہ“ کا لفظ اپنے سوانحی پہلوؤں کے احاطے کے باوجود نصیحت طلبی اور فیض خوی کا عنصر رکھتا ہے۔ قرآن مجید کو عود اللہ تعالیٰ نے تذکرہ کہہ کر متعارف کرایا ہے کہ اس سے کسبِ ہدایت کے پہلو کو اولین اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمان علماء اس قرآنی اشارے سے متاثر ہو کر اپنی تصنیفات کو اسی حوالے سے پیش کرتے رہے ہیں۔ کوئی کتب پیدا ہوا کہہ کہاں زندگی گزارے گی، معمولات و مشاغل کیسے تھے۔ اولاد و متوسلین کی تعداد کتنی ہے۔ یہ سب ضروری عنوانات ہیں مگر بنیادی مقصد اس معروضی تصویر کشی سے کہیں عظیم تھا کہ ان واقعات و سوانح سے قاری کی زندگی کیسے متاثر ہو۔ اس حوالے نے ساری گفتگو کو داخلیت عطا کر دی ہے اور حالات و مشاہدات کے بیان میں مؤلف صرف مرتب ہی نہیں رہا۔ بلکہ ان حالات کے ساتھ ساتھ ہم قدمی کا حفاٹھانے لگا ہے۔ اسی لئے صوفیاء کے حالات پر لکھی جانے والی کتابوں کو تذکرہ کا نام دیا جاتا رہا کہ مقصود حکایتِ واقعہ

ہیں بلکہ ان واقعات کو اپنے حالات کے تناظر میں اپنی ذات کا حصہ بنانے۔ چشتی صاحب کا تذکرہ خواجگان تونسوی کا مقصد تالیف بھی یہی ہے یہ لفظوں میں ہدایت کے استعارے اور رہنمائی کے منور اشارے ہیں۔ چشتی صاحب نے طلب ہدایت کے لئے خاندانِ چشت کے معزز و محترم گھرانے تو نسہ کا انتخاب کیا ہے کہ اس سے ان کی اپنی نسبت سے اول اس نسبت نے تذکرے میں اپنائیت کا جوہر پیدا کر دیا ہے۔

سلسلہ چشتیہ یوں تو خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے شروع ہوا تھا مگر اسے حریفی شناخت حضرت خواجہ ابوالاسحاق ثمالی علیہ الرحمۃ کے وجود سے ملی کہ چشت جیسے ایک غیر معروف قصبے کو ان کی ذات نے دوام عطا کر دیا۔ سقوطِ بغداد کے بعد جب عالم اسلام پر نزع کی حالت طاری تھی اکثر صوفیاء نے برصغیر کا رخ عطا کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ نے تو برصغیر کے مستقبل کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا اس لئے آپ یہاں تشریف لے آئے۔ اور اجمیر سلسلہ چشتیہ کا مرکز بنا۔ آپ کی توجہ اور روحانی فیض رسانی سے ایک نہایت وقیع ادارہ جسے سلسلہ چشتیہ کا زریں جلقہ کہا جاسکتا ہے وجود میں آیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی ان اکابر صوفیہ میں سے ہیں جن پر عالم اسلام ہمیشہ تاز کرے گا۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی سے یہ سلسلہ شمالی ہند سے دکن میں منتقل ہوا کہ خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی اور ان کے صاحبزادے خواجہ فخر الدین کی مساعی جمیلہ سے دکن کا علاقہ نور اسلام سے منور ہو گیا۔ مگر خواجہ فخر جلد ہی دہلی منتقل ہو گئے اور یہاں سے ہی خواجہ نور محمد مہاروی نے آپ سے روحانی کسب فیض کیا۔ انہیں کے ہاں سے میں خواجہ فخر نے فرمایا: مکھن پنجابی نے کیا چھاپھ پوسنار

خواجہ نور محمد مہاروی سے یہ فیض شہبازِ طریقت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کو منتقل ہوا۔ خواجہ تونسوی کی ذات ہی چشتی صاحب کی کتاب کا مرکزی موضوع ہے۔

تذکرہ خواجگان تونسوی کی جلد اول جسے چشتیہ اکادمی فیصل آباد نہایت خوبصورت گرڈ پوش اور حسن طباعت کے ساتھ مرتب کیا ہے پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول

ابتدائی معلومات اور تعارفی کلمات پر محیط ہے۔ حصہ دوم کتاب کا مرکزی حصہ ہے کہ اس کے باب اول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خواجہ فخر علیہ الرحمۃ تک کے خاندانِ چشتیہ کے اکابرین کے مختصر حالات درج ہیں۔ باب دوم خواجہ نور محمد بہاروی علیہ الرحمۃ اور آپ کے نامور مریدین کے حالات کے لئے وقف ہے۔ یہ حصہ جو دو ابواب پر مشتمل ہے بہت معلومات افزا ہے۔ حصہ سوم کتاب کا موضوع ہے کہ فیضانِ سلیمان کے نام سے خاندانِ تونسوی کے حالات کے تفصیلی بیان کے لئے مخصوص ہے۔ حصہ سوم کے سات ابواب ہیں۔ باب اول میں سرخیل سلسلہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے حالات ہیں۔ دوسرے باب میں سلسلہ تونسوی کے عظیم صوفی ولی کامل خواجہ اللہ بخش تونسوی کے سوانح درج ہیں۔ باقی میں حضرت عاقظ محمد موسیٰ خواجہ محمد حامد۔ حافظ سدید الدین خواجہ خان محمد اور موجودہ سجادہ نشین خواجہ عطا اللہ کے بارے میں مفید معلومات اور قدیم تفصیلی حالات ہیں۔ کتاب کے حصہ چہارم میں چشتی صاحب نے بحال عاجزی دیکر ہم عصر اہل قلم کی زکارتات درج کر دی ہیں جن میں یہ نیز منیر حافظ لدھیانوی، چودھری غلام رسول اور پروفیسر عبدالمجید چشتی شامل ہیں۔ آخری یعنی حصہ پنجم منظومات پر مشتمل ہے اور مؤلف نے اپنے ادبی رجحان کی تسکین کا سامان کیا ہے۔ تذکرہ خواجگانِ تونسوی سے حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ برصغیر کا وہ حصہ جو وطنِ عزیزِ پاکستان کہلایا خاندانِ تونسوی کی برکات سے زیادہ مستفید ہوا ہے خصوصاً صوبہ پنجاب کی تمام نمایاں بستیاں جو سلسلہ چشتیہ سے منسلک تھیں اسی گھر سے کسبِ فیض کرتی رہی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تونسوی خاندان نے تبلیغِ دین اور اشاعتِ خیر و حکمت میں کس قدر وسیع کارنامے انجام دیئے ہیں۔ کتاب اگرچہ بظاہر سوانحِ حیات کے مشتملات پر محیط ہے مگر حقیقتاً چشتی صاحب کا قلبی سوز اور آتشِ محبت واقعات کے درے کئی گوشے تلاش کرتی رہی ہے۔ واقعات کی ترتیب تو سید میں ایک ماہرانہ چابکدستی کار فرما ہے۔ اور مجموعی مطالعے کے بعد یہ تاثر بڑا نمایاں ہو جاتا ہے کہ یہ نامور بستیاں قومی درد اور اصلاح کے ایک جذبے سے سرشار تھیں کہ انہوں نے سنگلاخِ زمین میں نخلِ اسلام کی آبیاری کو اپنا ہم وقتی مشن بنایا ہوا تھا۔ چشتی صاحب نے واقعات کے درو بست میں تبلیغی کارناموں کی افادیت کو نمایاں کر کے حالات

سلف کے مطالعہ کا سلسلہ عطا کیا ہے۔ عام طور پر صوفیہ کے تذکرے کرامات کی حکایات سے بھرے ہوتے ہیں۔ کرامات کی اہمیت اور حیثیت کا مؤلف کو اعتراف ہے۔ اس لئے وقفے وقفے سے ان کا ذکر کیا گیا ہے مگر یہ تذکرے عمومی تاثر کو شدید تر کرنے کا باعث بنے ہیں۔ کہ کرامات برائے کرامات مقصود نہیں اور نہ ہی مؤلف کرامات کے ذکر کو طویل کرنے کا شائق نظر آتا ہے۔ کتاب کا سب سے روشن پہلو تعلیمات اسلامیہ کا صوفیانہ انداز درس ہے۔ خواجگانِ تونسوی شریعت کی پابندی کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ اور علمی اثرات سے اپنے دامن کو بچاتے تھے۔ عام طور پر صوفیاء کی عقیدت و محبت میں جو شریعت کی نفی کا رجحان پیدا ہو رہا ہے وہ درحقیقت صوفیانہ نظریات سے انحراف ہے۔ چشتی صاحب نے تعلیمات پر مناسب توجہ دے کر اس پریشان کن تاثر کو ختم کیا۔ یہ کتاب کا وہ نمایاں حصہ ہے جس کی تقلید ہونا چاہیے۔

تذکارِ صوفیاء میں ایک ادب بڑا اہم پہلو علمی کارناموں کی وضاحت ہے۔ عموماً علم کی نفرت، عشق و عقل کا تقابل، اور علم کے حجاب کے تذکرے ہوتے ہیں۔ اس سے حلقہ ہائے تصوف میں بے علمی ایک روایت بنتی جا رہی ہے۔ اندھی عقیدت اور کم نظری نے جہالت کو فروغ دیا ہے۔ چشتی صاحب کو اس کا احساس ہے اس لئے انہوں نے تذکرہ کا معتد بہ حصہ علمی کارناموں کی وضاحت کے لئے وقف کیا ہے۔ اور گاہے گاہے صوفیہ کے مالِ مروج کتب درسیہ کی نشاندہی کی ہے۔ خواجہ محمد عاقل کا علمی شعور اور خواجہ محمد جمال کے مجاہدانہ کارنامے، خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ کا نایاب کتب کی اشاعت پر اصرار اور صاحب کتاب کی توسیع علمی کے شعف میں حوصلہ افزائی، بے علمی اور بے علمی کے خلاف قابل اعتماد حوالے ہیں۔ حافظ سدید الدین کی تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں عملی کاوشیں اور مہم کے حوالے سے پنجاب اسمبلی میں ان کا باوقار کردار، دینی سیاست کا رخ متعین کرنے میں خواجہ اللہ بخش کا فنِ قرأت سے خصوصی انہماک اور خواجہ سلیمان تونسوی کا اتباعِ شریعت پر زور، خاندانِ تونسوی کے صوفیانہ مشاغل کو قائدانہ کردار مہیا کرتا ہے۔ تذکرہ خواجگانِ تونسوی کے مؤلف کی نظر میں ان اکابر صوفیاء کا یہی رخ نمایاں ہے۔ اس لئے انتخاب واقعات میں انحصار کے باوجود

حسن انتخاب جھلکتا ہے۔

چشتی صاحب کی تالیف سے تذکرہ نویسی میں جدید رجحان کی نشاندہی ہوتی ہے۔  
 کتاب مختلف رسائل کی شکل میں تھی جسے نہایت احتیاط سے باہم پیوست کیا گیا ہے۔  
 اس طرح ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ایک لائق مطالعہ اور قابل عمل صحیفہ مرتب ہوا ہے۔  
 خدا کرے جس جذبے سے جلد اول طبع ہوئی ہے وہ برقرار رہے اور باقی دونوں جلدیں  
 جلد قاری تک پہنچیں۔ ہر درد مند قاری منتظر رہے گا۔

## دوسرا باب

حضرت قبیلہ خواجہ خان محمد صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

(از جناب حافظ لدھیانوی صاحب)

# حضرت قبلہ خواجہ خان محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ

(از جناب حافظ لدھیانوی صاحب)

محترمی پروفیسر افتخار احمد چشتی صاحب جامعہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد حسین قیس چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پاس بے تابی سے ٹہل رہے تھے اور بار بار جامعہ چشتیہ کے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے میرا اچانک گزر جامعہ چشتیہ کی طرف سے ہوا۔ چشتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور جامعہ چشتیہ میں بے وقت حاضری اور اضطرابی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا۔ اشتیاق فراوان کے بارے میں انداز ان کے چہرے پر بکھر گئے انتہائی مسرت و شادمانی کے عالم میں فرمایا کہ میرے مرشد حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب تشریف لائے ہیں ان کا ہی انتظار ہے۔ وقت بہت کم تھا آپ تک پیغام نہ پہنچا سکا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے فون پر اپنی آمد کی اطلاع دی۔ چند اجاب کو اطلاع دے سکا۔ پھر اسی بتیابانہ انداز میں فرمایا، بس چند منٹوں میں حضرت تشریف لانے والے ہیں۔ حضرت کی آمد کے بارے میں ان کا وجود خوشخبری کی علامت بن گیا تھا۔

مملکتوں کے سربراہ سرکاری یا ذاتی دورے پر دوسرے ممالک میں آتے ہیں۔ راستے خوبصورت دروازوں سے بچنے جلتے ہیں، رنگ برنگ جھنڈیوں سے، خوبصورت پھیریوں سے، بنیڈ باجے سے گارڈ آف آنر سے، مہکتے ہوئے گلاب کے ہاروں سے ان کا استقبال کیا جاتا ہے۔ طمطراق اور شان و شوکت کے سب سامان مہیا کئے جاتے ہیں۔ ان کے اعزاز میں دعوتیں ہوتی ہیں۔ پورے ملک میں ان کی آمد کی دھوم مچ جاتی ہے یہ سب کچھ درست ہے مگر جس شان بتیابی جس حُسن اضطراب جس کیفیت قلب درُوح سے محترمی پروفیسر افتخار احمد چشتی اپنے ہادی و مرشد اپنے مہربانی حضرت خواجہ خان محمد صاحب کا انتظار فرما رہے تھے اس پر شاہانہ



استقبال کے سائے انداز قربان کر دئے جائیں۔ یہ چشم و جاں کا معاملہ نہ تھا، یہ قلب و روح کا معاملہ تھا۔ بعض خوشیاں جسم کی دیواروں سے چمٹ کر رہ جاتی ہیں، بعض مسترتیں محدود وقت کے لئے ہوتی ہیں، مگر بعض انبساط و شادمانی کے ایسے بھی لمحات ہوتے ہیں جو زندگی پر محیط ہو جاتے ہیں۔ ایک ایک لمحہ کیفیتوں کی کستی دنیا میں لئے ہوتا ہے۔

میں ابھی حضرت کی زیارت سے مشرف نہ ہوا تھا۔ ابھی وہ لمحہ سعید میرا مقدر نہ بنا تھا کہ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی روحانی صحبت سے فیض یاب ہوتا مگر محترمی حشری صاحب سے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے فیوض باطنی، ان کے زہد و تقویٰ، ان کی پرکشش شخصیت، ان کی ریاضت و عبادت اور ان کی روحانی مجالس کی کیفیتوں کے بارے میں سُن چکا تھا۔ حشری صاحب کے اشتیاق میں میرا وجود بھی شامل ہو گیا۔

خوشبو جب پھیلتی ہے تو اس کی راہ میں کوئی چیز کاوٹ نہیں بن سکتی۔ اس کی لطافت ایک عالم کو گہرے میں لے لیتی ہے۔ اگرچہ چند اجاب کو حضرت اقدس کی آمد کا علم تھا مگر حضرت کی آمد کی خبر فصل بہار کے جھونکے کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ اجاب نے ایک دوسرے کو خوش خبری سنائی۔ اس طرح کافی اجاب کو حضرت کی آمد کا علم ہو گیا۔ محترمی حشری صاحب کے حلقہ اجاب اور حلقہ مریدین و معتقدین میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ان میں پروفیسر صاحبان، کاروباری لوگ، مختلف عقائد و نظریات رکھنے والے سبھی قسم کے اجاب شامل ہیں۔ مشتاقانِ اید کا ایک گروہ جامعہ حشریہ پہنچ چکا تھا۔ دلوں کا اضطراب عقیدت کا نشان بن گیا۔ سب دروازے کے نزدیک حضرت کی آمد کے منتظر تھے۔ اس بابرکت لمحے کے منتظر تھے کہ وہ حضرت کی زیارت سے پیاسی رُوحوں کو سیراب کریں۔ ابھی حضرت تشریف نہ لائے تھے کہ سیال شریف سے خواجہ قمر الدین نور اللہ مرقدہ کے فرزند خواجہ حمید الدین سیالوی استقبال کے لئے

تشریف لے آئے۔ حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کے خانوادے کا یہ فرد بھی اسی انداز سے حضرت کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

آخر حضرت کی کارجامعہ چشتیہ میں داخل ہوئی۔ دھڑکنوں نے اٹھاٹھ کر حضرت کا استقبال کیا۔ مسرت کے آنسو دامن کی دولت بن گئے۔ ہر آدمی و فور شوق سے حضرت سے مصافحہ کر رہا تھا۔ خواجہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ حمید الدین سیالوی نے قدم بوسی کی آپ پیچھے ہٹ گئے۔ مریدین معتقدین میں جب کوئی قدم بوسی کرنا چاہتا تو آپ سختی سے منع فرماتے۔ اور کہتے بھلے آدمیو مجھے گنہگار نہ بناؤ۔ اور خلافت شریعت کام نہ کرو۔ حضرت نے متبسم لبوں سے ہر ایک کی خیریت پوچھی۔ شفقت و محبت کے انداز قلب و نظر پر چھل گئے۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب کا چند گھنٹے کا قیام تھا۔ جامعہ چشتیہ میں ایک کمرہ جسے حجرہ کہنا زیادہ موزوں ہے۔ حضرت کے آرام و قیام کے لئے آراستہ کیا گیا تھا۔ ارادتمند حلقے میں مؤدب بیٹھ گئے۔ چشتی صاحب دروازے سے لگ کر اپنے مرتی و مرشد کی زیارت کر رہے تھے۔ اچانک حضرت کی نظر دروازے کی طرف اٹھی۔ چشتی صاحب کو اندر تشریف لانے کے لئے فرمایا۔ چشتی صاحب نے آتے ہی دست مبارک کو بوسہ دیا۔ پیچھے ہٹ کر دوزانو ہو کر، نظر میں جھکا کر بیٹھ گئے۔ چشتی صاحب کا وجود ادب و احترام کی تفسیر بن گیا۔

خواجہ خان محمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے روحانی وراثت کے علاوہ حسن و جمال سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ ایسی شخصیتیں تعارف کی محتاج نہیں ہوتیں، ان کا نورانی چہرہ، ان کے تقویٰ کا نور، ان کی پرہیزگاری کا حسن خود تعارف بن جاتا ہے۔ دراز قد، سرخ و سفید جسم۔ متناسب اعضاء۔ سفید و ارٹھی۔ ستھر الباس۔ گفتگو میں نرمی، ریاضت میں استقامت، بافت میں اثر، چال میں عجز، محبت و شفقت کا پیکر، اتباع سنت رسول اللہ کا منظر، ایک جاذب شخصیت۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نور اللہ مرقدہ کے روحانی ورثے کا صحیح وارث، رشد و ہدایت کا پیکر، محبت و اخلاق کا سرچشمہ

عبودیت کی شان، خشیت اللہ کی تفسیر۔ یہ اس مرد بزرگ، مقبول بارگاہِ خداوندی کا ناممکمل سا خاکہ ہے۔

بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ لکھتے ہوئے اپنی بے بضاعتی، کم علمی کا شدت سے احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ بزرگ و محترم بھی انہی مقربانِ بارگاہِ الہی میں سے تھے جن کے بارے میں کچھ رقم کرتے ہوئے قلمِ عجز کے سجدے گزارتا ہے فکر کی بلندی، تصور کی وسعت، خیال کی رنگینی، ان کے کمالات، اور ان کے روحانی درجات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ ان کے بارے میں لکھتے ہوئے تشبیہ دامن سمیٹ لیتی ہے۔ استعارے عاجز آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی محبوب شخصیتوں کو ہر جہت زندگی میں مکمل، ہر میدانِ عمل میں یکساں، ہر قول و فعل میں یگانہ بنایا ہوتا ہے۔ ان کا ایک ایک لفظ زندگی کی گہری کھولتا سینے کی ظلمتوں کو دور کرتا، روح کی بیماریوں کو شفا بخشتا ہے۔ قبلہ و مکرم خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ ایسی ہی بزرگ شخصیتوں کے کمالات کا مظہر تھے۔ ایک دنیا ان کے سامنے سر جھکاٹے عجز و نیاز کا مظاہرہ کرتی مگر ان کے عجز و انکسار میں فرق نہ آتا۔ دل میں برتری کا شائبہ بھی نہ گزرتا۔ تقویٰ انسان کے دل سے تکبرِ سخوت اور خود پرستی کی جڑیں اکھاڑ پھینکتا ہے۔ عظمت و احترام، برتری و فوقیت کے تمام اثرات مٹا دیتا ہے۔ ایسے بزرگوں کا تو ہر لمحہ حضوری میں گزرتا ہے۔ ریاضت و عبادت ان کی روحانی غذا بن جاتا ہے۔ وہ علائقِ دنیا سے اس طرح دامن سمیٹ لیتے ہیں کہ پھر دنیا کے غبار کا کوئی ذرہ ان کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ العزیز کی مجلس میں دل کی حالت بدل جاتی تھی۔ ان کے چہرہ انور کی زیارت سے دل کی کثافت مٹتی نظر آتی تھی۔ ان کی گفتگو سے خیالات میں نورانیت پیدا ہو جاتی۔ آپ ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب گفتگو فرماتے تو پاکیزگی لفظ کے بوسے لیتی۔ زہد کا نور مجلس کو گھیر لیتا۔ آپ مختصر سے کلمات ادا کر کے پھر یادِ الہی میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کا

زیادہ وقت درود شریف کے ورد میں گزرتا۔ کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو پختہ کرتا ہے۔ قرب کے انعام سے نوازتا ہے اور روحانی درجات کی بلندی کا موجب ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روئے زمین میں جتنی خانقاہیں ہیں سب چراغِ حرم سے روشن ہیں جتنی نسبتیں ہیں۔ سب اسی نسبتِ مطہرہ کی ضیا پائتے ہیں۔ ہر جگہ وہی نور جلوہ گر ہے۔ وہ محبوب کائنات ہر دل کی دھڑکن ہے۔ اس نسبت سے بزرگانِ دین مزجِ خلائق ہیں۔

حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے چند گھنٹے اس کمرے میں قیام کیا۔ یہ چند گھنٹے ہی زندگی کی حسین ترین یادگار بن گئیں۔ بعض لمحے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا تقویٰ صدیوں پر پھیل جاتا ہے۔ خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز نے حضرت داتا گنج بخش نور اللہ مرقدہ کے مزار مقدس پر چلے کیا۔ یہ چالیس دنوں کا تصور اٹھ ہو گیا۔ اس طرح جہاں جہاں بزرگانِ دین کے نقش پائے مبارک پڑے وہ جگہ روحانی انبیا کا نشان بن گئی۔ ان کے نقوش مبارک کی ہزار یادگاریں آج بھی تابندہ و درخشاں ہیں۔ حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کے قیام کی چند گھنٹے ہی آج بھی نہاں خانہ میں اجالا کرتی نظر آتی ہیں، ایک عجیب کیفیت محسوس ہوتا ہے۔ ان کے قیام کا تقویٰ زندگی سے ہم آہنگ ہو گیا۔

حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ نے نماز ادا کی۔ اگر تقویٰ کی صحیح صورت دیکھنا ہو تو کسی بزرگ کامل کسی ولی اللہ کو خداوند قدوس کے حضور رکوع و سجود کرتے دیکھے۔ ان کے رکوع و سجود سے اتنے بڑے دربار کی حاضری کی نشاندہ ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرام ہے۔ وہ احسان کے مقام پر ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے دربار میں ان کی خشیت ان کی عبودیت، ان کا عجز و نیاز، ان کی محویت بندے اور خدا کے تعلق کی تفسیر ہوتی ہے۔ میں خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کو خداوند واحد قدوس کے حضور گھنٹے مسجد ریزہ ہوتے دیکھ رہا تھا، میرے دل پر ان کے باطنی کمالات، ان کے روحانی

درجات کا شعور اُبھر رہا تھا۔ روحانیت خدا کو راضی کر لینے کا نام ہے، اس کا صحیح بندہ بننے کو کہتے ہیں جب انسان اپنا ہر عمل ہر فعل اور اپنی ہر حرکت اپنا ہر قول رضائے الہی میں ڈھال لیتا ہے تو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ خواجہ محمد معصوم سرسندی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مکتوب میں تحریر کیا ہے۔ "بندگی نام ہے گردن نہادن کا اور اپنے ارادے سے باہر جانے کا اور مرضی خدا کے ساتھ وابستہ ہوجانے کا، جو کچھ محبوب سے پہنچتا ہے محبوب ہوتا ہے انعام ہو یا تکلیف محب فدائے محبوب ہوتا ہے۔"

یہ مقام رضا بڑی مشقت محنت اور ریاضت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی نزدیک ترین منزل صحبت شیخ ہے۔ صحبت شیخ سے ذکر الہی میں لذت نصیب ہوتی ہے۔ اتباع سنت جزو زندگی بن جاتی ہے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے رضائے الہی کا حصول ہوتا ہے۔ قبلہ خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ ایک عظیم الشان درگاہ کے سجادہ نشین تھے گویا روحانی فیض ان کو قطبِ زمان مخدوم جہاں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز سے براہِ راست نصیب ہوا۔ بزرگانِ دین، اولیاء اللہ مقربانِ خداوندی وراثت میں دولت نہیں چھوڑتے کہ یہ فانی شے ہے مگر روحانی وراثت ضرور منتقل ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ اس شجرہ نسب میں کوئی اس کا اہل ہو۔ حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ نے اپنی زندگی کے ہر عمل کو سرکارِ دد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں ڈھالا اور خاندانی وراثت کے حقدار ہو گئے۔

انبیاء علیہم السلام کی وراثت علم ہوتا ہے وہ علم جو مخلوق خدا کو بھلائی اور خیر کار راستہ دکھائے۔ جنت کا وارث بنائے۔ بزرگانِ دین بھی علم کا حصول اس مقصد کے لئے کرتے ہیں کہ بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچے وہ اپنے حلقہٴ ارادت میں داخل ہونے والوں کو صراطِ مستقیم پر چلائیں۔ اور رشد و ہدایت سے ان کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کریں۔ ہمارے سامنے ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ کسی شخص نے اپنا ہاتھ کسی بزرگ کسی ولی اللہ کے ہاتھ میں دیا۔ اس بزرگ نے چند جملے کہے۔ تبلیغ کی۔ گناہوں سے توبہ کرائی۔ کچھ وظائف بتائے۔ آئندہ نیک کاموں کے کرنے کی تلقین کی تو اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔

گناہوں سے اجتناب کرنے لگا اور نیکیوں کی طرف طبیعت نائل ہو گئی۔ یہ تبدیلی یہ نقل  
تب ہی ممکن ہے جب مُرشد خود عالم دین ہو اور اتباعِ سنت پر سختی سے کار بند ہو  
بغیر عمل کے علم انسان کو ابلیس بنا دیتا ہے۔

قبلہ خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اساتذہ سے دینی علوم کا اکتساب  
کیا۔ آپ کے چار اُستاد تھے۔ مولوی فخر الدین صاحب جراح، مولوی عبداللہ بکھڑو  
صاحب، مولوی شیخ غلام رسول صاحب اور مولوی احمد بخش گدائی والے صاحب  
مولوی فخر الدین صاحب سے آپ نے فارسی، مولوی عبداللہ بکھڑو صاحب  
صرف و نحو، مولوی شیخ غلام رسول صاحب سے تصوف اور مولوی احمد بخش گدائی  
والے صاحب سے فلسفہ و منطق کی تعلیم حاصل کی۔ مشنری شریف آپ نے اعلیٰ  
خواجہ محمد سلیمان شاہ نور اللہ مرقدہ کی اجازت سے شروع کی یعنی خواجہ غلام  
ہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو استخارے میں اعلیٰ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی  
مرقدہ کی طرف سے بشارت ہوئی کہ مشنری شریف پڑھنے کی اجازت ہے۔

یہ تو ظاہری تعلیم تھی جس سے دینی مسائل سے آگاہی ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث  
نور سینے میں اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا انشراح صدر کر دیتا ہے  
تعلیم جب روحانیت کی منزلوں سے گزرتی ہے تو انوار الہی ظاہر ہونا شروع ہو جاتا  
ہے۔ یعنی دینی تعلیم سالک کے لئے راہِ حق اور معرفتِ حق کی پہلی منزل ہے۔  
تعلیم کا چراغ سلوک اور مجاہدے کی منزلوں میں آفتاب بن کر چمکتا ہے۔ اگر دین  
علم نہ ہو تو شیطان گمراہ کرنے کے نشور استے تلاش کر لیتا ہے۔ مگر عالم کا علم ہر  
ہر منزل پر اس کی رہنمائی کرتا ہے اور شیطانی وساوس سے بچاتا ہے۔

کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ نسبتِ نبوت حاصل ہو جاتی ہے۔ ان بزرگوں کو  
قلم کی حاجت نہیں ہوتی۔ ایسے کئی بزرگوں کے حالات نظر سے گزرے جنہوں نے  
میں تعلیم حاصل نہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے معارفِ الہیہ اور قرآن پاک کے اسرار  
رموز ان پر منکشف کر دیئے۔ ان پر ظاہری اور باطنی علوم کے تمام دروازے کھلے



دئے۔ وہ مشکل سے مشکل اور دقیق سے دقیق فقہی مسائل کا ایسا عالمانہ اور مدلل جواب دیتے تھے کہ اس دور کے علماء و حیران رہ جاتے تھے اور ان کی خدمت میں حاضر سو کہ دینی مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ یہ ان بزرگوں پر نبوت کی تجلی پڑتی ہے جو ان کے سینے کو علوم کا خزانہ بنا دیتی ہے کسی بھی نبی کا کوئی استاد نہ تھا سب تلمیذ الرحمن تھے۔ کسی کا شعر ہے۔

نہ رفت خواجہ بکتاب نہ خواند حرف کتاب

کتاب خواندہ اورا مگر جواب نہ شد

بہر کیف مرشد کے لئے عالم ہونا ضروری ہے خواہ وہ اکتسابِ علم کرے یا اسے عطیہ

ربانی ہو۔

قبلہ خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ سے ان کے مریدین، محققین دینی مسائل دریافت کرتے آپ قرآن و حدیث کے حوالے سے چند جملوں میں ان کی تشفی کر دیتے تھے کہ مزید کسی تحقیق کی گنجائش باقی نہ رہتی تھی۔

”کلم الناس علی قدر عقولہم کے مطابق آپ ہر شخص سے اس کی ذہنی استعداد، اس کے علم اور اس کے فہم کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ علم کی بات بے علم کو سمجھانا ہی بلاغت کا کمال ہے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ سوال کرنے والے کے فہم کے مطابق جواب دے کر اس کی تسلی کر دیتے تھے۔

مقربانِ بارگاہِ رب العزت کی پاکیزہ مجالس میں ویسے ہی ذہن کے جانے، دل کی ظلمت اور خیال کی پرآگندی ختم ہو جاتی ہے یہ ان بابرکت صحبتوں کا فیضان ہوتا ہے کہ فہم دین آسان ہو جاتا ہے اشکال خود بخود رخن ہو جاتے ہیں۔ وساوس گناہ کی تاریکی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جب انسان کسی بزرگ کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو دل کے بند کو اڑا کر خود بخود کھل جاتے ہیں اور دین کی سمجھا آسان ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ارشادِ گرامی ہے اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہوتا ہے اسے تفقہ فی الدین عطا کر دیتا ہے۔ خواجہ خان محمد صاحب کی مجلس میں قلبی رُوح کی یہی کیفیت ہوتی تھی کسی مسئلے کے اشارے سے ہی سارا مسئلہ سمجھ آ جاتا تھا۔

دنیا کی ہر شے اپنے اثرات رکھتی ہے، چاندنی سکون کا موجب ہوتی ہے۔ دھوپ کی



تمازت جسم کو حرارت پہنچاتی ہے۔ پھول کی خوشبو فرحت پیدا کرتی ہے۔ جب یہ مادی اور غیر مادی چیزیں طبیعتوں پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں تو ایک اللہ کے نیک بندے کی صحبت میں تقویٰ کی خوشبو، دل کا اطمینان دین سے رغبت، اعمال میں پاکیزگی، کردار میں نفاست اور اخلاق میں بلندی ضرور پیدا ہوگی۔ قبلہ خواجہ محمد نور اللہ مرقدہ کی صحبت اقدس میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ ذہن کی ساری پریشانیاں دور ہو گئی ہیں۔ تفکرات کے تمام جال ٹوٹ گئے ہیں دنیوی علائق کی کثافت سے نجات مل گئی ہے۔ یہ چند گھڑیاں روحانی بہتر از، سکون قلب اور رجوع الی اللہ کی گھڑیاں ہوتی تھیں۔

شام کو خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیال شریف کے لئے روانگی تھی۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ چند گھڑیاں چشم زدن میں گزر گئیں۔

حیف در چشم زدن صحبت یا را آخر شد

آپ نے رخصت ہونے سے پہلے دعائے خیر فرمائی۔ آپ تین بار دعا فرماتے تھے یہی سنت طریقہ نے اللہ تعالیٰ کے عمائل بننے میں خیر ہی خیر ہے اس دربار میں جتنی التجا کی جائے جتنا مانگا جائے کم ہے۔ چستی صاحب نے آگے بڑھ کر نعلین پہنائے۔ اس ادائے عاجزانہ سے نسبت شیخ اور محبت شیخ کے کئی ابواب کھل گئے۔

محبت شیخ تو العام الہی ہے اگر صحبت شیخ میسر نہ ہو تب بھی خالی محبت سے شیخ کی توجہ سے بقدر ظرف بہرہ یاب ہو سکیگا لیکن صحبت یافتہ اور غیر صحبت یافتہ میں بڑا فرق ہے۔ بزرگوں سے سنائے کہ فنا فی شیخ ہونا ہی فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے۔

”اقتباس از مکتوبات خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز“

بات شیخ سے عقیدت و محبت کی ہے جب تک دل کے نہا نجانے میں عقیدت و محبت شیخ کا چراغ روشن نہ ہو سکا، ظلمتیں ڈیرہ جملے رہیں گی، دل کی سیاہی دور نہ ہوگی چراغ محبت و اخلاص کے روشن ہوتے ہی باطن کے دروہام جگمگا اٹھیں گے خلوت جاں میں چراغاں ہو جائے گا۔

ہم نے بارہا سنا کہ کوئی مرید اپنے شیخ کی خدمت میں برسہا برس رہا مگر سہ روز

اولیٰ کا معاملہ رہا۔ ایسا ہی ہوا کہ کوئی طالبِ حق شیخ سے بیعت ہوا۔ اسی روز خلافت سے سرفراز کر دیا گیا۔ چند روز کی روحانی تربیت کے بعد اسے صاحبِ ارشاد بنا دیا گیا۔ بات باطن کی صفائی، رُوح کی پاکیزگی اور اخلاصِ نیت کی ہے۔ اگر لمبے میں بتی اور تیل موجود ہو تو دیا سلائی دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ شیخ کی محبت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ دنیا کے تمام رشتے دنیا تک ہیں۔ شیخ اگر کامل ہے صاحبِ مقام ہے تو آخرت میں بھی وسیلہٴ شفاعت ہوگا۔

شیخ سے جتنی محبت ہوگی اتنا ہی وہ شیخ کی توجہ کا مستحق ہوگا۔ سلوک کی منزل میں تو ہر وقت ہر قدم شیخ کی توجہ درکار ہے ورنہ بھٹک جانے کا اندیشہ ہے۔ سلوک کا راستہ ترک خواہشات کا راستہ ہے۔ دنیوی لذات سے کنارہ کش ہو کر، دنیوی آلائشوں سے پاک صاف ہو کر، اللہ کی ذاتِ بابرکات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے سے سلوک کی منزل روشن ہوتی ہے۔ بعض بزرگ اپنے مرید سے فرماتے تھے کہ توجہ گھر سے چلا تھا ہم تیرے ساتھ تھے۔ پھر گھر سے ان تک پہنچنے کے واقعات بیان کرنا شروع کر دیتے تھے۔ شیخ کی یہی توجہ معرفت کی منازل میں رہنا ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبِ رخصت ہو گئے۔ آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ انسان روزِ احباب کو رخصت کرتا ہے۔ عزیز و اقارب کو الوداع کہتا ہے مگر پریشانی کا کوئی تاثر یا بچھڑنے کا کوئی ملال ظاہر نہیں ہوتا مگر اپنے مرشد اپنے مرنے کی جدائی اشکوں میں ڈھل جاتی ہے۔ کسی کا کیا خوب شعر ہے

انہیں دیکھو وہ رُخصت ہو رہے ہیں

مجھے دیکھو میں رُخصت کر رہا ہوں

حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ دوسری بار جامعہ حینیہ تشریف لائے۔ اس بار باقاعدہ پروگرام کے تحت حضرت کی تشریف آوری ہوئی۔ عقیدہ مند مقررہ وقت پر زیارت کرنے اور کتابِ فیض کے لئے پہنچ گئے۔ پہلی بار ان کی رخصت کے بعد فرطِ عقیدت و محبت سے چشتی صاحب نے اس کمرے کو "کاشانہ سلیمانی" سے منسوب

کر دیا۔ خواجہ خان محمد قدس سرہ العزیز کی یاد کو متشکل کر دیا جب بھی اس کمرے پر نظر پڑتی ہے۔ تو حضرت کی یاد خوشبو بن کر دل کے دیرانے میں پھیل جاتی ہے۔ عقیدت کے مختلف مظاہر ہوتے ہیں، کوئی اپنی عقیدت کا اظہار منقبت اور قصیدے کی صورت میں کرتا ہے، کوئی آنسوؤں کے ذریعے قلبی تعلق کا اظہار کرتا ہے، کوئی فرط حیرت سے چہرہ انور کو دیکھ کر اپنی محبت کی ترجمانی کرتا ہے۔ کوئی نظریں جھکا کر، دوزانو بیٹھ کر ادب و احترام کے تمام قرینے پورے کر کے اپنی نسبت اور اپنی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ مظاہر مختلف ہوتے ہیں مقصود ایک ہوتا ہے۔ سب راستوں کے مسافر ایک ہی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ سب کا مطلوب سب کا مقصود وہی ہوتا ہے۔

اس مجلس میں راقم الحروف نے اپنی تصنیف جمالِ حرمین (سفر نامہ حجاز) حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ حضرت نے واسکٹ سے چشمہ نکالا۔ کتاب کے اوراق پڑھنا شروع کئے۔ چند اوراق مطالعہ کئے۔ چہرے پر پسندیدگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ مجھے اپنی کاوش کا اجر مل گیا۔ دس پندرہ منٹ تک کتاب پڑھنے کے بعد تعریفی کلمات سے نوازا۔ میرے لئے یہ کلمات مقدس سذب بن گئے، دل سے دعا نکلی کہ اے رَبُّ الْعِزَّتِ یہ کتاب تیرے محبوب تیرے گھر کے بارے میں ہے، ایک بزرگ نے، تیرے نیک بندے نے اسے پسند فرمایا ہے۔ اسے میرے لئے آخرت کا زادِ راہ بنا دیجیو۔ کتاب رکھ کر میری طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ محبت و شفقت کے نزار دروازے کھل گئے۔

اس بار حضرت کا شب بسر کرنے کا پروگرام تھا۔ عشاق کو ان کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا کافی موقعہ نصیب ہوا۔ حضرت کے ارشادات، توجہ اور ان کی زیارت سے حاضرین محفوظ ہوئے۔

خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ سماع کے قابل تھے۔ عرس کے موقع پر سماع کی محفل ہوتی ہے۔ یہ سماع کی محفل اپنے اندر چند خصوصیتیں رکھتی تھی۔ سماع کے آداب کا

خاص خیال رکھا جاتا ہے جس جگہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کی جائے اور باری تعالیٰ کی حمد پڑھی جائے وہ مجلس پورے ادب و احترام سے، تقدس کے تمام تقاضوں کے ساتھ منعقد ہونی چاہیے۔ عام سماع کی مجالس میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے اشعار پڑھے جاتے ہیں جو شرک کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ انتخاب کلام کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ وہ کلام دین کی تعلیم کے منافی ہوتا ہے مگر نا سمجھ لوگ انہی اشعار پر سر دھنتے اور اسے کمالِ معرفت جانتے ہیں۔

حضرت کی سماع کی مجلس مریدوں کی تربیت کا ایک حصہ تھی۔ آدابِ محفل کی تعلیم کا ذریعہ تھی۔ میں نے گولڑہ شریف میں محفلِ سماع میں بارہا شرکت کی وہی آدابِ محفل تو لسنہ شریف میں دیکھے گئے۔ بلکہ یوں کہتا زیادہ موزوں ہے کہ تو لسنہ شریف کی محفلِ سماع کے آداب گولڑہ شریف منتقل ہوئے۔ کیونکہ روحانی فیوض کا چشمہ تو لسنہ شریف ہے۔ اسی مرکزِ روحانیت اسی چشمہ و فیوض و برکات سے خواجہ شمس الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ اور پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز فیضیاب ہوئے۔

صوفیاء نے سماع کے لئے چند حدود و قیود متعین کی ہیں۔ محفل میں کوئی بے وضو نہ ہو۔ کوئی ننگے سر نہ ہو، کوئی مصنوعی وجد و حال کی کیفیت طاری نہ کرے۔ دوزانو ہو کر بیٹھا جائے۔ قلب کی طرف متوجہ رہے اور دھیان کا رخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی طرف رہے۔

تولسنہ شریف میں سماع کے شروع ہونے سے پہلے خدام زاہدین کو ان کے مرتبے اور مقام کے مطابق بٹھاتے ہیں۔ حفظِ مراتب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ عصاب بردار حضرت کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ برسوں کی تربیت، صحبت اور حضرت کے قرب سے انہوں نے اشاروں کی زبان سیکھ لی ہے۔ جنبشِ ابرو کے مفہوم کو سمجھنا آسان کام نہیں۔ اس کے لئے عشق کی کئی منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ تاثرِ مرحوم کا شعر ہے

مقامِ جنبشِ ابرو نکل ہی آتے ہیں

ہزار ہم سخن ہو ہزار ہم نظری

حمد و نعت سے سماع کا آغاز ہوتا ہے ہزاروں کے مجمع میں سانس کی آواز نہیں۔  
 شیخ کی توجہ ہر قلب پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ اس توجہ کے اثر سے سوز و رقت کی شمعیں  
 روشن ہو گئیں۔ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشکوں کی صورت اختیار کر لی۔ قوال  
 اگر صاحب حال ہو تو مجلس کی ادب ہی کیفیت ہوتی ہے ہر جگہ کے فیوض و برکات ہوتے ہیں۔  
 ہر جگہ کا مرتبہ و مقام ہوتا ہے۔ خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے آستانہ عالیہ پر سماع کا ادب  
 ہی رنگ ہوتا ہے۔ شیخ نے بھی اپنی توجہ خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کی طرف کی ہوئی ہے۔  
 محفل میں عجیب رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ ہر زاویہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اخذ فیض  
 کر رہا ہے۔ سب مبارک فیوض و برکات محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے در یوزہ گر  
 ہیں۔ سب ان کے دربار میں جھولیاں پھیلائے ہیں۔ دائرہ خیال و فکر حرم نبوی سے باہر  
 نہیں نکلتا۔ سماع کے دوران اس آستانہ عالیہ کا خیال رہتا ہے۔ خدام نذرانے وصول  
 کر رہے ہیں۔ سب اپنی اپنی جگہ سماع سے روحانی کیف حاصل کر رہے ہیں۔ خلاف  
 شریعت کوئی شعر نہیں پڑھا جاسکتا۔ سماع کا اختتام بھی نعت پر ہوتا ہے مقصود دربار  
 رحمۃ اللعلمین کی حاضری ہے یعنی ابتداء سے آخر تک اسی ذات اقدس کا تصور دل و  
 دماغ پر چھایا رہے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان شاہ تونسوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مرشد و مربی حضرت  
 خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ العزیز سے روحانی فیض حاصل کیا۔ بیعت سے سرفراز  
 ہو کر خلافت کا اعزاز پایا۔ اس لئے خانوادہ سلیمانی کے بزرگ خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ  
 اللہ کو پیر خانہ سمجھ کر اس خاندان کے ہر فرد کا انتہائی ادب و احترام کرتے ہیں۔ اپنی بزرگی  
 عظمت اور درجات کی رفعت کے باوصف ان کے سامنے مؤدب بیٹھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام روحانی کمالات کا سرچشمہ تمام عظمتوں کا امین ادب ہی ہے۔  
 حرم نبوی کا جتنا ادب و احترام ہوگا اتنا ہی دامن دل گل مراد سے مہکتا رہے گا۔ گنبد  
 خضریٰ کو محبت کی ایک نظر سے دیکھنا ساری کلفتیں دور کر دیتا ہے۔ ظلمتیں مٹا دیتا ہے۔

سرور و کیف کی ایک لہر قلب و روح پر چھا جاتی ہے۔

نظر نے دیکھا تھا جس وقت گنبدِ خضرا  
 وہ ایک پل ہی تو کیفیتِ مدام کا ہے  
 اسی طرح شیخ کے چہرے کی طرف محبت سے دیکھتا ایمان و یقین کی زیادتی کا  
 موجب ہوتا ہے۔

تصوف نگہ کی تیغ بازی کا نام ہے۔ فقرا، صوفیا اپنے اندر وہ قوت رکھتے ہیں کہ  
 ایک نظر سے دلوں میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ دشمن جاں بن کر جو آتے ہیں جاں نثار  
 بن کر لوٹتے ہیں۔ خواجہ معین الدین اجمیری خواجہ غریب نواز سپاہ و شکر لے کر نہیں  
 آئے تھے۔ فقر کی تیغ بساں ان کے پاس تھی۔ سُننے میں کہ اٹھارہ لاکھ مندروں نے  
 ان کے دستِ حق شناس پر بیعت کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صوفیاء کی گفتگو  
 واردات کے سانچے میں ڈھل کر نکلتی ہے اس لئے دلوں کو متاثر کرتی ہے۔ درد مند  
 دل سے نکلے ہوئے الفاظ تاثیر کی خوشبو ساتھ لاتے ہیں۔ میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

درد مند ال دے سخن محمد دین گو اہی حالوں

جس کئی پھل بدھے ہوون آئے باس رومالوں

اہل اللہ کا وجود ہی تبلیغ کا نشان ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کا ہر عمل درس ہوتا  
 ہے۔ ان کی گفتگو ان کے دینی کردار، روحانی کیفیت اور قلبی واردات کا حصہ ہوتی  
 ہے۔ اس میں ازلی صداقت اور ابدی حقیقت ہوتی ہے۔ ان کی گفتگو کا ہر لفظ ان کے  
 مجاہدات و ریاضت کا پتلا ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کی گفتگو بھی  
 یہی تاثیر رکھتی تھی۔ ان کی گفتگو کا ہر لفظ دل میں ایمان کی شمعیں روشن کرتا چلا جاتا تھا  
 حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں ذکر چلا کہ بعض بزرگ بہت کم  
 گفتگو کرتے ہیں۔ لوگ ارشاداتِ سُننے کے لئے آتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک شخص  
 عطار کی دکان میں جا بیٹھے وہ عطر خریدے یا نہ خریدے عطر کی خوشبو تو اسے ضرور  
 آئے گی۔ اسی طرح ایک شخص لوہار کی دکان میں جا بیٹھے بھٹی کی آگ سے اس کے کپڑے  
 جلیں یا نہ جلیں دھواں اور تپش تو ضرور اسے پہنچے گی۔ حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ



مرقدہ کم گفتگو فرماتے تھے مجھے تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ خاموشی درس کا آغاز ہو گئی ہے۔ انسان بزرگ کی ہر حرکت کو دیکھتا جائے تو یہ عملی درس ہوگا۔ اگر کسی بزرگ نے پانی پیا، جوتا پہنا، ان کا اٹھنا بیٹھنا ان کا ہر عمل ان کی ہر حرکت درس ہی تو ہوتی ہے۔ ایک کتابی علم ہے جو ظن اور شبک پیدا کرتا ہے۔ دلیل چاہتا ہے یہ علم ذہن کو متاثر کرتا ہے۔ ایک توجہ کا علم ہوتا ہے جو قلب و روح کو متاثر کرتا ہے جو ایمان و یقین پیدا کرتا ہے جس سے معرفت الہی حاصل ہوتی ہے۔ بزرگ خاموش رہ کر اپنی توجہ سے نوازتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ صوتی تبلیغ سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ قبلہ خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں قلب و روح کی تربیت ہوتی تھی۔ ان کی توجہ صفائی باطن کا موجب ہوتی تھی جو وعظ سے زیادہ افضل ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب سے تیسری ملاقات حضرت بابا فرید الدین گنج قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک کے موقع پر ہوئی۔ آپ مخدوم علی احمد صابری رحمۃ اللہ علیہ کے ملحق حجرے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مریدین حلقہ بنائے آپکی زیارت اور توجہ سے مستفیض ہو رہے تھے۔ آپ حسب معمول ذکر اللہ میں مصروف تھے۔ مجھے ان کی موجودگی کا علم ہوا۔ حاضر خدمت ہو کر دست بوس ہوا۔ فرمایا کہ "جمالِ حرین" کہیں رہ گئی۔ اگر کوئی نسخہ موجود ہو تو قیمتاً مجھے دے دیں۔ یہ بزرگوں کی بات کرنے کا انداز ہے وہ تو حکم دے سکتے ہیں۔ یہ بھی درس تھا۔ میں نے عرض کی ابھی حاضر کرتا ہوں۔ خدا جانے میں جوتے کہاں رکھ کر بھول گیا، ننگے پاؤں خانقاہ سے تانگہ سینڈ تک آیا۔ میں ایک پرانے دست چوہدری فرزند علی جو ریلوے میں گارڈ تھے ان کے ہاں مقیم تھا۔ کتاب خدمت اقدس میں پیش کی۔ دعاؤں سے نوازا۔ اس خدمت کا سرور آج تک محسوس کر رہا ہوں۔ ان کی زبان سے جمالِ حرین کا ذکر ہی میری خوش بختی کی دلیل تھا۔

حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ نے آٹھ حج کئے۔ ایک بار کی حاضری میں بخت کی معراج ہوتی ہے۔ اس شخص کے علو درجات اور بخت کی یاوری کا کیا کہنا



جس کو یہ سعادت عظمیٰ آٹھ بار نصیب ہوئی ہو۔ ایک حج مجھ جیسے گنہگار کا ہوتا ہے جو احوال سے بے خبر، کیفیات سے نا آشنا، مقامات نظر سے نابلد، حاضری کے آداب سے ناواقف، بیت اللہ کی عظمت سے بے علم ہوتا ہے۔ ایک حج مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کا ہوتا ہے ہر قدم پر جن کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ ہر مقام سعادت پر ان کو روحانی بلندی نصیب ہوتی ہے۔ بیت اللہ شریف کی حاضری سے دامنِ قلب نظر میں برکات سمیٹتے رہتے ہیں۔ وہ اگر طواف کرتے ہیں تو شیفتگی و وارفتگی کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگر احرام باندھتے ہیں تو علائقِ دُنیا کے لباس کو اتار پھینکتے ہیں۔ وہ حرمین شریفین کے فیوض و برکات سے شب و روز مستفیض ہوتے رہتے ہیں اور ان دو مراکزِ کرم سے جو سعادتیں، برکتیں سمیٹتے ہیں وہ واپس آ کر اپنے مریدوں معتمدوں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ کائنات میں خانہ کعبہ اور روضہ اقدس ہی دو سعادت کی منزلیں ہیں جن کا راسی محروم نہیں رہتا۔ یہ دو نو کریموں کے آستانے ہیں جہاں ہر ایک کی جھولی بھری جاتی ہے۔ سائل جتنا مستحق ہوگا اس پر اتنا ہی کرم زیادہ ہوگا۔ جتنی نسبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچتہ ہوگی اتنی ہی خیراتِ کرم ملے گی۔ خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ جیسا اگر سائل ہو تو بارانِ کرم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ حضور کے آستانے پر ہر سائل معزز ہو جاتا ہے۔ خانہ کعبہ اور روضہ مطہر یہ تجلیات کے دو مرکز ایسے ہیں جہاں دیدہ و دل منور ہو جاتے ہیں۔ ظلمتِ جاں کاشاں مٹ جاتا ہے، روح مجلّٰہ اور مصفا ہو جاتی ہے۔ بزرگانِ دین تو پہلے ہی قلب مصفا اور روح مجلّٰہ لے کر حاضر ہوتے ہیں، ان پر جب انوار کی بارش ہوتی ہے تو یہ ان کے مزید مراتب کی بلندی کا سبب ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب درگاہِ نبوی، حرم پاک کے آداب ہر قدم پر ملحوظ رکھتے تھے۔ حدودِ مدینہ میں قدم رکھتے ہی اپنے مریدین کو ہدایت فرمادیتے تھے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے سجادگی کا احساس ہو، وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں بھی ہاتھ باندھ کر چلتے تھے، حرمِ نبوی کی حاضری میں تو سر اپا عجز بن جلتے تھے، نظریں

جھکائے، ہاتھ باندھے رہتے تھے، ہر قدم پر غلامانہ آداب کا مظاہرہ کرتے۔ واقعی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہی ایسا ہے جہاں جتنا ادب ملحوظ رکھے گا اتنا ہی اسے معرفت عطا ہوگی:

۵ تیرے دربار کے آداب نظر سے گزرے

بجکلا ہوں کی غلامانہ ادا دیکھتے ہیں

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر زائر کے احوال کی خبر ہوتی ہے وہ ہر ایک کی قلبی

کیفیات سے واقف رہتے ہیں ۵

کون کس منزلِ الفت کا ہے راہی حافظ

سب کی حالت کو جلیبِ دوسرا دیکھتے ہیں

حرمین شریفین میں ان کی یہ غلامانہ ادائیں ہی حلقہٴ مریدین کے لئے تبلیغ کا انداز ہے۔

ہر مجلس میں بزرگ اپنے مریدین کو درس دیتے ہیں۔ اگر کسی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا سلیقہ آجائے تو یہ تمام عمر کی ریاضت و عبادت سے فصل و

اعلیٰ ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ جنت البقیع کے اندر نہ جاتے، باہر سے ایصال

ثواب کہتے۔ فرمایا کرتے کہ یہ جگہ پاکانِ بارگاہِ خداوندی کی قبورِ مبارکہ کی ہے اس میں صحابہؓ

مدفون ہیں۔ یہ مشتاقانِ محبوبِ خدا کی آرام گاہیں ہیں اس کے چپے چپے پر بزرگانِ دین،

مقربانِ بارگاہِ الہی آسودہٴ خواب ہیں۔ یہ اتھالی بے ادبی ہوگی۔ اگر کسی قبرِ مبارکہ پر پاؤں آ

جائے۔ یہیں تابین بھی میں از دلچ مطہرات بھی ہیں۔ شرم آتی ہے کہ ان کی قبورِ مبارکہ کو

رستہ بنا لیا جائے۔ احترام کا یہ انداز، ادب کا یہ رُخ حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ سے

مختص تھا۔ یہ صاحبِ بصیرت کا ہی انداز ہو سکتا ہے ورنہ ایک مخلوق جنت البقیع کے اندر

داخل ہو کر قبورِ مبارکہ پر حاضری دیتی ہے۔ یہ بھی اسی درسِ رشد و ہدایت کا ایک تابندہ

حصہ ہے۔ کسی بزرگ کے ساتھ سفر کرنے میں جو عجائبات اُٹھتے ہیں جو تعلیم کے اندازِ میسر

آتے ہیں جو آداب سے واقفیت ہوتی ہے وہ قیام میں ممکن نہیں۔

حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کی زندگی کا ہر لمحہ تبلیغِ دین، رشد و ہدایت

اور سنتِ مطہرہ کی تلقین میں صرف ہوا۔ آپ اس ضعیف العمری میں بھی فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے۔ ان کا اندرون ملک سفر اسی غرض سے ہوتا تھا تا کہ وہ بتدگانِ خدا جو تونہ شریف حاضر نہیں ہو سکتے۔ اس درس سے محروم نہ رہیں۔ اگر زندگی میں ایک انسان کو بھی ہدایت کا راستہ دکھا دیا جائے تو اس کے اجر و ثواب کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس بزرگ ہستی نے اپنی ساری عمر ہی لوگوں کو خیر کی دعوت دینے، خیر کا راستہ دکھانے، شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا کرنے میں صرف کردی ہو اس کے اجر و ثواب کا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ تمام عمر آخرت کا زاہد راہ اکٹھا کرتے رہے۔ آخر ۲۷ مئی بروز جمعہ المبارک ۱۹۷۹ء کو یہ مردِ بزرگ خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محمد بن سالم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اولیاء کی پہچان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ اولیاء کی علامات یہ ہیں۔ لُطْفِ لِسَانِ حَسَنِ اخْلَاقِ، بَشَاشَتِ چہرہ، سخاوتِ نفس۔ قلتِ اعتراضات، عذرِ خواہ کے عذر کو قبول کرنا۔ تمام مخلوقِ خدا پر شفقت کرنا خواہ نیکو کار ہوں یا بدکار۔ محمد بن سالم رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء اللہ کی یہ تعریف کے حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کا سراپا بیان کر دیا ہے۔

# تیسرا باب

تائثرات:

- از • خواجہ قمر الدین سیالوی
- پروفیسر غلام رسول صاحب
- پروفیسر عبدالمجید ہشتی صاحب

خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمتِ اقدس میں

نذرانہ عقیدت

(از خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین آستانہ مبارکہ سیال شریف)

”فی حد ذاتہ عادات و شمائل کے لحاظ سے“

صاف و شفاف طرز و روش کے لحاظ سے،

وسعتِ قلب اور کشادہ دلی کے لحاظ سے،

دلداری و صلح پسندی کے لحاظ سے، اور

کردار و مکارمِ اخلاق کے اعتبار سے

آج میری نگاہ میں خواجہ دلنواز

حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے جامع الصفات انسان کا کوئی نظیر اور

مثیل نہیں ہے۔“

# ملفوظات خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد نسوی رحمۃ اللہ علیہ

(از چودہری غلام رسول صاحب)

کاشانہ سلیمانی فیصل آباد میں قیام کے دوران حضرت خواجہ دلنواز کے خادم نادر خان سے حضرت کے معمولات پوچھے گئے تو اُس نے بتایا کہ: صبح وقت مقررہ پر تہجد کے نوافل کے لئے بیدار ہوتے ہیں۔ فجر کی نماز جامع مسجد آستانہ عالیہ سلیمانہ میں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ نماز کے بعد خطیب صاحب درس قرآن پاک دیتے ہیں۔ آپ درس باقاعدگی سے سنتے ہیں۔ درس کے بعد آپ تین بار دعا کرتے ہیں۔ درس سے فراغت کے بعد روضہ شریف میں حاضری اور دعا و فاتحہ کے لئے دخل ہوتے ہیں۔ زائرین و مریدین باہر مودبانہ کھڑے رہتے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر عبادت خانہ میں نماز اشراق ادا کرتے ہیں۔ پھر دوبارہ روضہ شریف میں زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ پھر آستانہ عالیہ کے قریب اپنی نشست گاہ میں بیٹھ کر وظائف اوراد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ چائے بھی گھر جا کر نوش فرماتے ہیں اور کبھی اپنی نشست گاہ میں۔ پھر نماز چاشت ادا کرتے ہیں۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب اندرون خانہ دوپہر کے کھانے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ایک بجے قبولہ فرماتے ہیں۔ دو بجے نماز ظہر مسجد میں جا کر ادا کرتے ہیں۔ پھر اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور اسی کمرہ میں آنے جانے والے بھی آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہیں شام کی چائے نوش فرماتے ہیں۔ نماز عصر مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد نشست گاہ میں کچھری لگتی ہے۔ عرائس مبارک کے ایام میں نماز عصر کے بعد روضہ شریف کے سامنے مصلہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور زائرین بھی سلام و قدم بوسی کرتے رہتے ہیں۔ دعائیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ نماز مغرب سے ذرا قبل مسجد میں تشریف لے جا کر ختم خواجگان میں شمولیت فرماتے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد ادابین کے نوافل اور دیگر معمولات سے فارغ ہو کر عبادت خانہ میں آ کر تشریف فرما ہو جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے اٹھ کر درگاہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ طواف کے بعد کھانے کے



لئے اندرون خانہ تشریف لے جاتے ہیں۔ کھانا کھا کر لنگر شریف کے قریب والے کمرہ میں آجاتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے ہیں۔ واپس آکر دیر تک وظائف پڑھتے ہیں۔ کبھی اتنی دیر تک پڑھتے ہیں کہ تہجد کے نوافل کا وقت ہو جاتا ہے۔ اسی صورت میں تہجد پڑھ کر سو جاتے ہیں اور فجر کی اذان پر بیدار ہو جاتے ہیں۔ (جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ معمولات حضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں پڑھ کر سنائے آپ نے سماعت فرما کر درست قرار دئے۔)

(۲) کاشانہ سلیمانی فیصل آباد میں قیام کے دوران حضرت مولوی محمد حسین قیس چشتی سلیمانی کے مزار مبارک کے قریب غربی سمت صفیں بچھائی گئیں اور ان پر آپ کے لئے علیحدہ نشست بنا دی گئی مگر آپ نے پسند نہ فرمایا اور اپنی علیحدہ نشست کا سامان اٹھوا دیا۔ یہی دیکھا گیا ہے کہ آپ عوام الناس میں اپنی برتری اور ظاہری نمائش پسند نہیں فرماتے۔ عوام میں گھل مل کر بیٹھنا آپ کو بہت پسند تھا کہ یہی سنت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۳) کاشانہ سلیمانی میں قیام کے دوران مناقب المحبوبین کے ترجمہ اور اس کی طباعت کا ذکر چلا (یہ ملفوظ پروفیسر چشتی صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا تھا) کرنل مقبول الہی صاحب، تاج دین بٹ صاحب، ڈاکٹر علی بھائی صاحب، حاجی محمد قبال صاحب اور جملہ اجاب موجود تھے۔ کرنل صاحب نے کہا کہ چشتی صاحب نے مناقب المحبوبین کا مکمل ترجمہ کیا ہے مگر جو کتاب چھپی ہے یہ تلخیص ہے۔ مکمل کتاب چھپنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت سے اہل علم و سلسلہ نے یہی مطالبہ کیا ہے۔ میں نے ہی چشتی صاحب سے کہا تھا کہ ملخص ترجمہ کریں اس لئے کہ ایسی کتب کے شائقین بھی کم ہیں، استعداد بھی کم ہے اور فرصت بھی کم۔ بہر حال یہ ملخص ترجمہ بھی بہت مقبول ہوا ہے اور لوگوں کو اس سے فائدہ بھی پہنچا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی وقت پورا ترجمہ بھی شائع کیا جائے گا۔

(۴) کاشانہ سلیمانی میں دسترخواں بچھ گیا۔ کھانا چن دیا گیا۔ آپ نے کھانا

کھاتے وقت فرمایا کہ ٹھنڈی روٹی کھاتا ہوں گرم کھائی نہیں جاتی۔ اور یہ سنت کے مطابق بھی ہے اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے کہ گرم کھانے میں لذت ہے مگر ٹھنڈے میں برکت ہے۔ پھر فرمایا کہ کھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دایاں گھٹنا کھڑا ہو اور بائیں گھٹنا بچھا ہوا ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر کھانے کے بعد حلال کیا جائے تو نیا وضو کرنا چاہیے۔ احتمال ہے کہ حلال سے خون نکل آئے اور وضو ٹوٹ جائے۔ احتیاط لازمی ہے۔

(۵) کا شانہ سلیمانی میں چشتی صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ کتاب مناقب المنجوبین کے دیباچہ میں چاروں سلسلوں کا ذکر آجائے تو بہت اچھی بات ہوگی۔ اسی گفتگو کے دوران فرمایا کہ ہمیں چشتی نظامی نسبت کے ساتھ ساتھ نقشبندی نسبت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی سے ملی ہے اور حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے یہ فیض حضرت امیر محترم اللہ لاسوڑی سے لیا ہے۔ آپ نے چشتی صاحب کو فرمایا کہ حضرت امیر محترم اللہ لاسوڑی کے حالات زندگی اور ان کے مزار مبارک کے بارے میں تفصیل کی تحقیق کریں۔ اور اپنی کسی کتاب میں درج کریں۔

(۶) فیصل آباد کے قیام کے دوران آپ نے پیر بھائی محمد طفیل صاحب کو فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ پچھلی دفعہ جب وعدہ آپ کے ہاں نہ جاسکا۔ اب جانا چاہتا ہوں بتاؤ کہ کب آپ کے گھر آئیں۔ فیصلہ ہوا کہ نماز عصر کے بعد ان کے گھر چلیں گے۔ چنانچہ آپ چند رفقاء کے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں محمد طفیل صاحب، نور احمد صاحب و دیگر پیر بھائی موجود تھے۔ وہاں آپ نے چائے نوش فرمائی۔ اور پھر واپس کا شانہ سلیمانی تشریف لے آئے۔ وہاں حاضرین کی تعداد زیادہ تھی اور جگہ کم۔ آپ نے سربانہ اور گاؤں تکیہ وغیرہ کمرے سے نکال دینے کا حکم دیا تاکہ جگہ کھل جائے۔ ایک صاحب نے چائے بنائی۔ جب کچھ لوگ چائے

جی چکے تو اُن ہی پیالیوں میں دوسروں کے لئے چلے بنانے کے لئے اُس صاحب نے ان پیالیوں کو پانی سے دھویا۔ اور پھر چلے بنا دی۔ اتنے میں حضرت خواجہ صاحب نے چائے ختم کی اور پیالی رکھ دی تو اُس صاحب نے بطور تبرک وہ پیالی اٹھائی اور اُس میں اپنے لئے چائے بنائی۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اب اس پیالی کو پانی سے کیوں نہیں دھوتے۔ اے میاں اسی پیالی کو دھونے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مومن کے جوٹھے میں شفا ہے۔"

(۷) کاشانہ سلیمانی میں قیام کے دوران جو توں سمیت نماز پڑھنے کا ذکر آیا۔ جناب حشٹی صاحب نے اپنے استاد محترم علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم کی مثال دی کہ انہوں نے گورنمنٹ کالج جھنگ میں جو توں سمیت نماز پڑھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شریعت کے مطابق جو تاپاک ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ پلیدی و نجاست ذرا بھی نہ لگی ہوئی ہو۔ پھر فرمایا کہ دھوپ اور ہوا پھر جائے اور جگہ سوکھ جائے تو پاک ہے۔ نیز فرمایا کہ سجدہ میں سر کو زمین کی سختی محسوس ہونی چاہیے۔ یہ شریعت کا حکم ہے۔ دُنبہ یا سرن کی کھال میں سختی محسوس ہوتی ہے اس لئے جائز ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ سجدہ کی جگہ رومال ڈال لیتے ہیں۔ نماز کے لئے صرف سجدہ کی جگہ نہیں بلکہ ساری جگہ پاک ہونی چاہیے۔

(۸) جناب حشٹی صاحب کے دولت کدہ فرحت منزل میں حضرت خواجہ

صاحب تشریف فرما تھے۔ حلقہ احباب موجود تھا۔ روزنامہ سعادت کے ایڈیٹر جناب سیفی صاحب مرحوم نے ملکی و ملّی حالات کے پیش نظر دُعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک قوم میں نیک لوگ موجود ہوں۔ لہذا جب تک قوم میں نیک لوگ موجود ہیں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر ہم قوم کو ٹھیک نہیں کر سکتے تو فرداً فرداً ٹھیک ہو جائیں۔ مزید فرمایا کہ "دب اغظز"

وَأَرْحَمَ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ پڑھا کریں۔ خود بھی کثرت سے پڑھتے رہیں اور رنگیوں کو بھی یہ وظیفہ پڑھنے کی ہدایت و تلقین کرتے رہیں۔ بہت مشکل وقت جا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔

(۹) فرحت منزل میں قیام کے دوران فرمایا کہ ملفوظات کی کتابوں کو بطور تبرک خانقاہوں کے کتب خانوں یا اپنے ذاتی کتب خانوں میں سمجھال کر رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ کتابیں عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہیں اور بالخصوص اہل سلسلہ کے مطالعہ اور فائدہ کے لئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ فارسی کے قلمی یا مطبوعہ ملفوظات کے اردو ترجمے کئے جائیں اور پھر ان کی کثرت سے اشاعت کی جائے تاکہ مشائخ عظام کی تعلیمات لوگوں تک پہنچیں اور وہ اس پر عمل کر سکیں۔

(۱۰) تونسہ شریف میں سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر فرمایا کہ عرس مبارک کے دنوں میں زائرہ عورتوں کی آمد میری طبیعت پر شاق گزرتی ہے۔ میں نے ہر قبیلہ والوں کو کہہ دیا ہے کہ عرس مبارک پر عورتیں نہ آیا کریں۔ اگر عورتیں زیارت کے لئے آنا چاہتی ہیں تو دوسرے دنوں میں آیا کریں۔ بلکہ میں نے یہاں تک بھی کہہ دیا ہے کہ جس قبیلہ کی عورت عرس مبارک پر آئے گی میں اس قبیلہ کی دعوت قبول نہیں کروں گا۔

(۱۱) ایک عقیدت مند پٹھان کسی ذاتی حاجت کے لئے عرض کرتے ہوئے بار بار اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے رہا تھا۔ آپ نے کئی بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ نہ دو۔ جب وہ پھر بھی باز نہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تم نے اس قدر حقیر سمجھ رکھا ہے۔ آپ نے تنگ آکر یہ جملہ فرمایا۔ تب وہ شخص خاموش ہوا۔

(۱۲) آستانہ عالیہ سلیمانہ میں عرس مبارک کے موقعہ پر جب زائرین سلام و دست بوسی کر رہے تھے تو ایک بوڑھے پٹھان نے حضرت خواجہ صاحب کے

پاؤں پکڑ لیئے۔ آپ نے منع فرمایا کہ یہ گناہ ہے۔ تم سفید ریش ہو یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ کہنے لگا "میں آپ کے والد گرامی کا مرید ہوں۔ میں تو آپ کے قدم مبارک اپنے سر اور کاندھوں پر رکھوں گا۔" آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ اسی دوران آپ نے ایک زائر پٹھان کو فرمایا۔ "بھلے آدمی اب سفید ہوتے جا رہے ہو، دارٹھی رکھ لو، کہنے لگا آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا پہلے وعدہ کر دو کہ دارٹھی رکھو گے مگر وہ یہی کہتا رہا۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: دیکھو یہی کہہ رہا ہے کہ دعا کرو۔ یہ وعدہ نہیں کرتا کہ انشاء اللہ دارٹھی رکھوں گا۔"

(۱۳) تونسہ شریف میں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر آپ کی نشست گاہ خاص میں زائرین موجود تھے جناب چشتی صاحب، چشتی صاحب کے رفقا حاجی محمد یاسین دہلوی اور دیگر احباب موجود تھے کہ قوالی کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا کہ یہاں قسم کے قوال آتے ہیں میں نے کبھی کسی قوال سے یہ نہیں کہا کہ یہ گا دیا وہ گا دگر قوالی فارسی کلام پڑھتا ہے کوئی پنجابی کوئی اردو کوئی پشتو۔ کوئی سندھی اور کوئی سریلیکی زبان میں پڑھتا ہے میں ہر ایک کو سنتا ہوں اور جو ان کی قسمت کا ہوتا ہے انہیں مل جاتا ہے۔ پھر حاجی محمد یاسین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ حاجی صاحب قوالی کم سنا کریں۔ کیونکہ آپ کے اور ہمارے پیرو مرشد محب النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کا فرمان ہے کہ "زیادہ قوالی سننا دل کو مرد، کر دیتا ہے۔"

(۱۴) عرس مبارک کے اختتام پر جناب چشتی صاحب نے واپسی کی اجازت طلب کی اور دعا کے لئے عرض کیا۔ تو فرمایا کہ اجازت ہے۔ پھر دعا فرمائی کہ "اللہ تعالیٰ تیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایسے کاموں سے باز رکھے جن سے نسبت کو ٹھیس پہنچے۔ اللہ اللہ نسبت کی اہمیت و حقیقت کو اولیاء اللہ ہی جانتے ہیں کہ یہ کس قدر نازک شے ہے۔ مولائے کریم سب کی

نہایتوں کو پختہ فرمائے۔ آمین۔

(۱۵) جامعہ حشمتیہ مسجد میں نماز کے دوران راقم الحروف کے گلے میں مفکر لٹک رہا تھا۔ فرمایا کہ نماز پڑھتے وقت گلے میں مفکر نہیں لٹکانا چاہیے۔ راقم الحروف نے جلدی سے گلے سے اتار کر صف پر آگے رکھ دیا۔ فرمایا کہ سردی سے گلے میں رہے مگر جرسی کے اندر کر لو۔ لٹکانے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ ایک بار راقم الحروف نے نماز باجماعت کے دوران اپنی نوٹ بک صف پر آگے رکھ لی۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ اسے اٹار کھو تاکہ عبارت سامنے نہ ہو۔ سو سکتا ہے کہ دوران نماز نظر الفاظ پر پڑے اور اگر الفاظ پڑھ لئے تو نماز میں خلل ہو جائے گا۔ اس طرح نماز نہیں ہوتی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد  
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

# خواجہ دینواز کی دو مجالس

(از پروفیسر عبدالمجید حسینی)

## انداز تربیت:

جن خصائل نبویؐ کو ہم اپنی جہالت اور کوتاہ نظری کی بنا پر نعوذ باللہ چھوٹی خیال کرتے ہوئے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ خواجہ دینواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ نے ان سب کو اپنے اوپر نافذ و لازم کر رکھا تھا۔ آپ کے اس عمل سے واضح تھا کہ ہر سنت نہ صرف قابل تقلید بلکہ اپنے اندر فیوض و برکات کا ایک خزانہ لئے ہوئے ہے۔ نیز ان کا چھوڑنا ہمیں گناہوں کی طرف بھی راغب کر سکتا ہے۔ اتباع واجبے سنت کی ایک ایسی ہی مثال جو آپ کی تربیت خواص پر خصوصی توجہ کی بھی آئینہ دار ہے پیش ہے۔

اپنے خلیفہ مجاز اور محبت خاص اسلامیات کے ریٹائرڈ پروفیسر، پروفیسر افتخار احمد حسینی صاحب جب تہر کی نماز کی امامت کے لئے گلے میں مفلہ لٹکائے پاس سے گزرتے ہیں تو عین سرگوشی میں ارشاد ہوتا ہے: "اسے اتار دیں۔" حاضر احباب سبھی نے دیکھا مگر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ یہی تو ہے کہ مردِ کامل کا انداز تربیت مشفقانہ، شگفتہ اور پُر اثر ہوتا ہے۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تربیت ایک لامتناہی عمل ہے جس کی خواص کو دوسری احتیاج ہے۔ کیونکہ ان کا فعل ان کے متعلقین کے لئے حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مثال سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ تربیت کے لئے صحبت علم سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

## ایک یادگار ملاقات:

خواجہ دینواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ جامعہ حسینیہ کی مسجد کے عقب میں واقع کمرہ بلکہ حجرہ (جسے بعد میں کاشانہ سلیمانی کا نام نامی ملا) میں مصطلے پر



دوڑا تو تشریف فرما تھے۔ ہاتھ میں متحرک تسبیح مجسم سکون و متانت۔ نماز مغرب میں کچھ دیر تھی۔ پروفیسر افتخار احمد شبلی دامت برکاتہ کے حسن انتظام اور التفات کی بدولت وقت کی قلت کے باوجود احباب و معتقدین باری باری تخلیہ میں حاضر ہو گئے۔ اور اپنے اپنے طرف اور سجت کے مطابق رحمت و حکمت کے اس بے پایاں خزانہ سے مستفیض ہو رہے تھے۔

پروفیسر خالد پرویز صاحب اور بندہ ناچیز بھی حاضر ہوئے۔ آپ کی ایک پُر خلوص مسکراہٹ نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ ہم نے سلام کا جواب درحمت اللہ و برکاتہ کے اضافے سے دیا۔ اور نہایت خندہ پیشانی سے ہمیں بلٹھے کی دعوت دی۔ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ میرے قلب فکر پر تو ایک سکوت سا طاری تھا۔ شاید آپ کی عظمت کا رعب تھا یا پھر اپنی سیاہ کاریاں سامنے آگئی تھیں۔ آپ کی حوصلہ افزائی اور مزید استفسار پر پروفیسر خالد پرویز صاحب نے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کے قُرب کا کیا طریقہ ہے؟ برجستہ فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ يُحِبِّكُمْ اللّٰهُ وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۱) (ال عمران)

آپ اپنی بات کر رہے ہیں۔ خود اللہ رب العزت آپ کو بخش بھی دیں گے اور آپ سے محبت بھی کریں گے۔

ایسے محسوس ہوا جیسے قرآن حکیم کی اس آیت کے بعد مزید سجت کی گنجائش ہی نہ ہو۔ کوتاہی اور دیر تو ہماری طرف سے ہے۔ وہ ذات کریم تو اپنی آغوشِ مغفرت و رحمت وا کئے ہر وقت بے تاب ہے۔

یوں ہماری یہ مختصر مگر حد درجہ معنی خیز ملاقات اختتام کو پہنچی۔

حصہ پنجم

منظومات

۲۵۸

پہلا باب

مناقب

## منقبت

تقدیر عالم حضرت خواجہ نور محمد بہاروی رحمۃ اللہ علیہ

(از نواب غازی الدین خان)

شرح نور محمد آل ہمہ نور  
 گر نویسم جہاں شود پُر شود  
 سا لہا ماند در حرم حضور  
 گشت مانند اسم خود ہمہ نور  
 کارش از فخر دین تمام شد  
 وارث بیعت نظامی شد  
 ہم ز پیغمبر بزرگ جناب  
 حکم ارشاد یافت در پنجاب  
 شیخ در حق او چنین فرمود  
 کیں ز ما ہر چہ بودہ است ر بود  
 نیز ارشاد آن شہ دین است  
 کیں زمان قطب وقت خود این است  
 ہم بگفتا کزین جہاں آرا  
 شدہ امید مغفرت مارا

## منتقبت

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

(از خواجہ شمس الدین سیالوی)

مقیم کوٹے آل شاہم کہ اعلیٰ آستان دارد  
 ملکوش جسد مفتون و ملائک پاسبان دارد  
 مثال عشق ما با آل شہ خوبان عبرانی  
 چوں آل زالے کہ در دست تنیدہ ریمان دارد



## منقبت

شہبازِ طریقت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

(از خواجہ غلام فخر الدین سیالوی)

ز تصورِ جمالت بحد اشد آشنائی

ز خیالِ خاکِ پائت بد و دیدہ روشنائی

چونشانِ کنتِ مخفی ز جمالِ تست پیدا

چہ شود کہ کلّ یوم تو بہشانِ بیکر آئی

چوں سگال باستخوانے بنوازی ارگدارا

بحد اکہ ریزہ چلیند ز سعادتم ہمانی

چوں نسیم صبح گاہی بکشائی غنچہ دل

بمثالِ نگہتِ گل بمشام جان مائی

ز کمالِ توجہ گویم کہ بہ تو کمال نازد

یعنی اے شہ سلیمان کہ تو فخر اولیائی



منقبت  
حضرت ثانی خواجہ شاہ الحدیث <sup>علیہ</sup> <sup>رحمۃ</sup> <sup>اللہ</sup> <sup>علیہ</sup> تونسوی



سرودِ ستانِ سلیمان، خواجہ الحدیث  
باغبانِ نخلِ ایمان، خواجہ الحدیث  
قطبِ عالم، غوثِ اعظم، مظہرِ فیضِ اتم  
آبِ حیوانِ عنسلامان، خواجہ الحدیث



## منقبت

حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی <sup>علیہ</sup> رحمۃ اللہ

(از محمد انور بابر پستی)

تذکرہ صبح و مسایہ خواجہ اللہ بخش کا  
 نور پھیلا جا بجای ہے خواجہ اللہ بخش کا  
 آفتابِ خواجگانِ دو دمانِ چشتیہ  
 مرتبہ کتنا بڑا ہے خواجہ اللہ بخش کا  
 آپ کا ہے جہاں عالی، شاہ سلیمان تونسوی  
 ہر ولی مدحت سرا ہے خواجہ اللہ بخش کا  
 تشنگانِ معرفت ہوتے جہاں میں فیضیاب  
 فیض کا وہ در کھلا ہے خواجہ اللہ بخش کا  
 سوئے تونسوی چلی مریض لادوائے عشق چل  
 در یہی دار الشفا ہے خواجہ اللہ بخش کا  
 مرقداں نوارِ خواجہ، قبلہ گاہِ کاملاں  
 بے کسوں کو آسرا ہے خواجہ اللہ بخش کا  
 آپ سا کس کو میسر ہے طریقت میں مقام  
 رتبہ عالم سے سولہ ہے خواجہ اللہ بخش کا  
 دامنِ حاجات انور بے گماں بھر جائے گا  
 بیکراں دستِ سخا ہے خواجہ اللہ بخش کا

منتقبت  
 حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی <sup>علیہ  
الرحمۃ</sup>

(از عبدالمعبودینی)

در لعل لبش دم مسیحا دیدم  
 آئینہ رخ چو دست بیضا دیدم  
 آل جلوہ کہ دوش دید بر طور کلیم  
 امروز بشکل خواجہ موسیٰ دیدم



# منقبت

علیہ  
رحمۃ اللہ

بدرگاہِ مدوحِ گرامیِ مخدومیِ خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی

(از جناب حافظ لدھیانوی)

سیلمانی دراشت کے نشاں تھے خواجہ موسیٰ ہراک لمحہ اسی کے ترجمان تھے خواجہ موسیٰ  
 رکھنے جاتے تھے دل اس قطبِ دریاں کی طرف سب کے دلوں کی دھڑکنوں کے رازداں تھے خواجہ موسیٰ  
 تھی اُن کی ذات ہراک کے لئے ایسے شفقت کمالِ لطف تھے، آرامِ جاں خواجہ موسیٰ  
 کلامِ پاک کی حُسنِ تلاوت میں یگانہ تھے عجب شیریں ادا، شیریں زباں تھے خواجہ موسیٰ  
 سُنی ہے گفتگو جس نے وہ گرویدہ ہوا اُن کا دمِ گفتار کیا بحرِ زباں تھے خواجہ موسیٰ  
 شریعت کی ہراک منزل میں اُنکی ذات پر تھی طریقت کے امیرِ کارواں تھے خواجہ موسیٰ  
 مثالی انکا تقویٰ تھا مثالی اُنکی سیرت تھی حضورِ حق میں سرگرمِ فعاں تھے خواجہ موسیٰ  
 رسول اللہ کی الفت سے روشن ان کا سینہ تھا جلیبِ کبریا کے مدح خواں تھے خواجہ موسیٰ  
 وجود ان کا زمانے میں ہدایت کا تھا ستارہ خدا کا فضل زیرِ آسماں تھے خواجہ موسیٰ  
 مقامِ معرفت ان کا کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کہاں تھے خواجہ موسیٰ

وہاں تک میری نظروں کی رسائی ہو نہیں سکتی

پہنچ سکتا نہیں کوئی جہاں تھے خواجہ موسیٰ

# منقبت

حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

(از خواجہ غلام فخر الدین سیالوی)

بہوش شدتِ تختِ سلیمانِ مند او

بمورِ ناتواں ہمدم برآمد

برائے بیکساں و بے نواہیاں

انیس و مشفق و محرم برآمد

عزیزِ خاطرِ آشفقہِ حالان

برائے خستگانِ مرہم برآمد

ز وصفِ خواجہ حامد چہ پرسی

فرشتہ صورتِ آدم برآمد

نوحِ نسبت کہ تاریخ وصال

غلامِ قبلہ عالم برآمد  
۱۳۲۹ھ

سلامت تا ابد یاد در دوست

ز دلِ فخرِ این دعا ہر دم برآمد

## منتقبت

حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

(از عبدالمعبود معینی)



یارب کرمت مرار فیتی رہ باد

کچھ لخدم ترا تجلی کہ باد

از صدقہ صدق خواجہ حامد برب

در خاتمہ لا الہ الا اللہ باد



## منقبت

حضرت خواجہ حاقظ سدید الدین تونسوی <sup>علیہ  
رحمۃ اللہ</sup>

(از قمر نیردانی ساکن پنوارہ ضلع سیالکوٹ)

افتخارِ چشتیانِ با صفا  
عظمتِ دینِ محمد <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup>

لے گئے تشریف وہ مردِ خدا  
دارِ فانی سے سوئے دارِ بقا

حضرت خواجہ سدید الدین ہیں  
رہنمائے اصفیا و انقیاء

جن کو نجمِ الہند کہتے تھے قمر  
محفلِ عرفاں میں ہے اُن کی ضیاء

مرقدش از نورِ حقِ مہمور باد  
ہے سنِ رحلت بالفاظِ دُعا



حضرت خواجہ خان محمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

نذرانہ عقیدت

(منجانب خواجہ غلام فخر الدین صاحب سیالوی)

قبلہ دین خواجہ ماجان ما  
 و اَسفا گشت ہنایا ناگہاں  
 مہرِ خوش آہ چو شد زیرِ خاک  
 وائے ازاں روزِ سیاہِ آلامان  
 سیرتِ اُد مثلِ نیاگانِ خویش  
 صورتِ اُد شاہِ سلیمانِ عیاں  
 گردِ دیش تاجِ سرِ اولیاء  
 خاکِ درش تکیہ گاہِ عارفان  
 ابنِ کریم ابنِ کریم آلِ کریم ،  
 لطف و کرمِ فخرِ برون از بیابان  
 عمرِ شریفش چو شدہ شصت و پنج  
 گشت رواں سوئے جنالِ آن زمان

خواجہ ماجان محمد بن

۱۳۹۹ھ

سالِ وصال است ہمیں اسمِ آل

خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

(از جناب حافظ لدھیانوی)

## یومِ وصال

آج کے دن جدا ہوا ہم سے  
 پیکرِ لطف و صاحبِ اعجاز  
 آئینہ دارِ خلق و مہرِ وفا  
 خواجہ دلنواز و بندہ نواز



## منقبت

حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

(از جناب حافظ لدھیانوی)

یہ اشعار حافظ صاحب نے مرتب کتاب کی طرف سے پیش کئے

خواجہ خان محمد مرشد و آقائے من	شیخ من شیخ طریقت رہبر راہِ نجات
خواجہ شاہ سلیمان کی وراثت کا میں	ظلمتوں میں اک منار نور عظمیٰ اسکی حیات
منظرِ صدق و صفا آئینہ حسن و جمال	نرم خو، شیریں سخن فرخندہ رُوقدی صفا
قلب مضطر کا سکون چارہ گریخِ عالم	خلق میں یکتا، محبت میں یگانہ تھی وہ ذات
اپنی صحبت سے تھی ہر اک گھڑی و جا فری	ہیں درختِ ندرہ نگاہوں میں کرم کے واقعات
اپکا ارشاد تھا سرمایہ کیف و سرور	اپکا فیضان تھا قلب و نظر کی واردات
روح میں تابندگی تھی بارشِ انوار سے	عشقِ محبوبِ دو عالم سے تھی روشن کائنات
اتباعِ سرورِ عالم تھی مقصودِ حیات	داعیٰ شرعِ پیمبر، پیکرِ صبر و ثبات

افتخار احمد بھی ہے اس آستانہ کا فقیر

اس غلامِ بارگاہ پر بھی ہو چشمِ التفات

# حضرت خواجہ دلنوار علیہ السلام

(از محمد انور بابر حشقی سلیمانی)

تو جہاں کا ہادی و شیخِ کبیر  
 سیدی و مرشدی روشن ضمیر  
 کاروانِ عشق و مستی کا امیر  
 بادشاہ منگتے ترے، تو وہ فقیر  
 تیری عالم میں نہیں کوئی مثال  
 تو ہے مثل آفتاب لا زوال  
 پیرو کار حضرت خیر الانام  
 حق تعالیٰ نے بے سبب کیا مقام  
 حضرت خانِ محمد تیرا نام  
 عارفانِ کامل کا تو امام  
 مرتبہ کون و مکاں میں ہے عیاں  
 مردِ کامل رہبر و قطبِ زمان  
 خانقاہ تونسوی کی آبرو  
 چشتیہ کے سلسلہ کی شان تو  
 چاند سے بھی شکل تیری خوبرو  
 شہِ سلیمان کی تو صورت ہو ہو  
 خواجہ اللہ بخش کا نورِ نظر  
 حضرت حامد کا تو تختِ جگر  
 تو نگاہوں کی ضیاء مثلِ قمر  
 دل کے آئینہ میں تو ہے جلوہ گر  
 تو نظر آتا ہے دیکھوں میں جہم  
 ورد تیرا ذکر ہے، شام و سحر  
 زندہ و جاوید تو ہے بالیقین  
 آج بھی تو نشہ میں سے مند نشیں  
 حضرت خیر الواری کے تو قریب  
 ہو معین اللہین حشقی کے حبیب  
 تو شریعت کا طریقت کا نقیب  
 گلشنِ پیرِ پچھاں کا عندلیب  
 بے گناہ تو قاسمِ فیضان ہے  
 لطفِ انوار پر تر اہران ہے

دوسرا باب

اظہارِ حقیقت

(از طائرِ جعفری تونسوی)

الحکم علیہ علیہ تجاودہ شیخ تونہ کے والی  
 شہزادہ شاہ علیا کی سند ہوئی خالی  
 شہزادہ تھامراک کون کے یہ منصب عالی  
 بھائی کی جگہ خالی تھی بھائی نے اسے نبھائی  
 منصب میں ملی کیے تیز کرکوں کی وراثت  
 اجداد کے وارثے میں ملی ان کو وراثت

یہ خان محمد بھی کیا گیا ہے  
 مونس کی یہ دیندہ میں حامد کی پسریاں  
 اور خواجہ ام بن کی بھی نور نظر میں  
 حافظ کے بھائی میں یہ کیا عالی ہے  
 حافظ کا جو قصہ وہی ان کا فسانہ  
 وہ جان زمانہ کی تھی یہ روح زمانہ

ایک باغ کے دو پھول ہیں رنگ ایک ہے، جو ایک کر  
 جذبات میں عادات میں ہر بات میں وہ ایک کر  
 حقیقہ ایک ہے یہ ایک دین ایک ہے وہ ایک کر  
 تین ایک بدن ایک ہے جبکہ ایک ہے وہ ایک کر  
 دو تیرے میں ایک ہے تیرے کی دھاروں کے چھپے چھپے  
 اور ایک ہے یہ ایک ہے یہ ایک ہے چھپے چھپے

سو بار شہناخت حافظ کی زبانی  
 اولاد نہ ہو بھائی سے بھائی کی نشانی  
 اپنی نہیں یہ بات ہے یہ بات قرآنی  
 فرما سکتے ہیں شرع میں خود شرع کے بانی  
 ماردن کو در نہ ملا مونی کا برابر  
 حق دار ہے اور کای، موتی ہے برابر



غلام غلامی کی شہادت پر  
 اس کے تین بیٹے غلام غلامی، غلام غلامی، غلام غلامی  
 یہ سب وہ ہیں جن کی ولادت اس کے بعد ہوئی ہے  
 مگر وہ سب اس کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ اس کے  
 بیٹے ہیں جو اس کے بعد ولادت پا کر اس کے  
 نام سے منسوب ہوئے ہیں۔

طہنت میں یہ دو ایک ہیں اور ایک حقیقت  
 سیرت میں بھی یہ ایک ہیں اور ایک صورت  
 اور ایک ہی ہے ان دونوں کی ولادت  
 ماں باپ کی ان دونوں سے کیا گئی ہے  
 یہ انکھوں کی ضیا، وہ تھا تو یہ بود نظر  
 وہ دل کا ہی ہے، وہ تھا تو یہ لبت جگر ہے

وہ ایک بڑی بڑی قوم تھی جو دنیا بھر  
 کو اپنے اثر و نفوذ سے بھر پور کر  
 رہے تھے۔ ان کے لیے جو لوگ  
 ان کے خلاف تھے ان کے لیے  
 ان کے خلاف تھے ان کے لیے  
 ان کے خلاف تھے ان کے لیے

پہلے یہ دعوت مانگ کر ہے وقت اجابت  
 سجادہ نشین خان صاحب سے سلامت  
 متاخر شریف صاحب کا ہے قوم کی عزت  
 سجادہ نشین خان صاحب سے سلامت  
 پہلے یہ دعوت مانگ کر ہے وقت اجابت  
 سجادہ نشین خان صاحب سے سلامت  
 متاخر شریف صاحب کا ہے قوم کی عزت  
 سجادہ نشین خان صاحب سے سلامت

# تیسرا باب

مرشد ملت سفر آخرت

(از محمد انور بابر پستی سلیمانی)

## مرشدِ ملت

آئینہ دارِ روحِ شریعت کہاں گیا      وہ واقفِ رموزِ ولایت کہاں گیا  
 وہ خانقاہِ تونسہ کا بدرِ منیر تھا      پاکیزہ قلبِ اہلِ بصیرت کہاں گیا  
 سونے پڑے ہیں منزلِ عرفان کے رستے      وہ رازدارِ سترِ حقیقت کہاں گیا  
 اب جانشینِ حضرتِ حامد نہیں ہے      وہ دیدہ و معلّمِ حکمت کہاں گیا  
 روتے ہیں اسکی یاد میں خدامِ غمزدہ      وہ چارہ گر، سکونِ طبیعت کہاں گیا  
 ہر ایک کامِ جس کے کرم سے بہا رہتی      ابرِ کرم وہ بحرِ سخاوت کہاں گیا  
 ہوتا تھا جس کی دیدِ دل کو سکون نصیب      وجہ سکون تھی جس کی زیارت کہاں گیا  
 کیا باکمال خانِ محمدؐ کی ذات تھی،      "خواجا ہمارا مرشدِ ملت کہاں گیا"  
 مسند ملی تھی حشت کی، اہلِ بہشت کی      جسکی ادا تھی رُوشِ حجت کہاں گیا  
 پیرِ پٹھان کے قدموں میں جسکو جگہ ملی      ایسا بلند مرتبہ حضرت کہاں گیا  
 نظریں تلاش کرتی ہیں آتا نہیں نظر      انور ہمارا پیرِ طریقت کہاں گیا

# حضرت خواجہ خان محمد صاحب کا سفر آخرت

ذکر حبیب کرتا ہوں حمد و ثنا کے بعد      مرد خدا کی یاد سے یاد خدا کے بعد  
 ہوتا ہے فیض اور بھی جاری قضا کے بعد      دارِ بقا میں رہتے ہیں دارِ فنا کے بعد

قصہ ہے خواجہ خان محمدؒ کی ذات کا  
 کیسے بیان کرے کوئی ان کے صفات کا  
 دُھندلا گیا ہے کس قدر آئینہ نظر      دُنیا سے خواجہ خان محمدؒ کا ہے سفر  
 اندوہناک کتنی ہے رحلت کی یہ خبر      کیا ذی وقار حضرت حامدؒ کلے پسر  
 کیسے کوئی نظیر ہو اس بے نظیر کی  
 منظر ہے حشر کا کہ جدائی ہے پیر کی

رحلت ہے اس جہان سے فخر زمان کی      روداد کیا بیان ہو معجز بیان کی  
 یہ رخصتی ہے نائب پیر سچان کی      دیکھی نہیں ہے شکل کوئی ایسی شان کی  
 افسردہ تھیں فضائیں جہاں تک نظر گئی  
 اک تیرگی سی قلب و نظر میں اتر گئی

ناگاہ جب خبر ملی اُن کے وصال کی      ہر سمت لہر چھپا گئی رنج و ملال کی  
 تفسیر اُن کی ذات تھی حُسن و جمال کی      کیا داستاں بیان ہو اُس باکمال کی  
 سُن کر جب وصال کی آنسو نکل پڑے  
 جتنے بھی تھے مرید وہ تو نسہ کو چل پڑے

تو نسہ کی سمت طالب دیدار چل دیئے      چلنے کی کس کو تاب تھی ناچار چل دیئے  
 یہ کیا ہوا کہ قافلہ سالار چل دیئے      سارے مرید ہو کے دل افکار چل دیئے

حضرت کے سارے لطف و کرم یاد آگئے  
 بھولے ہوئے تھے جتنے بھی غم یاد آگئے

سارے جہاں میں آپ کا فیضان عام تھا      شیریں شہد سے آپ کا لطف کلام تھا  
عشاق کا ہجوم وہاں صبح و شام تھا      ہر باجمال آپ کے در کا غلام تھا  
اللہ ایک پل میں زمانے کو کیا ہوا !

تونسہ کی سرزمین میں محشر بپا ہوا !  
جمعہ کا روز سن تھا انا سی مئی کی چنگار      رخصت ہوا تھا چھوڑ کے ہم کو وہ ذی وقار  
دامان صبر ہو گیا اک پل میں تار تار      خواجہ کی یاد اب سے مری رُوح کی پیکار  
جن کے وسیلہ سے ہمیں رُشد و ہدی ملی  
اُن کو فنا کے بعد حقیقی بقا ملی

ہر ایک دل پر حمت حق کا ظہور ہے      وصلِ حلیب باعثِ لطف و سرور ہے  
روشن اسی سے قبر میں قندیل نور ہے      گرچہ ہمیں فسراق کا صدمہ ضرور ہے  
واصلِ سخن ہونے میں جو ہم سے جدا ہوئے  
راہِ عدم میں اور بھی رُتے سوا ہوئے

سیراب کر دیا تھا بَر اک تشنہ کام کو      آئے تھے تاجدار بھی جس کے سلام کو  
نسبت تھی جس کی ذات کے برخا صُ عام کو      مستی عطا کی جس نے محبت کے جام کو  
وہ میسکہ وہ یادہ وہ ساقی نہیں رہا  
جو رُوحِ میسکہ تھا وہ باقی نہیں رہا

ہم سے ہمارا پیرِ طریقت جدا ہوا      وہ پیکرِ لطافت و آلفت جدا ہوا  
آئینہ کمالِ شریعت جدا ہوا      انور وہ پاسدارِ شریعت جدا ہوا  
وہ پاک رُوح شاہِ سلیمان کے پاس ہے  
موجِ بہارِ جانِ گلستاں کے پاس ہے

# اختتامیہ

تعارفِ مرتب

چشتیہ اکادمی



# افتخار احمد ہشتی سلیمانی

نام والد صاحب :	مولوی محمد حسین قیس ہشتی سلیمانی دینانگری رحمۃ اللہ علیہ
مولد :	دینانگر۔ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب)
ولادت :	۲۱ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء
تعلیم :	ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی) ۱۹۵۲ء
مصروفیت :	صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد ۱۹۵۵ء تا ۱۹۷۵ء
بیعت :	حضرت پیر جی خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۹۳۷ء
خلافت :	خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی سجادہ نشین خامس آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف ۱۹۷۳ء
مطبوعات :	اردو ترجمہ مناقب المحبوبین سوانحی خاکہ حضرت خواجہ نور محمد ہاروی سوانحی خاکہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی سوانحی خاکہ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی سوانحی خاکہ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی

حامی چشتیان سوانحی خاکہ حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ  
 مانتاب تونسوی سوانحی خاکہ حضرت خواجہ حافظ غلام سید الدین تونسویؒ  
 خواجہ دلنواز سوانحی خاکہ حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ  
 پیر کامل سوانحی خاکہ حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد دہلویؒ  
 ذکر حبیب سوانحی خاکہ حضرت مولوی محمد حسین قیس چشتی سیستانیؒ  
 تذکرہ خواجگان تونسویؒ — جلد اول

زیر ترتیب تالیفات :

- ۱۔ اردو ترجمہ مخزنِ چشت (شجرہ سلسلہ چشتیہ کی تشریح)  
تالیف خواجہ امام بخش بہارویؒ
- ۲۔ تذکرہ خواجگانِ تونسویؒ — جلد دوم و جلد سوم
- ۳۔ تعلقِ عظیم (سیرتِ طیبہ)
- ۴۔ اقبال کے مذہبی نظریات
- ۵۔ مفصل سوانح حیات قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد بہارویؒ
- ۶۔ مفصل سوانح حیات حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ
- ۷۔ مفصل سوانح حیات حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فخری دہلویؒ
- ۸۔ حضرت مولانا فخر جہاںؒ کی تالیف رسالہ فخر الحسن کا اردو ترجمہ

پتہ : کاشانہ چشتیہ، فرحت منزل، چنیوٹ بازار  
 فیصل آباد، پاکستان (گلی نمبر ۷ و کیلاں)  
 ٹیلی فون : ۲۸۸۵۵

# چشتیہ اکادمی

مشائخِ چشت نے تبلیغِ اسلام، احیائے ملت، نفاذِ شریعت اور توحیدِ نفوس کا اہم فریضہ جس موثر اور دلنشین انداز میں انجام دیا، وہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ خواجہ خواجگان غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کے بعد تو اس ملک کی کایا ہی پلٹ گئی۔ لاکھوں غیر مسلم آپ کے دست مبارک پر اسلام لائے۔ آپ کی نظر جس ناسق پر پڑ جاتی وہ تائب ہو جاتا اور پھر گناہ کے قریب نہ جاتا۔ یہ آپ ہی کا احسان ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کو حکومت بھی ملی اور ولایت بھی۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الدین، حضرت مولانا فخر الدین دہلوی، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی، اور حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ان حضرات کی زندگیوں، قرآن و سنت کا قابلِ رشک نمونہ تھیں۔ یہ حضرات دعائی ترقی کے لئے رہبانیت کو نہیں بلکہ اتباعِ شریعت کو لازمی قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:۔

” یہ راہ تو صرف وہی پاسکتا ہے جس کے سیدھے ہاتھ میں قرآن پاک ہو اور بائیں ہاتھ میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ ملے کرے۔“

یہ حضرات خود عالم و فاضل تھے۔ شریعت کے سختی سے پابند تھے اور اپنے ارادت مندوں کو بھی شریعت کی پابندی کی تاکید کرتے تھے۔ ان کے خاندانوں میں ترویج و اشاعتِ دین، اصلاح و تربیت، سرپرستی، تعمیرِ اخلاق اور خدمتِ خلق کے لئے وقف تھیں۔ جب جاہ و مال سے انہیں کوئی علاقہ نہ تھا۔ درحقیقت ان بزرگوں کی خانقاہیں

اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے آخری پیغمبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے منہور طالعے تھے۔ یہ حضرات بھروسوں کو کھانا کھاتے تھے۔ بنگلوں کو کپڑے پہناتے تھے۔ بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ جاہلوں کو تعلیم دیتے تھے۔ بے دینوں کو دین سکھاتے تھے۔ گناہگاروں کو تائب بناتے تھے۔ تائب کو مشقی بناتے تھے اور مشقی کو ولی اللہ۔ عوام کی اصلاح بھی کرتے تھے اور بادشاہوں کی بھی۔ غرضیکہ ان کی مبارک زندگی کا ایک ہی مقصد تھا۔ دین اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی۔

مشائخِ چشت کی قائم کردہ خانقاہیں آج بھی موجود ہیں ان میں مساجد مدارس کتب خانے اور مہمان سرائے آج بھی موجود ہیں۔ عرائس مبارک کی تعاریب و اجتماعات آج بھی ہوتے ہیں مگر جس مقصدِ عظیم کے لئے یہ خانقاہیں قائم کی گئی تھیں اس سے دور ہوتی جاتی ہیں۔ مشائخِ کرام کو اس بات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ یہ خانقاہیں تبلیغِ اسلام، تزکیہٴ نفوس، تعمیرِ شخصیت اور تعمیرِ اخلاق کا فریضہ از سر نو کا حقہ ادا کرنے لگیں۔

میرا پختہ یقین ہے کہ عصرِ حاضر کے تمام امراض کا علاج حقیقی تصوف میں ہے لہذا ضروری ہے کہ حقیقی تصوف کو پھر سے ملتِ اسلامیہ اور اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیا جائے۔

ہمارے مشائخ کے کارہائے نمایاں اور ان کی اعلیٰ تعلیمات مختلف تصانیف، الینیات اور ملفوظات کے صفحات میں بند مختلف خانقاہوں اور مشائخ کے کتب خانوں میں کریم ہائے کتابی کی خوراک بن رہی ہیں۔ مزید برآں یہ تصانیف نہ باوجود ترقی یافتہ زبان میں ہیں جس کا آج رواج نہیں رہا۔

استانہ عالیہ سلیمانہ تونسہ شریف کے سجادہ نشین، خامس مخدومی و مرشدی حضرت خواجہ خان محمد تونسوی نے فرمایا تھا کہ ہزاروں کتابیں خانقاہوں اور مدرسوں کے کتب خانوں میں کریم خورہ ہو رہی ہیں مگر اہل خانقاہ و مدرسہ سے تیرک جان کر کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ کتابوں کو باہر نکالا جائے، محفوظ کیا جائے اور عام فہم اردو زبان میں ان کتابوں کے ترجمے اور خلاصے شائع کئے جائیں۔

”میری دلی خواہش ہے کہ کسی موزوں مقام پر سلسلہ چشتیہ کا ایک مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جہاں تمام خانقاہوں کے کتب خانوں کی نقلی و مطبوعہ کتابوں پر مشتمل ایک مرکزی

کتب خانہ ہو جہاں تصوف پر تحقیقی کام ہو جہاں تصوف کی کتابوں کے اردو ترجمے کئے جائیں اور جہاں اردو زبان میں ایسا لٹریچر تیار کیا جائے جو عمر مافر کے گمراہ کن نظریات کا سدباب کر سکے اور اور جس سے اسلامی تعلیمات اور مشائخِ چشت کے کارناموں کو فروغ حاصل ہو۔

ان مقاصد کے حصول کی خاطر ابتدائی طور پر فیصل آباد میں اس کار خیر کی ابتدا چشتیہ اکادمی کے قیام کی شکل میں کر دی گئی ہے، جس کا مختصر سا خاکہ پیشین خدمت ہے۔ نیز ماہنامہ ”روحانی پیغام“ بھی جاری کر دیا گیا ہے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں، سجادہ نشینوں اور اہل علم و صاحب ثروت حضرات کا فرض ہے کہ وہ عملی زندگی میں آکر خدمت و اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں۔ اور اس کی سرپرستی و معاونت فرمائیں۔

## دستور چشتیہ اکادمی

نام۔ ۱۔ اس ادارے کا نام ”چشتیہ اکادمی“ ہوگا۔  
مقام۔ ۲۔ چشتیہ اکادمی کا صدر مقام ابتدائی طور پر فیصل آباد ہوگا۔ اور اس کا دائرہ کار سارا پاکستان ہوگا بلکہ وہ تمام ممالک بھی اس کے دائرہ کار میں شامل ہونگے جہاں چشتیہ سلسلہ موجود ہے۔

انغراض و مقاصد۔ ۳۔ چشتیہ اکادمی کے انغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے۔  
(اول) سلسلہ چشتیہ کی تصانیف، تالیفات، مضامین، مقالات، مکاتیب اور مختلف تحریرات کو جمع کرنا۔ مرتب کرنا اور شائع کرنا۔  
(دوم) مشائخِ چشت کے حالات و سوانح اور افکار و ملفوظات کو ضبط تحریر میں لانا اور شائع کرنا۔

(سوم) مشائخِ چشت کی علمی، ادبی، تحقیقی، ملی اور دینی خدمات و خصوصیات کی اشاعت اور ان پر کام کرنے والوں کی ہر ممکن امداد و اعانت کرنا۔



(چہارم) سلسلہ چشتیہ کی خانقاہوں میں موجود مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف، قلمی دستاویزات، مکاتیب، تحریرات اور برکات کو ایک مرکز پر جمع کرنا اور ان کے تحفظ کی تدابیر اختیار کرنا۔

(پنجم) مذکورہ بالا مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ہر وہ تدبیر اختیار کرنا جو چشتیہ کادمی کی رائے میں مناسب ہو۔ اس سلسلہ میں ابتدائی طور پر ایک کتب خانہ پریس اشاعتی ادارہ اور ایک سہ ماہی یا ماہنامے کا قیام و اجراء رکینیت :- ۴۔ ہر وہ شخص جو سلسلہ چشتیہ سے ارادت رکھتا ہو اور مالی و قلمی و عملی معاونت کر سکتا ہو، اس کا رکن بن سکتا ہے۔

انتظامیہ :- ۵۔ گیارہ افراد کی ایک مجلس مشاورت چشتیہ اکادمی کا انتظام چلائے گی۔  
۶۔ یہ گیارہ افراد سلسلہ چشتیہ کے مشائخ، مجتہدین و متعلقین اور اراکین میں سے ہوں گے۔  
۷۔ ان ہی گیارہ افراد میں سے سرپرست، نگران اعلیٰ، معتمد، خازن ہوں گے جو تمام امور کی نگرانی کریں گے۔

۸۔ تمام آمدنی منظور شدہ بنک میں جمع کرائی جائیگی۔ حسابات یا قاعدہ رکھے جائیں گے جو ہر سال آڈٹ ہوں گے۔

۹۔ خازن چشتیہ اکادمی کے حسابات کا ذمہ دار ہوگا۔

۱۰۔ معتمد چشتیہ اکادمی کے انتظامی معاملات کا ذمہ دار ہوگا۔

اجلاس :

۱۱۔ چشتیہ اکادمی کا اجلاس سہ ماہی میں ایک بار لازمی طور پر ہوگا اور ایک سالانہ اجلاس

ہوگا۔ سالانہ اجلاس میں سالانہ رپورٹ و سالانہ حسابات بھی پیش کیے جائیں گے۔

نوٹ :- آغاز کار میں چشتیہ اکادمی کے لئے مندرجہ بالا طریق عمل ہوگا۔ کام آگے بڑھنے کی صورت میں اس میں ترمیم و اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

## ماہنامہ روحانی پیغام

والدی مُرشدی حضرت مولوی محمد حسین قیس حشتی سلیمانی نے ۱۹۰۹ء میں پہلی دفعہ ماہنامہ "روحانی پیغام" جاری کیا۔ باقاعدہ ڈیکلریشن سے قبل آپ نے "روحانی پیغام" کے غالباً دس شمارے نکلے۔ بعد ازاں جب حکومت ہند سے اجازت مل گئی تو باقاعدہ ماہنامہ کی صورت میں پہلا شمارہ غالباً فروری ۱۹۱۶ء میں جاری ہوا جس کے سرورق پر یہ عبارت درج تھی:

"اخلاق، تصوف، روحانیت، طہانیت قلبی اور سرور ابدی کا

### ماہوار رسالہ روحانی پیغام

یہ ماہوار رسالہ ہر ماہ کی یکم تاریخ کو باقاعدگی سے شائع ہوتا تھا۔ سابقہ شماروں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رسالہ بہت مقبول تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشہ میں اور بیرون ملک بھی اس کے خریدار موجود تھے۔ غالباً ۱۹۲۸ء میں بعض ناگزیر حالات کی بنا پر اس کی اشاعت رک گئی۔ ۱۹۴۵ء میں دوبارہ اس کے اجراء کیلئے متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت سے رابطہ پیدا کیا گیا۔ اگست ۱۹۴۷ء سے قبل دو یا تین شمارے نکلے مگر قیام پاکستان کے بعد سے جاری نہ رکھا جاسکا۔

بیس برس گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے شعبہ اسلامیات سے منسلک رہنے کے بعد جب میں ۱۹۷۵ء میں ریٹائر ہو اتوں میں نے بقیہ حیات مستعار تصنیف و تالیف اور تبلیغ و اصلاح کے لئے وقف کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اسی مقصد کے پیش نظر اگست ۱۹۷۵ء میں ماہنامہ روحانی پیغام کے اجراء کے لئے درخواست دی۔ کاروانِ شوق اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کن کن مراحل اور مقامات سے گزرا، یہ ایک طویل داستان ہے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ میں نے ماہنامہ کے اجراء کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ پروگرام بنالیا کہ آزادانہ تصنیف و تالیف کے کام میں ہی مصروف عمل رہوں۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ انہی دنوں مخدومی و مرشدی خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی کا شانہ سلیمانی میں تشریف لائے۔ برادران و احباب نے "روحانی پیغام" کا بھی ذکر چھیڑ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ



”دورِ حاضر میں اس رسالہ کی اشد ضرورت ہے لہذا اس کے فوری اجراء کے لئے کوششیں جاری رکھی جائیں۔“

چنانچہ ڈیکلریشن کے لئے از سر نو کوششیں شروع کر دی گئیں۔

دیں اتنا ”روحانی پیغام“ کے دو شمارے جناب برادرِ م اعجاز احمد حشتی صاحب مرحوم نے شائع کیے۔ ایک شہبازِ چشت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے حالات میں اور دوسرا شمس العارفین حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی کے حالات میں۔ دونوں رسائل اگرچہ اہل سلسلہ میں پسند کئے گئے مگر فیصلہ یہ کیا گیا کہ آزادانہ طور پر ”روحانی پیغام“ کا یہ سلسلہ فی الحال جاری نہ رکھا جائے جب حکومتِ پاکستان سے اجراء کی اجازت مل جائے تو پھر باقاعدہ اجراء کیا جائے۔ الحمد للہ کہ بزرگوں کی دعاؤں اور اجاب کی کوششوں سے اس کے اجراء کی اجازت ۲۲ جولائی ۱۹۸۱ء کو مل گئی اور یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء سے اسے باقاعدہ ماہنامہ کے طور پر جاری کر دیا گیا۔

پاکستان میں مشائخِ چشت کے قافلہ سالار حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ تھے جنہوں نے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حشتی اجمیری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے بعد ملک کے اس حصہ میں جو آج پاکستان ہے شریعت و طریقت اور سلوک و معرفت کے وہ چراغِ جلدائے جن کی روشنی سے آج بھی پورا پاکستان منور ہے چشتیاں شریف تونسہ شریف، کوٹ مٹھن شریف، ملتان شریف، چاچڑاں شریف، مکھڑ شریف، سیال شریف، جلال پور شریف، گولڑہ شریف اور دیگر مقامات کی خانقاہوں کے چراغِ ان ہی کے ذریعے روشن ہیں اور ان کی دلنشین تعلیمات آج بھی روشن چراغ کی طرح ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچانے میں مدد و معاون ہو سکتی ہیں۔

ماہنامہ ”روحانی پیغام“ کے اغراض و مقاصد میں بنیادی مقصد یہی ہے کہ ان پاکیزہ تعلیمات کو عام فہم زبان میں دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا جائے اور کرامات و حکایات کے جو پرے ان کی اصلی زندگی اور ان کے اصلی کارناموں پر پڑے ہوئے ہیں، انہیں توکِ قلم سے ہٹا دیا جائے تاکہ اہل اللہ کی زندگیوں کے روشن پہلو عوام کے سامنے آسکیں۔

عصرِ حاضر کا انسان علوم و فنون کی انتہائی ترقی کے باوجود اخلاقی و روحانی طور پر  
ملاکت کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔ جدید گمراہ کن نظریات نے اسے انتہائی مادہ  
پرست بنا دیا ہے۔ حُبِ جاہ، حُبِ مال اور فکرِ معاش نے اسے نہ صرف حرص و منافع  
پرست بنا دیا ہے بلکہ ظلمت و گمراہی میں مبتلا کر دیا ہے۔

انسانیت کو مادی زندگی سے پھر روحانی کی طرف لانے کے لئے اسلامی تصوف کو  
عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اس رسالہ کا اجراء کیا گیا ہے تاکہ ہم  
پاکستان میں نظامِ اسلام کے قیام کی کوششوں کے ساتھ ساتھ اہل پاکستان کی روحانی  
و اخلاقی زندگی کو سنبھالنے کی کوشش کریں۔ تشکیلی سیرت اور تکمیلی اخلاق کے لئے صوفیاء  
کرام نے جو طریقہ تعلیم و تربیت اختیار کیا تھا، ہماری نظر میں آج بھی وہی طریق زیادہ  
مؤثر و مفید ہے۔ اس یقین محکم کے ساتھ اس مقدس مشن کا آغاز کیا گیا ہے۔ اللہ  
تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اس کارِ خیر کو صحیح طور پر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔  
ماہنامہ "روحانی پیغام" اب پانچویں سال میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کی اشاعت میں  
کبھی کبھی بے قاعدگی بھی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجوہات مالی بھی ہوتی ہیں اور انتظامی  
بھی۔ بہر حال یہ جاری ہے اور انشاء اللہ یہ جاری رہے گا۔ اہل سلسلہ اور مشائخِ عظام  
کا فریضہ ہے کہ وہ تعاون فرمائیں۔ تصنیف و تالیف کے دیگر کام بھی جاری ہیں دُعا  
فرمائیں کہ آخری سانس تک تبلیغِ اسلام اشاعتِ سلسلہ اور تذکرہ مشائخ کا کام  
جاری رہے۔

مدیر: ماہنامہ روحانی پیغام

فرحت منزل، چنیوٹ بازار

فیصل آباد (پاکستان)







## حضرت پیر پیمان محمد علیہ السلام

"پنجاب میں حضرت شاہ فخر الدین صاحب کا فیض اور چشتیہ نظامیہ سلسلہ کا اثر شاہ نور محمد ہماروی کے ذریعہ پہنچا اور شاہ محمد سلیمان تونسوی کے ذریعہ ان کی تکمیل ہوئی۔ شاہ محمد سلیمان بڑے برگزیدہ بزرگ تھے۔ ان کے اثر اور تعلق سے پنجاب اور افغانستان کے ہزاروں گمراہان با دنیہ ضلالت سے ہدایت پائی۔ ان کے خلفاء ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور رشتہ و ہدایت کے وہ چراغ روشن کیے۔ ایک بار پھر صوفیائے متقدمین کی خانقاہوں کے نقشبندی بھائیوں کے ہاتھ بھر گئے۔ وہ سلسلہ نظامیہ کے عظیم اشران بزرگ تھے۔ ان کا تبحر تقدس اور اسلامی بیعت کی اصلاح کے لئے جدوجہد اپنی نظیر آپ تھی۔ ان کی جلدی ہوئی ان سرخاؤں اور شہادتوں کی شمع کے گرد دور دور سے پروانے جمع ہوئے ان کے خرم کمال سے ہزاروں فیض حاصل کیا۔ سنگھڑا اور تونسہ کا غیر معروف ناظروں اور علمائے کرام میں گونا گونا جہاں سے لاکھوں عقیدت مند تربیت پا کر ملک گوشہ گوشہ تک پہنچے۔"

پیر پیمان محمد علیہ السلام

مؤلف: تاریخ ملتان